

شہزادہ رمضانؒ کے فضائل و مناقب
ماہِ رمضان کی

بہتر ساقیوں میں سے جانے والے دوست کا حسین گلدستہ

روحِ قرآن

فی شہزادہ رمضانؒ



از: سید جمال اہلسنت

ابوالفتح محمد بن ابی بکر علیہ السلام
ساتھی مہدی زید مجتہد

اولسی بک سیٹل جالپور رضا محبت ایس آر ایم

پانچ لاکھ الٹی گوجر والا 0346-6172671

مَظَاهِرُ مَعْنَى الدِّينِ الَّذِي نَزَّلَ فِيهِ الْقُرْآنُ
 ۱۰ رمضان
 ہزار ساتھوں میں لکھے جانے والے دو سو کلامیں گزرتے

دو سو کلام قرآن

فی شہرِ رمضان

از: **عبدالحکیم احمدی**
 ایڈیٹر: **مولانا محمد امجد علی صاحب**
 ایڈیٹر: **مولانا محمد امجد علی صاحب**

اولسی بک سیٹل ہاؤس، لاہور
 0346-6172671

جملہ حقوق محفوظ ہیں

دروس القرآن	نام کتاب
علامہ غلام مرتضیٰ سائق مجددی	مصنف
شیخ محمد سرور اویسی	باہتمام
اگست 2008ء	اشاعت اول
600	تعداد
336	صفحات
170 روپے	بد

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور

مکتبہ جمال کرم لاہور / مسلم کتابوی لاہور

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور / جامعہ جلالیہ رضویہ لاہور

کرمانوالہ بک شاپ لاہور / مکتبہ فیضان مدینہ گھکڑ

مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / رضا بک شاپ گجرات

مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ ڈسکہ / شبیر برادر لاہور

مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام سرکلر روڈ گوجرانوالہ

صراط مستقیم پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور

فہرست

71	جو قرآن نہ پڑھے	23	رکن اسلام
72	مسائل روزہ	31	ترک روزہ پر وعید
74	مسائل سحری	34	روزہ کیسے فرض ہوا؟
74	سحری تاخیر سے کریں	36	ایام بیض
75	تنبیہ	41	عاشوراء کے روزوں کی فرضیت
75	اظفاری کی برکات	43	صوم عاشوراء کا نسخ
76	اظفاری میں جلدی کریں	45	رمضان کے روزوں کی تمنی حاتیں
77	اظفاری کن اشیاء سے کریں	45	پہلی حالت
78	دعا کی قبولیت کی گمزیاں	47	دوسری اور تیسری حالت
78	اظفاری کی دعائیں	52	سفید اور سیاہ دھاگہ
78	دوسروں کی اظفاری کرانا	58	مقصد روزہ (تقویٰ)
80	روزہ میں بھول کر کھا لینا	60	روزہ دار کے مشاغل
80	سواک کرنا	60	نزول قرآن کا مہینہ
81	روزہ سے کی حالت میں وضو؟	62	رمضان اور قرآن کی مناسبت
81	سرمد لگانا	64	رمضان میں قرآن کا دور
82	کان میں دواؤں انا	65	رمضان میں قرآن پڑھنے کی فضیلت
83	ناک میں دواؤں لگانے کا حکم	68	حلاوت قرآن کے دیگر فضائل

113	رجب کے روزے	83	احکام، حجامت اور قے کا حکم
119	ضروری وضاحت	84	بہوی سے یوس و کنار
120	شعبان کے روزے	85	اگر جماع کر بیٹھے
121	ہفتہ اور اتوار کا روزہ	86	مسافر اور مرہض کا حکم
122	سوموار اور جمعرات کا روزہ	87	حائضہ، حاملہ اور مرضہ
124	فائدہ	88	چند دیگر مسائل
127	ممنوع روزوں کا بیان	89	روزہ کی فرضیت و فضیلت
127	سال بھر روزہ رکھنا	91	صوم رمضان کا زمانہ نزول
127	عیدین کا روزہ	92	فضیلت و برکت
128	ایام تشریق کے روزے	97	نظلی روزوں کی فضیلت
128	میدان عرفہ میں یوم عرفہ کا روزہ	99	نظلی روزہ کی قضاء
128	نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا	99	نظلی روزہ کا بیان
129	استقبال رمضان کا روزہ	99	ایام بیض کے روزے
130	یوم شک کا روزہ	102	عاشوراء اور تاسوعا کا روزہ
130	صرف حجۃ المبارک کا روزہ	104	شوال کے چھ روزے
131	صرف ہفتہ کا روزہ	105	حضرت امام اعظم کا موقف اور دعا ہیوں کی خردمانی
131	علامہ ملا علی قاری کی وضاحت	110	یوم عرفہ کا روزہ
132	مرد کا نظلی روزہ	111	محرم کا روزہ
133	عورت کا نظلی روزہ	111	اشہر حرم کے روزے
134	اعتکاف کی فضیلت		

154	سجد کے بعد اذیٰ تک جانا	134	احکام کا صحیح و مفہوم
155	مکلف کا اپنی زوجہ سے ملاقات کرنا	135	احکام کی حکمت
156	گرمی کی وجہ سے غسل کا حکم	137	احکام کی اقسام
156	بعض دیگر مسائل	137	فعلی احکام
158	خواتین کا احکام	139	مسنون احکام
159	رسول اللہ کا خواتین کے سجد میں احکام پر ناراض ہونا	141	واجب احکام
161	مجانفین کا عمل	141	فضائل احکام
162	اعتراف حقیقت	143	اجتماعی احکام
162	مسائل برائے خواتین	145	اجتماعی احکام کے فوائد
163	آخری عشرہ کے فضائل	145	مقصد احکام
163	جہنم سے آزادی کا عشرہ	147	دس سے زائد دنوں کا احکام
164	کثرت عبادت کا عشرہ	148	أفضل احکام
165	دہائیوں اور دیوبندیوں کی حدیث میں شرمناک تحریف	148	احکام کی شرائط
166	مغفرت کا عشرہ	149	مسائل احکام، مسجد میں خیر لگانا
168	احکام کا عشرہ	150	احکام گاہ میں چار پائی رکھنا
169	لیلۃ القدر کا عشرہ	151	جگہ مخصوص کرنا
169	نزول قرآن	151	خیسے میں کب داخل ہو؟
170	اختتام نزول قرآن	152	مکلف کو نئے اعمال نہیں کر سکتا
		153	کٹھمی کرنا
		154	سر دھلانا، مسلا

201	روزے لکھتے رہے ہیں	170	یوم قیام پاکستان
201	صدقہ فطر کا سبب	170	جمعة الودوع
202	صدقہ فطر کے فوائد	171	فضیلت لیلة القدر
203	غریب کیا کریں؟	172	لیلة القدر صرف امت محمدیہ کو عطا ہوئی
204	جانفین کا عجیب و غریب قیاس اور قلابازی	172	شان نزول
205	کس جنس سے ادا کریں	174	لیلة القدر رمضان المبارک میں
206	گندم کا نصف صاع	176	لیلة القدر رمضان کے آخری عشر میں
208	صدقہ فطر کب ادا کیا جائے	181	ستائیسویں رات کے لیلة القدر ہونے پر قرآن
208	کن لوگوں کو صدقہ دیا جائے	186	شب قدر کو کتنی رکھنے کی حکمت
209	چند ضروری مسائل	186	شب قدر کے فضائل
210	میت کی طرف سے روزے	187	احادیث مبارکہ
211	احادیث مبارکہ	188	نزول ملائکہ
213	علامہ نووی کا تاسع	192	شب قدر کی خصوصی دعا
213	محاضرات احادیث کا محل	193	شب قدر کی علامت
216	نماز تراویح	193	شب قدر سے محروم لوگ
216	تراویح کی وجہ تسمیہ	194	نوید جانفرا
216	تراویح آٹھ کو نہیں کہتے	194	جب رمضان کھل ہوتا ہے
220	دہائیوں کی تائید	199	صدقہ فطر کی اہمیت
221	تراویح کی شرعی حیثیت	199	صدقہ فطر کا لزوم

263	دہائیوں کا اعتراف
264	آٹھ تراویح کی تاریخ
265	غیر مقلدین کا تضاد دعویٰ
265	پہلا دعویٰ
266	دوسرا دعویٰ
268	تیسرا دعویٰ
268	چوتھا دعویٰ
268	پانچواں دعویٰ
269	چھٹا دعویٰ
270	ساتواں دعویٰ
271	لمحہ فکریہ
271	ہکلی دلیل حدیث عائشہ (رضی اللہ عنہا)
272	اس سے دہائیوں کا ناروا سلوک
274	یہ حدیث دہائیوں کے خلاف ہے
275	مبشر ربانی کی ایچ کارڈ
276	حضور رات کو کتنی رکعتیں پڑھتے؟
276	تیرہ رکعتیں
278	گیارہ رکعتیں
278	دس رکعتیں
279	نور کعت

223	نماز تراویح کی مختصر تاریخ
227	تراویح کیلئے جماعت شرط نہیں
229	نماز تراویح کی فضیلت
233	مکہ مکرمہ میں تراویح کا ثواب
234	رکعات تراویح کی تحقیق
236	عمل نبوی
237	غیر مقلدین کا فیصلہ
237	دہائیوں کے دلائل
238	دفع تعارض
239	عمل فاروقی
248	دہائیوں کی خوش فہمی کا رد
249	عمل علوی
251	دیگر صحابہ کرام کا عمل
252	تابعین و دیگر صالحین کی تراویح
253	اکابرین دہائیہ کے فیصلے
256	جیس پر اجماع امت
258	اکابرین دہائیہ کا آٹھ تراویح سے انکار
259	چند اقوال
261	کتب شیعہ سے تراویح کا ثبوت
262	آٹھ تراویح کے دلائل کا تجزیہ

291	محمد ثین کے فیصلے
294	زبیر علیہ کی کاہنوک
296	کیا تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے؟
296	وہابیوں کی فریب کاری
299	وہابیوں کی آہستہ نگرین
301	وہابیوں کی خردمانی
302	وہابیوں کی حضرت عمر اور حضرت عائشہ پر بہتان تراشی
303	وہابیوں کا ایک جاہلانہ چیلنج
304	وہابیوں کی عجیب مثالوں کا رد
306	وہابیوں کے لئے لمحہ فکریہ
306	وہابیوں کی انوکھی چالیں
307	وہابیوں کی ایک اور دریافت
308	وہابیوں کے لئے لمحہ فکریہ
308	اعتراف حقیقت
309	دوسری دلیل حدیث جابر رضی اللہ عنہ
309	اس روایت میں وہابیوں کی تحریف و تخریب
309	داؤد یہ پارتی کی تحریف و تلخیص
310	دوسرا حل

279	سات رکعت
280	قاضی عیاض مالکی کا فیصلہ
281	امام نووی کی تائید
281	علامہ محمد الدین فیروز آبادی کی تشریح
281	امام ترمذی کا فیصلہ
281	غلام رسول قلعوی کی حمایت
281	اسماعیل سلفی کی صراحت
282	اشرف سندھو کا اعتراف
283	وہابیوں کا صرف آٹھ پر ہی اصرار کیوں؟
283	حدیث عائشہ مضطرب ہے
284	اضطرابات
285	حافظ ابن حجر عسقلانی کا اعتراف
285	امام قرطبی کا بیان
285	قاضی عیاض مالکی کی وضاحت
285	امام نووی کی حمایت
286	وہابیوں کا فیصلہ
286	حدیث عائشہ تہجد کے متعلق ہے
287	شاء اللہ امرتسری کا اعتراف
288	مزید دلائل

320	جہالت
322	دہائیوں کے دھوکے
325	داؤد یہ پارٹی کو کھلا پیٹنج
325	داؤد یہ پارٹی کی حدیث دانی
325	داؤد یہ پارٹی کی شاطرائہ چال
327	عبدالغفور اثری کی بے لگامی
327	پانچویں دلیل
329	دہائیوں کے دھوکے
329	ضروری نوٹ
331	چھٹی دلیل
331	جوابات
332	اعمال واقوال صحابہ دہائیوں کے نزدیک حجت نہیں
332	دعاہیوں کے نزدیک حضرت فاروق اعظم کا مقام
333	دہائیوں کے دلائل غیر محترم کتب سے ہیں
334	زہیر اور مشرکی خوش فہمی اور اسکا رد
335	ماہ رمضان الوداع

310	تیسرا دھوکہ
311	زہیر علیہی کا فریب
312	ابوالبرکات کی تضاد بیانی
312	دہائیوں کی چالاکی
312	یہ روایت احادیث صحاح ستہ کے خلاف ہے
314	غاز پوری کی حدیث دانی
315	کیا یہ ایک ہی واقعہ ہے
315	یہ روایت ضعیف ہے
316	دہائیوں کا اعتراف، دہائیوں کا ایک دھوکہ
317	داؤد یہ پارٹی کا جھوٹ
317	تیسری دلیل واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما
317	زہیر علیہی کی جہالت افروزی
318	یہ روایت ضعیف ہے
318	یہ واقعہ رمضان المبارک کا نہیں
319	عبدالرحمان مبارکپوری کا اعتراف
319	حمسین ہاشمی کی حقیقت
319	چوتھی دلیل حضرت فاروق اعظم کا حکم

☆☆☆☆

انتساب

شفقتوں اور رحمتوں کے عظیم سامان
مہربانیوں اور کرم نوازیوں کے رفیع پیکر

والدین کریمین

الحمد لله وما شفاهما الله شفاه كاملاً

کے نام

جن سے راقم الحروف نے سب سے پہلے ”قرآن کا درس“ لیا

اور جن کی بدولت ہزاروں انسان ”درس قرآن“ کے زیور سے آراستہ ہوئے اور

اب تک ہو رہے ہیں۔ آج انہی کا صدقہ ہے کہ راقم غلامانِ رسول (ﷺ) کی خدمت

میں ”درس القرآن“ جیسا حسین تحفہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان بزرگواروں کا سایہ عاطفت تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے (آمین)

مگر قبول افتد زہے عزو شرف

نیاز مند

ابوالحقیق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

استقبالِ رمضان

از

ابوالحقوق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

مرجا، مرجا، مرجا ہے

ماہِ رمضان تجھے مرجا ہے

دہپِ عظمت کے تو ہے جلاتا

بھولے بھکوں کو رب سے ملاتا

تیرے آنے سے دل کھل اٹھا ہے

ماہِ رمضان تجھے مرجا ہے

احلِ ایماں پہ منتِ خدا کی

تیری آمد نے رحمتِ بہا دی

نورِ حق ہر کسی کو ملا ہے

ماہِ رمضان تجھے مرجا ہے

تیری تعظیم جو بھی کرے گا

اس کو رب سے یہ درجہ ملے گا

وہ توجنت کا مہماں بنا ہے

ماہِ رمضان تجھے مرجا ہے

فضل و نعت ہے ہم پر خدا کی
مصطفےٰ کے تصدق عطا کی
انے رمضان یہ ہم کو دیا ہے

ماہ رمضان تجھے مرجبا ہے

تیرے آنے سے جنت سجے گی
اور دوزخ کی آتش بجھے گی
جن و شیطان بھی قیدی بنا ہے

ماہ رمضان تجھے مرجبا ہے

اور احساں یہ ہم پہ ہوا ہے
ہم کورب سے یہ قرآن ملا ہے
اس میں نور اور دلوں کی شفا ہے

ماہ رمضان تجھے مرجبا ہے

بارشیں بخششوں کی ہوئی ہیں
دو جہانوں کی خوشیاں ملی ہیں
قلب ساقی بھی خوش ہو گیا ہے

ماہ رمضان تجھے مرجبا ہے

☆☆☆☆

غلام ساقی کوثر، غلام مرتضیٰ ساقی

از..... رئیس التحریر علامہ محمد خٹاہ تائبش قصوری (مرید کے)

ظہور اسلام کے ساتھ ہی علوم و فنون، عرفان و استحسان کی راہیں کھلیں، معلم کتاب و حکمت کے فیوض و برکات نے علم و شرافت کا لباس بخشا اور شجر علم سے اتنی کثیر شاخیں پھونسیں کہ آج اعداد و شمار کے ماہرین کے لئے کوئی ایسا انگلیش ایجاد نہیں ہوا جس سے ان کا شمار ممکن ہو۔

علوم و فنون اسلامیہ میں تاریخ و سوانح ایک ایسا وسیع شعبہ ہے جس کا احاطہ نہیں ہو سکتا، انسان کی تاریخ، شہر کی تاریخ، ملک کی تاریخ اور ان سے متعلقات کی تاریخ، جغرافیائی کیفیات، تمدنی حالات، معاشی و معاشرتی معلومات یہ وہ سرخیاں ہیں جن کی سرخی میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

رجال پر ان گنت کتب ہر زمان، ہر زبان میں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں یہ ایک ایسا فن ہے جس سے ہر صاحب علم کو دلچسپی ہے۔ لیکن ہر ایک کی تاریخ نہیں لکھی جاتی، ہر ایک کو صفحہ قرطاس پر نہیں لایا جاسکتا، ہر کسی کو تاریخ میں جگہ نہیں ملتی، مگر جنہیں ملتی ہے ان کی کوئی خاص بات ہوتی ہے۔ اور وہ وہی ہے جو اپنی تاریخ از خود بناتا ہے اور پھر وہ مؤرخ کے قلم کی زینت بنتا ہے۔

آج ہمیں ہزار ہا برس پہلے کے انسان کے احوال و کیفیات پر بالتفصیل آج بھی

حاصل ہو سکتی ہے۔ جنہیں ہم نے دیکھا تک نہیں، صرف صفحہ قرطاس میں پڑھا، دیکھا، اور پھر اتنے متاثر ہوئے کہ جگہ جگہ اس کی باتیں، اس کی حکایتیں، اس کے تذکرے، اس کی داستان، اور اسی کی کہانی، آخر یہ کیوں؟

اس کا مختصر سا تو یہی جواب ہے کہ اس کے کارناموں کو اجاگر کیا گیا، اس کے اعمال و افعال صالحہ کی تشہیر ہوئی، اس کے علوم و فنون نے نہ صرف اسے ذاتی طور پر مقبولیت کا شرف بخشا بلکہ اس کی آواز سے گم گشتگان راہ، راہ ہدایت پر گامزن ہوئے، اس کے علم سے استفادہ و استغاضہ کیا، بیگانے، بیگانے بنے اور آفاق میں اسے بلند مقام نصیب ہوا۔

تاریخی شخصیات کی فہرست بڑی طویل ہے ماضی کو چھوڑیے صرف عصر حاضر کو ہی لیجئے تو ہماری ان گنت ایسی شخصیات ہیں جن کا نام آسمان شہرت پر آفتاب و مہتاب کی طرح چمک رہا ہے مگر ان کے احوال و کمالات کو اس مختصر میں لانا ممکن نہیں فقط اہل سنت و جماعت کی ایک ابھرتی ہوئی شخصیت، ممدوح اکابر، مخدوم و مکرم، مناظر اسلام، محققِ دوراں، محترم القام، حضرت العلام، مولانا علامہ الحافظ القاری غلام مرتضیٰ ساقی مجددی صاحب زید مجددہ کی ذات ستودہ صفات کی پاکیزہ زندگی کے چند پہلو نمایاں کرنے کی سعی کی جا رہی ہے تاکہ مستقبل کا مورخ جب انہیں اپنے قلم کا موضوع بنائے تو اسے کسی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

موصوف الصدرا کا سوانحی خلاصہ قلم بند کرنے سے پہلے حضرت شیخ سعدی اور امام اہل سنت، مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہما الرحمۃ اور حانقہ شیرازی کے مکالمے اپنے قلب و نگاہ کو محفوظ کیجئے۔

بچہ ساتیا آبِ آتش لباس
 کہ مستی کند اہل دل اتھاس

آلایاتہا السالی ایدر گساؤ وناولہا
 کہ بریاد فیہ کوڑ بنا سازیم مخلصا

آلایاتہا السالی ایدر گساؤ وناولہا
 کہ عشق آساں نمود اؤل دے افتاد مشکہا

خاندان اور ولادت ساقی:

حضرت مولانا غلام مرتضیٰ بن میاں محمد عالم بن میاں رمضان بخش بن میاں
 کرمدین بن میاں شیرمحمد (رحمہم اللہ تعالیٰ)

حضرت ساقی صاحب کی ولادت باسعادت اس علمی اور روحانی خاندان میں
 ہوئی جن کا قیام موضع بیچ گرائیں ضلع گوجرانوالہ رہا۔ بعدہ آپ کے والد ماجد نے
 گوجرانوالہ کو مستقل مسکن بنا لیا آپ کے آباؤ اجداد اسلامی علوم سے بہرہ مند ہونے کے
 ناطے سے علاقہ بھڑکی دینی، اسلامی شرعی ضروریات کے کفیل رہے۔ ان گنت لوگوں
 نے اس خاندان علیہ سے خوب علمی و عملی فیوض و برکات حاصل کیں جس کا اعتراف
 آج تک نہایت احترام سے کیا جا رہا ہے حقیقتاً یہ خاندان روحانی کرامات کا مظہر تھا۔

علامہ غلام مرتضیٰ ساقی ۷۰۰ نے اپنی دینی و قرآنی تعلیم کا آغاز اپنی والدہ

ماجدہ سے کیا جو اپنے وقت کی مشہور عابدہ، زاہدہ، صالحہ، تہجد گزار، پابند صوم و صلوة خاتون ہیں، علاقہ کی اکثر خواتین نے موصوفہ سے ہی قرآن پاک پڑھا۔ گرد و نواح کی عورتیں بھی ان کی پاکیزہ زندگی سے درس لیتی رہیں تاہوٰز یہ سلسلہ خیر جاری ہے۔ اللہم زد فرد۔

علامہ صاحب نے ناظرہ قرآن کریم پڑھنے کے ساتھ ساتھ سکول میں بھی جانا شروع کر دیا مگر قدرت نے جس عظمت و برتری سے نوازا تھا، رفتہ رفتہ آپ کا میلان ادھر ہوتا چلا گیا اور والدین کی تمنا و خواہش کے مطابق آپ نے حفظ القرآن کی طرف رغبت فرمائی اور اڑھائی سال کی مختصر مدت میں مکمل قرآن کریم حفظ کر کے خاندان میں پہلا حافظ ہونے کا شرف حاصل کیا، اور پھر ماہ رمضان المبارک کے جلوہ افروز ہونے پر نماز تراویح میں قرآن کریم سنانے کی طرح ڈالی۔ آپ کی قرأت و تلاوت سے نمازی خوب محفوظ ہوتے رہتے ہیں۔

علوم دینیہ کے حصول کے لیے آپ نے دارالعلوم نقشبندیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ میں داخلہ لیا اور جملہ علوم و فنون کو دل و دماغ میں اتارتے رہے یہاں تک کہ دورہ حدیث شریف کے لیے فیصل آباد حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب چشتی قادری رضوی علیہ الرحمۃ کے قائم فرمودہ دارالعلوم مظہر اسلام میں پینچے اور وقت کی عظیم علمی و عملی شخصیت حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا غلام نبی صاحب نقشبندی مجددی کیلانی دامت برکاتہم کی خدمت اقدس حاضر ہوئے اور بڑی شان سے اس مرحلہ کو طے کیا، اکثر و بیشتر آپ نے ہی صحاح ستہ کو پڑھنے کی سعادت حاصل کی آپ احادیث مبارکہ کو قواعد و ضوابط کے ساتھ ساتھ بڑے ادب و

احرام سے بڑھتے چلے جاتے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور آپ کے جماعتی خوب
 حسین فرماتے بعد از سند فراغت آپ نے عملی میدان میں قدم رکھا اور ہر شعبہ علم کو
 زینت بخش رہے ہیں۔ قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

اظہار علم کے ذرائع:

صاحب علم و فضل اپنے علوم و فنون سے عوام و خواص کو تین طرح سے علم کا فیضان
 پہنچا سکتا ہے۔ مقرر ہو، مدرس ہو یا پھر مصنف ہو، یعنی تقریر، تدریس اور تصنیف سے۔

تقریر یا خطاب و بیان:

مقرر کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیان و زبان پر پوری طرح قدرت رکھتا ہو۔
 پورے اعتماد اور وثوق سے حروف و کلمات تراکیب و مترادفات کی ادائیگی کر سکے۔
 عوام و خواص کے ہر دو طبقے مستفیض ہوں مع شکہ خیر حرکات و سکنات سے اپنے آپ کو
 بچانے کا ملکہ رکھتا ہو۔

فین خطابت کے جوہر دکھانے کے ساتھ ساتھ مخالفین کو دلائل سے مرعوب
 کرنے کی پوری پوری صلاحیت سے مرصع ہو۔ گویا میدان مناظرہ کا ایک کامیاب
 شہسوار ہو۔ مجمع کی کثرت و قلت کا بوجھ تک محسوس نہ کرے، علماء کرام کے اجتماع میں
 آداب اکابر کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ مافی الضمیر کو واضح کرتے ہوئے احساس
 کہتری میں مبتلا نہ ہو۔ تو وہ ایک کامیاب مقرر بھی ہے، اعلیٰ ترین خطیب بھی ہے اور
 بیباک قسم کا مناظر بھی ہے، اگر ان اوصاف پر علامہ ساقی صاحب کو پرکھا جائے تو
 بفضلہ و کرمہ تعالیٰ آپ کی ذات ان سے موصوف نظر آئے گی۔

درس و تدریس:

اظہار علم کا دوسرا بڑا شعبہ درس و تدریس اور تعلیم و تعلم ہے۔ تبلیغ دین کی انجام دہی میں اسے اذیت حاصل ہے، مدرس کی خوبیوں میں بنیادی وصف حسن اخلاص و اخلاق ہے، قابلیت اور محنت بعد کی باتیں ہیں، مسند تدریس پر وہی استاذ کامیاب و کامران نظر آئے گا جو اخلاق کریمانہ سے طلباء پر اثر انداز ہوگا۔ رعب، جلال، دبدبہ، مار دھاڑ، علیت کا بھاری بھرتا زیانہ، تلامذہ کے دل میں ادب و احترام اور محبت و عظمت کا سکہ نہیں بٹھا سکتا، دوران اسباق طلباء کرام سے پداری شفقت کا اظہار بھی ہو اور ان کی حرکات و سکنات پر کڑی نظر بھی رہے تاکہ اپنے حقوق کو بروئے کار لاتے ہوئے سرزنش بھی کر سکے۔ کیونکہ علاج کے لئے مرہم کے علاوہ انجکشن یا آپریشن بھی کرنا پڑتا ہے۔ نیز طلباء کی کسی حرکت کو مستقل طور پر اپنے دل میں جگہ نہ دے ورنہ طالب علم میں بغاوت کے پیدا ہونے کا احتمال ہے۔

مدرس کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خارجی بحث کو سہتی سے ہمیشہ خارج رکھے۔ اپنے علم و فضل کو تحکمانہ انداز میں ٹھونسنے کی بجائے ان کے دل و دماغ میں بٹھانے کی کوشش کرے۔ نفس کتاب کو ذہن نشین کرانے والا استاذ، تلامذہ کے دل موہ لیتا ہے۔ دیکھا گیا ہے بعض مدرس نئے نئے طلباء پر سختی کی انتہا کر دیتے ہیں جس کے باعث وہ علوم دینیہ سے محروم رہ جاتے ہیں (الاماشاء اللہ) مگر علامہ ساقی صاحب اسی مکروہ حرکات سے مبرا ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ آپ سے عشق کی حد تک لگاؤ رکھتے ہیں، (اللہم زلفزد)

مدرسین کے لیے بعض مدارس کے ارباب حل و عقد اعلیٰ اوصاف سے متصف مدرسین کو اپنے ہاں متعین فرما لیتے ہیں انکی جذبہ و جہت، محنت، کاوش اور محبت جب رنگ

لائی ہے اور طلباء اسٹاذ کے گرویدہ ہوتے جاتے ہیں تو واجبی سا علم رکھنے والے یا علوم
 دینیہ، دوسرے سے کورے ناظمین اپنی مصنوعی وجاہت کا جنازہ لگا دیکھتے ہیں تو پھر
 سازشیں یا حیلے بہانے تراش کر قابل ترین مدرسین کو نرمی یا گرمی سے نکال باہر کرتے
 ہیں اور اس ترقی یافتہ دور میں بھی یہ ”کار شیطان“ جاری ہے۔ اس لئے ہمارے
 بہترین صلاحیتوں کے مالک علوم و فنون اور درس و تدریس کے ماہر حضرات جگہ جگہ
 سلسلہ تدریس کے لئے ہجرت اختیار فرماتے رہتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ سائق صاحب کو ایسے امتحان سے محفوظ رکھے (آمین)
 قارئین کرام! گو حضرت علامہ غلام مرتضیٰ سائق صاحب زید مجددہ اپنی عمر کی
 اس وقت (جون ۲۰۰۸ء تک) چونتیس بہاریں دیکھ چکے ہیں، اگر فراغت کے بعد
 مسجد تدریس پر جلوہ افروز ہونے کا تخمینہ لگائیں تو دس گیارہ سال بنتے ہیں لیکن حقیقتاً
 آپ نے زمانہ طالب علمی سے ہی تدریسی خدمات سرانجام دینا شروع کر دی تھیں۔ وہ
 یوں کہ پچھلی جماعتوں کے طلباء پڑھانے کی ذمہ داری اساتذہ کرام نے لگا رکھی تھی تاکہ
 تدریس کا ملکہ پیدا ہو جائے چنانچہ اس وقت کے قابل ترین اور لائق صدر کمریم مدرس اور
 مستقبل قریب کے مشہور محدث کے نام سے معروف ہو گئے۔ (انشاء اللہ العزیز)

آپ مختصر عرصہ میں دینی طلباء، سکول و کالجز کے سٹوڈنٹ اور اساتذہ، حتیٰ کہ دکلاء
 تک کی ترقی کلاسز کو پڑھا چکے ہیں، مختلف 40 روزہ کورسز اور دورہ تفسیر القرآن پر دیگر امز
 میں ہزاروں حضرات و خواتین آپ سے مستفید ہو چکے ہیں۔

آپ کو سراج العارفین حضرت علامہ ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی علیہ الرحمۃ کے
 دست حق پرست پر شرف بیعت بھی حاصل ہے اور اجازت و خلافت بھی، سینکڑوں لوگ
 آپ سے علوم باطنی اور تصوف و طریقت کی تعلیم و تربیت بھی پارہے ہیں۔

انف و تالیفات:

اظہار علم کا تیسرا بڑا ذریعہ قلم ہے۔ یہ ایک ایسا شعبہ ہے جو اپنی آفاقی اور ہمہ گیری اہمیت کے باعث اول و ثانی سے فائق کہا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔ قلم کی طاقت زمانے کے ساتھ محدود نہیں ہے۔ جب کہ پہلے دونوں شعبے زندگی سے وابستہ ہیں۔ زندہ ہے تو میدان خطابت کا شہسوار بھی ہے اور مسیّد تدریس کی زینت بھی۔ مگر جب اس دار فانی سے راہی بقاء ہو تو منبر و محراب اور مسیّد تدریس و ارشاد خالی، کسی دوسرے کی راہ دیکھتی ہے۔

لیکن قلم کو زوال نہیں، مرنے کے بعد بھی صاحب قلم کے شواہد قرطاس و قلم ہی ہوتے ہیں نہ صرف موجودہ لوگ قلم کے فیضان سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ بلکہ نسل بعد نسل اس کی قلمی تبلیغ اپنا اثر دکھاتی رہتی ہے قرآن و حدیث نے بڑے عمدہ پرانے میں لوح و قلم کی تحسین فرمائی اور اس کی اہمیت کو اجاگر فرمایا۔ *ت والعلم و ما یستطرون* ارشاد خداوندی اس پر شاہد و عادل ہے۔ اس سے قلم کا تقدس بھی ظاہر و باہر ہے، ماضی، حال اور مستقبل قلم سے مربوط ہیں، قلم نے ماضی کے افسانے سنائے، قلم نے حال بحال رکھا اور قلم ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس نے مستقبل کی خبریں نوک زبان سے بیان کی، قرآن کریم اور کتب سماویہ، کتب احادیث و تفاسیر، تاریخ و سوانح، ادب و فلسفہ، طب و سائنس وغیرہ کے جلوؤں میں قلم ہی کار فرما ہے۔

ہر صاحب علم و قلم، قلم کی ان گنت خوبیوں کا معترف ہے اور یہی وہ قلم ہے جسے حضرت علامہ ساقی صاحب نے بڑی ستائش سے تمام رکھا ہے، شب و روز علمی جواہر قرطاس ایضاً پر بکھیرتے رہتے ہیں نہ صرف فارغ التحصیل ہونے کے بعد اہم قلم کو دوڑانا شروع کیا بلکہ زمانہ طالب علمی سے ہی اس کی لگام تھامے، مضامین و مقالات

کی صورت میں اسے دوڑاتے چلے آ رہے ہیں۔ اب تو یہ عالم ہے کہ آپ کے تحقیقی و تہ قیقی قلم جیسے سے زیادہ تصانیف و تالیفات سے مسلک حق اہل سنت و جماعت کو شاد کام کیا ہے۔ بعض کتب کے نام ملاحظہ فرمائیے: اسلام اور ولایت، قربانی، حضور مالک و مختار ہیں، صحابہ کرام اور مسلک اہلسنت، رفیع یدین، مختصر اسلامی تربیتی نصاب، جشن میلاد النبی ﷺ، آؤ میلاد منائیں، اہل جنت، اہل سنت، خطبات رمضان وغیرہ۔

آپ کی نہایت عمدہ اور بیشتر لائق مطالعہ عنوانات پر مشتمل بالکل نئی اور تازہ تصنیف ”دروس القرآن“ قارئین کے پیش نظر ہے۔ یہ اس قابل ہے کہ علمائے کرام خصوصاً ائمہ اہل سنت اگر اسے حرز جان بنائیں تو پورے رمضان میں درس قرآن مجید نہایت خوب صورتی اور پورے اعتماد سے دے سکتے ہیں، ہندو نصائح اور دلپذیر، دلکش، ایمان افروز نکات سے مرصع ہے، علمی سطح پر ثقہ اور تحقیقی طرز عمل میں نادر۔ ”دروس القرآن“ سے عوام و خواص یکساں مستفید ہو سکتے ہیں۔ یہ عظیم تصنیف علامہ ساقی صاحب کے قلم کا شاہکار ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے علمی، تحقیقی نوادرات کو قبولیت و محبوبیت کا شرف عطا فرمائے اور آپ کو ہر شعبہ علم میں کامیابی و کامرانی کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ مند فرمائے آمین ثم آمین بجاہ رحمتہ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

فقط

محمد فضا تابش قصوری (مرید کے)

مدرس جامعہ نظامیہ لاہور

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

۲۲ مئی ۲۰۰۸ء یوم النہیس

عرض حال

رمضان المبارک مسلمانوں کیلئے اللہ رب العزت جل جلالہ کی طرف سے ایک عظیم انعام ہے یہ ہر سال تقویٰ و طہارت کا پیغام لاتا ہے اور اپنے قدر دانوں کے گناہوں کو مٹا کر عرفان و ایقان کی منزل دلاتا ہے۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کیلئے روزہ ایک کارگر عمل ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم روزہ اور ماہ رمضان کی قدر و منزلت سے کما حقہ آگاہ ہو کر ان کے فیوض و برکات کو سمیٹ سکیں۔ راقم الحروف نے اسی جذبہ سے سرشار ہو کر رمضان المبارک کے حسین و پر کیف لمحات میں دیئے گئے اپنے چند دروس کو جمع کرنے کی ادنیٰ سی کاوش کی ہے۔ جو اپنے موضوع سے محققہ مختلف گوشوں پر مشتمل ہے اور اہل محبت و صاحبان تحقیق کے مشام جاں کو معطر کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہے۔ اس مجموعہ میں مسئلہ تراویح کا باب خصوصی توجہ کا حامل ہے، جس میں اپنے موقف پر دلائل دینے کے علاوہ مخالفین کے فخر و غرور کا سر نیچا کر دیا ہے۔ بارگاہِ خداوندی میں التجا ہے کہ وہ اس کوشش کو اپنوں کیلئے باعث استقامت اور مخالفین کیلئے ذریعہ ہدایت بنائے۔ راقم الحروف اور جملہ معاونین و محبین کو جزائے خیر اور صحت و تندرستی کیساتھ زیادہ سے زیادہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وآلہ و اصحابہ و سلم

خیر اندیش:

ابوالحقوق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی
مرکزی جامع مسجد شہید یہ کھنڈیا رصحنی گوجرانوالہ

0300-7422469

(22-4-2008)

رکن اسلام

ارکان اسلام میں روزہ بھی ایک رکن ہے، جو ہر عاقل، بالغ، مرد و عورت مسلمان پر فرض ہے، جسکا چھوڑنا کبیرہ گناہ اور انکار کفر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ (البقرہ، ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

○ مزید ارشاد فرمایا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ، ۱۸۵)

سو تم میں جو رمضان کا مہینہ پائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کے روزے رکھے

○ عین ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ بنى الإسلام على خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله واقام الصلوة وابتاء الزكوة والحج وصوم رمضان (بخاری ۱/۱۶ اللفظ، مسلم ۳۲/۱، مشکوٰۃ ۱۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم رکھنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج ادا کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

۵- قال رسول الله ﷺ عمنس لا يقبل منهن شئى دون شئى، شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله ايمان بالله و ملائكته و كتبه و رسله و الجنة و النار و الحيوۃ بعد الموت هذم واحد و الصلوة الخمس عمود الاسلام، لا يقبل الله الايمان الا بالصلوة و الزكوة ظهور من الذنوب، لا يقبل الله الايمان و الصلوة الا بالزكوة من فعل هؤلاء ثم جاء رمضان فترك صيامه معتمدا لم يقبل الله تعالى منه الايمان و الصلوة ولا الزكوة و من فعل هؤلاء الاربعة و تيسر له الحج ولم يحج لم يؤمن بحجه ولم يحج عنه بعض اهلہ لا يقبل الله منه الايمان ولا الصلوة ولا الزكوة ولا الصيام (ابو نعيم فى الحلية)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، دین پانچ چیزوں کا نام ہے، ایک کے بغیر دوسری قبول نہیں ہوتی، گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں، اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اسکے رسولوں، جنت و دوزخ اور مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان لانا، یہ ایک چیز ہے۔ پانچوں نمازیں ادا کرنا، جو کہ اسلام کے ستون ہیں، ایمان معتبر نہیں ہوتا نماز کے بغیر، (یہ دوسری چیز ہے) اور زکوٰۃ گناہوں کو پاک کر دیتی ہے (یہ تیسری چیز ہے) ایمان اور نماز، زکوٰۃ کے بغیر معتبر نہیں، جس نے ان پر عمل کیا، پھر رمضان آ گیا اور اس نے جان بوجھ کر اس کے روزے چھوڑ دیئے تو اس کا ایمان، نماز اور زکوٰۃ معتبر نہیں، جس نے ان چاروں پر عمل کیا اور اسے حج کا موقع میسر آیا تو اس نے حج نہ کیا اور نہ ہی اس پر ایمان لایا اور نہ اسکی طرف سے حج کیا

گیا تو اسکا ایمان، نماز، زکوٰۃ اور روزے معتبر نہیں ہوں گے۔

0- عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من ترك متعنه واحدة فهو بها كافر، حلال الدم، شهادة ان لا اله الا الله والصلوة المكتوبة وصوم رمضان..... (راہ ابو یوسف باسناد حسن، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۳۸۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کے اصول اور بنیادیں تین ہیں، ان پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے، جس نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کرتے ہوئے چھوڑا، اسکا خون بہانا مباح ہے۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی دینا، فرض نماز ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا،

0- وفي رواية من ترك متعنه واحدة فهو با لله كافر ولا يقبل منه صرف ولا عدل وقد حل دمه وماله (الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۳۸۲)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان میں سے کسی ایک کو (انکار کرتے ہوئے) ترک کیا، وہ اللہ کا انکار کرنے والا ہے، اس سے فرض و نفل قبول نہیں کیا جائیگا، اس کا مال اور خون حلال ہے۔

0- عن انس رضي الله عنه قال رسول الله ﷺ: ثلاث من حفظهن فهو وليّ حقاً ومن ضيعهن فهو عدوى حقاً، الصلوة، والصيام والجنابة، (طبرانی اوسط)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ جو ان کی حفاظت کرے گا وہ میرا پکا دوست ہوگا اور جو انہیں ضائع

کرے گا وہ میرا پکا دشمن ہے، نماز، روزہ، اور جنت (کا غسل)

0- عن زیاد بن نعیم حضر می قال رسول اللہ ﷺ اربع فر
ضهن اللہ فی الاسلام فمن اتى بثلاث لم یغنین عنه شیئا حتی یاتى
بهن جميعاً، الصلوة، والزکوة وصیام رمضان، وحج البیت،

(مسند احمد ج ۳، ص ۲۰۱، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۳۸۴)

حضرت زیاد بن نعیم حضرمی بیان کرتے ہیں، رسول اللہ نے فرمایا چار
چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض کیا ہے، جو ان میں تین پر عمل کرے گا اسے کوئی
چیز فائدہ نہ دے گی، جب تک تمام پر عمل نہ کرے گا، نماز، زکوة، رمضان کے روزے
اور بیت اللہ کا حج۔

نوٹ: اس روایت میں کلمہ پڑھ لینے کے بعد عائد ہونے والے فرائض کا ذکر ہے۔

0- عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال وقال یا محمد اخبرنی
عن الاسلام قال الاسلام ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول
الله وتقيم الصلوة وتوتی الزکوة وتصوم رمضان وتحج البیت ان
استطعت الیه سبیلاً۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۲ مسلم ج ۱ ص ۲۹ مشکوٰۃ ص ۱۱ الفظ لہ)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل امین نے عرض کیا اے محمد ﷺ
مجھے اسلام کے متعلق بتلائیے، آپ نے فرمایا کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت
کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم رکھے، زکوة ادا کرے، رمضان
کے روزے رکھے اور اگر تجھے طاقت ہو تو خانہ کعبہ کا حج کرے۔

0- عن ابی ہریرة قال اتى اعرابی النبی ﷺ فقال طمسی علی عمل لنا

عملتہ دخلت الجنة قال تعبد الله ولا تشرك به شيئاً وتكلم الصلوة المكتوبة
وتوتى الزكوة المفروضة وتصوم رمضان قال والذي نفسى بيدى لا ازيد
على هذا شيئاً ولا انقص منه فلما ولي قال النبى ﷺ من سرّاً ان ينظر الى
رجل من اهل الجنة فلم ينظر الى هذا (مسلم ج ۱ ص ۳۱ مکتوٰۃ ۱۳۰ واللفظ لـ)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا
اور عرض کیا مجھے ایسا عمل بتلائیے کہ میں اس پر عمل پیرا ہو کر جنت میں داخل ہو
جاؤں۔ آپ نے فرمایا تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، فرض
نماز ادا کر، فرض زکوٰۃ ادا کر، رمضان کے روزے رکھ۔ اس نے کہا قسم بخدا! میں اس پر
اضافہ کروں گا اور نہ کی، جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا جو جنتی کو دیکھنا چاہتا ہو وہ
اسے دیکھے۔

○ ایسے ہی نجد کے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے متعلق سوال کیا
تو آپ نے جواباً دن رات میں پانچ نمازیں، ماہ رمضان کے روزے، زکوٰۃ اور نفل اعمال
ارشاد فرمائے، واپس جاتے ہوئے اس نے کہا کہ میں ان پر اضافہ اور کمی نہیں کروں گا
تو آپ نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو کامیاب ہوگا۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۲، ۱۱، مسلم ج ۱ ص ۳۰، مکتوٰۃ ص ۱۳)

○ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان وفد عبد القیس لما اتوا
النبی ﷺ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من القوم اومن الوفد قالوا
ربیعة قال مرحباً بالقوم او بالوفد..... امرهم بالایمان باللہ وحدثہ قال
اتدرون ما الایمان باللہ وحدثہ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال شهادة ان لا الہ الا

اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوة وابتداء الزکوة وصيام رمضان وان
تعطوا من المغنم الخمس (بخاری ۱/۱۳، مسلم ۱/۳۳، مشکوٰۃ ۱۳۱۳ واللفظ)

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبد العیس کا وفد
نبی ﷺ کی خدمت میں آیا، تو آپ نے انہیں اللہ وحدہ پر ایمان رکھنے کا حکم دیا، آپ
نے فرمایا جانتے ہو اللہ وحدہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا، اللہ
درسول بہتر جاتے ہیں، آپ نے فرمایا اسکا مطلب یہ ہے کہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا
کوئی محبوب نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم رکھنا، زکوٰۃ ادا کرنا،
رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرو۔

○ عن معاذ قال قلت يا رسول الله اخبرني بعمل يد خلتني الجنة
ويبا عدني من النار قال لقد سالت عن امر عظيم وانه ليسر على من
يسره الله تعالى عليه تعبد الله ولا تشرك به شيئا وتقيم الصلوة
وتوتى الزكوة وتصوم رمضان وتحج البيت الحديث، (مسند احمد ج ۵
ص ۲۳۱، ترمذی ج ۲ ص ۱۸۶، ابن ماجہ ص ۲۹۴، مشکوٰۃ ۱۳۱۳ واللفظ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول
اللہ (ﷺ)! مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور دوزخ
سے دور کر دے آپ نے فرمایا تو نے ایک بڑے (مشکل) کام کے متعلق
پوچھا ہے اور یہ اسی پر آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے (وہ یہ ہے کہ
(تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کیساتھ شریک نہ بناؤ، نماز قائم رکھو، زکوٰۃ ادا
کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔

○ عن معاذ بن جبل قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من لقي الله لا يشرك به شيئاً و يصلي الخمس و يصوم رمضان غفرله الحديث

(مسند احمد، مکتوٰۃ ۱۶ او اللفظ لـ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جو اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس نے کسی کو اس کا شریک نہ بنایا پانچ نمازیں پڑھیں اور رمضان کے روزے رکھے تو اسے بخش دیا جائے گا۔

○ قال رسول الله ﷺ ان الله تبارك وتعالى فرهن صيام رمضان عليكم وسنت لكم قيامه فمن صامه وقامه ايماناً واحتساباً خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمته (نسائي ۱/۳۰۸ واللفظ لـ، مسند احمد ۱/۱۹۱، ۱۹۵، شعب الایمان ۷/۲۲۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کیے اور میں نے اس کا قیام (ترویج) تمہارے لیے سنت بنا دیا تو جس نے اس کے روزے رکھے اور قیام کیا، ایمان اور ثواب کی نیت سے، وہ گناہوں سے یوں پاک ہو جائیگا جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو۔

○ عن سلمان الفارسي قال خطبنا رسول الله ﷺ --- يا ايها الناس قد اظلمكم شهر عظيم شهر مبارك شهر فيه ليلة خير من الف شهر جعل الله صيامه فريضة

(مکتوٰۃ ۷۳ او اللفظ لـ، ابن خزيمه ۳/۱۹۲، شعب الایمان ۷/۲۱۶)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! تمہارے پاس عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے وہ برکت والا

مہینہ ہے، اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں۔

○ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک کی آمد پر خطبہ دیا اور فرمایا:

ان هذا الشهر المبارك الذي فرض الله صيامه (قيام الليل ۱۵۲)

بے شک یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں۔

○ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز تابعی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے انہوں نے عید الفطر کے دن خطبہ دیتے ہوئے حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

ان هذا شهر فرض الله صيامه (قيام الليل، ۱۵۲)

بے شک ماہ رمضان کے روزے اللہ نے فرض کیے ہیں۔

معلوم ہو کہ رمضان المبارک کے روزے ارکان اسلام میں سے ہیں، جنکا

انکار آدمی کو اسلام سے نکال باہر کرتا ہے۔ والعماد باللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ ہمیں روزے کی فرضیت کو ماننے اور عمل کرنے کی توفیق عطا

فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

ترک روزہ پر وعید

رمضان المبارک کے روزے ہر عظیم، عاقل، بالغ مرد و عورت مسلمان پر فرض ہیں، اسلام میں جن امور کو فرض کیا گیا ہے، ان کا انکار کفر اور جان بوجھ کر انہیں ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے، لہذا جو مسلمان بغیر کسی شرعی عذر کے رمضان المبارک کے روزے ترک کر دے وہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے جو کہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا۔

○ قرآن پاک میں روزے فرض کرنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے
لعلکم تتقون (البقرہ، ۱۸۳)

یعنی تاکہ تمہیں تقویٰ و پرہیزگاری اور خشیت الہی حاصل ہو۔

تو جو لوگ روزوں کو فرض جان کر ان کو بجاتے ہیں وہ اس انعام خداوندی کے حقدار قرار پاتے ہیں اور جو بد نصیب سستی، غفلت اور عدم توجہ سے انہیں ترک کر دیتے ہیں وہ تقویٰ و پرہیزگاری اور خوف خداوندی کے مرتبہ و مقام سے محروم ہو جاتے ہیں اور ان کا یہ عمل خدا کی ناراضگی اور اس کے غضب کا باعث بھی بنتا ہے۔

○ احادیث مبارکہ میں روزے کو اسلام کی ایک بنیاد قرار دیا گیا ہے ملاحظہ ہوا!
(بخاری ۱/۶ مسلم ۳۳ وغیرہ)

تو روزہ چھوڑنے والے کو یا اسلام کی ایک بنیاد کو مٹانے والے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے تو تین بار فرمایا آمین، آمین، آمین، آپ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا..... یا رسول اللہ!..... آپ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر آمین، آمین، آمین کہا ہے

(اسکی وجہ کیا ہے؟) تو آپ نے فرمایا بے شک جبریل میرے پاس آیا اور اس نے کہا:

من ادرك شهر رمضان فلم يغفر له فدخل النار فابعده الله قل
 آمين فقلت آمين (صحیح ابن خزیمہ ۳/۱۹۳، صحیح ابن حبان ۳/۷۷۰ واللفظک،
 الترغیب والترہیب ۲/۵۰۸)

یعنی جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور (اس کے روزے ترک کر دیئے) تو اس
 کی بخشش نہ ہوئی اور وہ دوزخ میں داخل ہو گیا خدا سے اپنی رحمت سے دور کر دے
 آپ آمین کہیں! تو میں نے آمین کہی۔

نوٹ: اس روایت میں والدین کیساتھ حسن سلوک نہ کرنے والے اور حضور
 اکرم ﷺ کا نام مبارک سن کر صلوة نہ پڑھنے والے کیلئے بھی لعنت و پھینکار کی دعا کی
 گئی ہے۔ جس سے واضح ہے کہ ان امور کو ترک کرنے والا بھی رحمت خداوندی سے
 دور اور جہنم کا سزاوار ہے۔

○ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول
 اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رغم انف رجل ذکرت عنده فلم یصل علی ورغم انف رجل
 دخل علیہ رمضان ثم انسلخ قبل ان یغفر له ورغم انف رجل ادرك
 عنده ابواه الکبر او احد هما فلم ید خلاہ الجنة
 (مشکوٰۃ ص ۸۶، واللفظک ترمذی ۲/۱۹۳، الترغیب والترہیب ۲/۵۰۸، سنن احمد ۲/۲۵۲)

یعنی اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ
 پر صلوة نہ پڑھے اور اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس نے ماہ رمضان پایا اور اس کی

بھٹس نہ ہوئی کہ وہ ختم ہو گیا اور ایسے شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے والدین یا دونوں میں سے ایک بڑھاپے کی حالت کو پہنچا اور (اس کی بدسلوکی کی وجہ سے) اسے جنت میں داخل نہ کر سکے

ان دونوں روایتوں میں ایسا آدمی کیلئے دعائے ہلاکت کی گئی ہے جو ماہ رمضان کے روزے ترک کر دے اور اسکی رحمتوں اور برکتوں سے اپنا دامن خالی رکھے۔

○ ارکان اسلام کا انکار کر کے انہیں ترک کرنے والا مسلمان نہیں رہتا۔

○ جو انہیں ترک کرے گا اسکا فرض یا نفل قبول نہیں کیا جائیگا۔

○ روزے کو ضائع کرنے والا رسول خدا جل جلالہ وسلم کا دشمن ہے

○ بعض حضرات بطور فیشن یا اپنی صحت کی حفاظت کی خاطر، اپنے نفس کی

بیروی کرتے ہوئے رمضان المبارک کے فرض روزے چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کا گمان

یہ ہوتا ہے کہ لگاتار پورے ماہ کے روزے کون رکھے، ہم اس کے عوض میں سال کے

دوران مختلف روزے رکھ کر حساب پورا کر لیں گے۔ جبکہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:

من افطر يوماً من رمضان من غیر رخصة ولا مرض لم یقض عنہ

صوم الدھر کلہ وان صامہ

(ترمذی ۱/۹۰، ابوداؤد ۳۲۶، ابن ماجہ ۱۳۱، مشکوٰۃ ۷/۱۰۱ واللفظ لہ)

جو شخص بغیر شرعی اجازت اور مرض کے رمضان المبارک کا ایک روزہ

چھوڑ دے، تو زندگی بھر کے روزے اس کا بدل نہیں ہو سکتے، خواہ وہ ساری

زندگی روزے رکھ بھی لے۔

یعنی جو فضیلت، جو ثواب، جو اجر اور جو بدلہ روزے کا ماہ رمضان المبارک میں ملتا ہے وہ زندگی بھر کے روزوں سے حاصل نہیں ہوتا۔

○ رمضان المبارک قیامت کے روز روزہ دار کی شفاعت کرے گا
(مشکوٰۃ ۱۷۳، الترغیب والترہیب ۱۸۳/۲)

اور ظاہر ہے کہ روزہ چھوڑنے والا اس شفاعت سے محروم ہو جائیگا۔

○ جو مسلمان پانچ نمازیں اور زکوٰۃ ادا کرے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اس کا قیام کرے وہ صدیقین اور شہداء میں سے ہوتا ہے۔

(الترغیب والترہیب ۱۰۶/۲، صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۱۸۴، صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۳۴۰)

جبکہ نماز، زکوٰۃ روزے کا تارک ان کے زمرہ سے خارج ہو جاتا ہے۔

روزہ کیسے فرض ہوا؟

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں روزے کی تین حالتیں بدلی گئی ہیں۔

۱۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو ہرمینہ میں تین روزے اور عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے مٹا یہاں الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ ۱۸۳) نازل فرما کر رمضان کے روزے فرض کر دیئے۔

۲۔ ابتداء میں وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین (البقرہ ۱۸۳) کے مطابق یہ حکم تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے

خبر یہ ہے کہ آیت اتری لمن شهد منکم الشهر فليصمه الآية
 (بقرہ، ۱۸۵) یعنی تم میں سے جو شخص رمضان کا مہینہ پائے تو وہ اس کے روزے ضرور
 رکھے پس مقیم تندرست پر روزہ رکھنا ضروری ہو گیا ہاں بیمار اور مسافر کو رخصت ملی، اور
 بوڑھا جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہوا سے بھی رخصت دی گئی۔

۰ . ابتداء میں کھانا پینا اور عورتوں سے ہمبستری کرنا سونے سے پہلے
 پہلے جائز تھا، سونے کے بعد (خواہ رات ہی کو بیدار ہو) کھانا، پینا، اور جماع
 کرنا منع تھا، پھر مرد نامی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش آیا کہ وہ دن بھر
 کام کاج کر کے تھکے ماندے رات کو گھر آئے، نماز عشاء ادا کی، نیند کا غلبہ ہوا،
 اور سو گئے دوسرے دن کچھ کھائے پیئے بغیر روزہ رکھا تو حالت بہت نازک ہو
 گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تو سارا ماجرا عرض کیا
! دھر یہ واقعہ پیش آیا اور ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سونے کے بعد
 بیوی سے جماع کر لیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر حسرت و پشیمانی کے
 ساتھ اعتراف جرم کیا جس پر یہ آیت احل لکم لیلۃ الصیام الی الی
 لسانکم سے تم اتموا الصیام الی اللیل (البقرہ، ۱۸۷) تک نازل
 ہوئی اور مغرب کے بعد سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک رمضان کی
 راتوں میں کھانے پینے اور عمل تزویج کی اجازت مل گئی (مسند احمد، تفسیر ابن
 کثیر، تفسیر جامع البیان، (تفسیر طبری) ج ۲ ص ۹۵)

اس روایت کی قدر سے وضاحت پیش سطور ذیل میں ہے۔

ایام بیض

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء ایام بیض کے روزے رکھا کرتے تھے۔
”ایام بیض“ کا معنی ہے سفیدی کے دن اس سے مراد چاند کی تیر ہویں، چودھویں اور
پندرہویں رات ہے۔ ان راتوں میں اول شب سے لے کر آخر رات تک چاند کی
چاندنی اور اسکی چمک مکمل طور پر رہتی ہے اسلئے انہیں ”ایام بیض“ کہا جاتا ہے۔

ایام بیض کی دوسری وجہ

غیۃ الطالبین میں ایام بیض کی ایک اور وجہ بھی لکھی ہے کہ
حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور انہوں نے شجرہ ممنوعہ (جس پر
درخت سے انہیں روکا گیا تھا) کو کھالیا تو انہیں زمین کی طرف اتار دیا گیا، زمین پر
آنے کے بعد آپ کا جسم سیاہی مائل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرنے کے
بعد انہیں جسم کو سفید کرنے کا طریقہ سکھایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ایام بیض یعنی ہر ماہ
تیرہویں چودھویں اور پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھیں۔ جب آپ نے یہ روزے
رکھے تو آپکا جسم مقدس سفید اور چمکدار ہو گیا۔

(الغنیۃ ۲/۱۶۵، باب فیما سجد علی البتدی فی حدہ الطریقۃ اولاً)

۰۔ ایک اور روایت منقول ہے کہ عبد الملک بن حارون بن فخرہ اپنے باپ
اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ

میں نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، آپ فرماتے ہیں،
میں دن کے درمیانی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ

اس وقت اپنے حجرہ مبارکہ میں تھے، میں نے سلام عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا پھر فرمایا علی! یہ جبرئیل علیہ السلام تجھے سلام کہہ رہا ہے، میں نے عرض کیا حضور آپ پر بھی اور اس پر بھی سلام ہوا!..... پھر آپ نے فرمایا علی! قریب آؤ!..... پس میں آپ کے قریب ہوا، تو آپ نے فرمایا: اے علی!..... جبرئیل تجھے ہر ماہ تین روزے رکھنے کی ترغیب دے رہا ہے، جب تو ہر ماہ تین روزے رکھے گا تو پہلے روزے کے بدلے تیرے لیے دس ہزار سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا دوسرے روزے کے بدلے تیس ہزار سال کی عبادت کا ثواب ملے گا اور تیسرے روزے کے بدلے میں ایک لاکھ سال کی عبادت کا اجر دیا جائے گا۔ حضرت علی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

هذا الثواب لي خاصة ام للناس عامة؟

یہ ثواب خاص میرے لیے ہے یا ہر ایک کو یہ ثواب عطا کیا جائیگا۔

تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يا علي يعطيك الله هذا الثواب ولمن يعمل لعملك بعدك۔

اے علی! یہ ثواب اللہ تعالیٰ تجھے بھی عطا فرمائے گا اور تیرے بعد جو تیرے جیسا

عمل کرے گا اللہ اسے بھی یہ اجر عطا کرے گا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون سے تین دن ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ایام

میں (چاندنی) تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ

عمرہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ان دنوں کو ایام

میں کیوں کہا جاتا ہے، تو حضرت علی نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ

السلام کو زمین پر اتارا تو شدتِ دھوپ کی وجہ سے ان کا جسم سیاہ ہو گیا جبریل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور پوچھا اے آدم کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا جسم سفید ہو جائے آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت جبریل نے کہا پھر آپ تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں کا روزہ رکھیں! جب آدم علیہ السلام تیرہ تاریخ کا روزہ رکھا تو آپ کے جسم مقدس کا تیسرا حصہ سفید ہو گیا، جب چودہ تاریخ کا روزہ رکھا تو دو تہائی جسم چمکدار ہو گیا اور جب پندرہ تاریخ کا روزہ رکھا تو آپ کا پورا جسم مبارک جگمگ جگمگ کرنے لگا اس وجہ سے ان دنوں کو ایامِ بیض یعنی سفیدی کے دن کہا جاتا ہے۔

(الغنیہ ج ۲ ص ۳۰۳، ص ۳۰۴، ص ۳۰۵)

۰۔ اسی طرح حضرت ذر بن حبیش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایامِ بیض کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق پوچھا تھا، تو آپ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور درخت سے کھالیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے آدم!..... میرے پڑوس سے نیچے اتر جاؤ میری عزت و جلال کی قسم!..... جو لغزش کرتا ہے وہ میرے پڑوس میں نہیں رہتا، آپ فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو سیاہ جسم کیسا تھ زمین پر اتار دیا گیا پس فرشتے رو دیئے اور چیخ و پکار کرنے لگے اور بارگاہِ رب العزت میں عرض گذر ہوئے پروردگار! انہیں تو نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا، اپنی جنت میں پورے اعزاز و اکرام سے بسایا اور فرشتوں سے انہیں سجدہ کرایا پھر تو نے صرف ایک خطا کے بدلے میں ان کی سفیدی کو سیاہی میں بدل دیا، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اے آدم اس تیرہویں تاریخ کا روزہ رکھو! انھوں نے روزہ رکھا تو ان

کا جسم ایک تہائی تک سفید ہو گیا پھر وحی فرمائی کہ اس چودھویں تاریخ کا روزہ رکھو انہوں نے اس کا روزہ رکھا تو جسم پاک دو تہائی تک روشن ہو گیا اور پھر وحی آئی کہ اس پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھو! آپ نے روزہ رکھا تو سارا جسم مبارک تابدار ہو گیا تو ان دنوں کو ایام بیض کا نام دے دیا گیا (بلغیہ ۲/۷۵)

نوٹ: سطور بالا میں حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش اور خطا کا ذکر ہوا ہے جس سے کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو اور نہ ہی اسے گناہ خیال کیا جائے کیونکہ گناہ ارادے اور نیت کیساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نام ہے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تحت بھول کر اس درخت سے کھایا تھا آپ کا ارادہ اور قصد نہ تھا جیسا کہ قرآن کریم میں واضح الفاظ میں موجود ہے فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عِزًّا (طہ ۱۱۵)

پس وہ بھول گئے اور ہم نے اس کام کیلئے ان کا ارادہ نہیں پایا۔

اور بھول کر جو کام کیا جائے وہ گناہ نہیں ہوتا جیسا کہ روزے کی حالت میں کھانے والا گنہگار نہیں ہے بلکہ حدیث نبوی میں ہے کہ ایسے آدمی کو اللہ خود کھلاتا ہے (بخاری ج ۱ ص ۲۵۹، مسلم ج ۱ ص ۳۶۳، مشکوٰۃ ۶/۱۷)

اور یہ بھی یاد رہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کیساتھ یہ معاملہ فقط بطور امتحان تھا حدیث نبوی ہے کہ سب سے سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے (ترمذی ج ۲ ص ۶۲)

ایام بیض کی فضیلت پر مزید احادیث

ایام بیض کے روزے امت مسلمہ کیلئے مستحب اور کثیر اجر و ثواب کا باعث

ہیں..... چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں!

0- حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: ثلاث من كل شهر ورمضان الى رمضان فهذا صيام الدهر كله
(مسلم/۱، ۳۶۷، مشکوٰۃ ۱۷۹)

یعنی رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ ہر مہینہ میں تین روزے رکھنے
سے پورا سال روزہ رکھنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

0 حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے ابو ذر جب تم (سال بھر کے روزوں کا ثواب حاصل کرنے کیلئے) مہینہ
میں تین روزے رکھنا چاہو تو تیر ہو، چودہ ہو، اور پندرہ ہو، تاریخ کو روزہ رکھو
(ترمذی ج ۱ ص ۹۵، نسائی ج ۱ ص ۳۲۹، مشکوٰۃ ۱۸۰)

0- حضرت ابن ملحان قیس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایام تیر ہو، چودہ ہو، اور پندرہ ہو، تاریخ کے
روزے رکھنے کا حکم دیتے اور فرماتے ان روزوں سے پورے سال کے روزوں کا اجر
ملے گا (سنن ابوداؤد/۱، ۳۳۲)

0- تین روزوں کا اجر دس گنا ملتا ہے جیسا کہ بخاری شریف (جلد اول صفحہ ۲۶۵) میں

ہے تو ہر ماہ تین روزے رکھنے سے پورے ماہ کے روزوں کا اجر ملے گا اور جو شخص ہمیشہ یہ
روزے رکھے گا اس کو تمام سال کے روزوں کا اجر ملے گا۔ جیسا کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ
عنہ نے یہی بات رسول اللہ ﷺ سے بیان فرمائی ہے۔ مزید ملاحظہ فرمائیں!

(ترمذی ج ۱ ص ۹۵، نسائی ج ۱ ص ۳۲۷، بخاری/۱، ۲۶۵، مسلم/۱، ۳۶۶)

عاشوراء کے روزوں کی فرضیت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ایام میں کے روزوں پر بھیگی اختیار فرمائی ہے، بعد ازیں ان کی پابندی اٹھائی گئی اور آپ نے صومِ عاشوراء کو لازم کر دیا جسکی تفصیل یہ ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو یہود مدینہ کو دیکھا کہ وہ عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھتے تو آپ نے پوچھا یہ روزہ تم کیوں رکھتے ہو؟ تو انہوں نے بتایا کہ (ہمارے نزدیک) یہ بہت بڑی عظمت والا دن ہے۔ (کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کے حواریوں کو غرق کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکر کے طور پر اس دن کا روزہ رکھا اسی لیے ہم بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں تو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

فانا حق بموسىٰ منكم فصامهٗ وامر بصيامهٗ

(بخاری ۱/۳۶۸ واللفظ، مسلم ۱/۳۵۹، مشکوٰۃ ۱/۱۸۰)

یعنی ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کیساتھ حق رکھتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

فائدہ:

اس واقعہ سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص کرم اور فضل ہوا اس دن کو ہمیشہ کیلئے یادگار کے طور پر منانا سنت ہے۔ نبی اسرائیل (یہود و نصاریٰ) نے اس دن کو عظمت و برکت والا دن سمجھ کر اس کی سالانہ یادگار منائی

اور حضور اکرم ﷺ نے اسے بدعتِ سیئہ یا خلافِ اسلام قرار نہ دیا۔ بلکہ خود بھی منایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی منانے کا حکم فرمایا۔ ... معلوم ہوا کہ اسلام یادگار میں منانے نہیں آیا بلکہ انہیں قائم رکھنے آیا ہے۔

اب خود سوچیں جس دن (دس محرم) بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون اور اسکے لشکریوں سے نجات ملے تو اس دن کو منانا درست ہے، تو جس دن بنی نوع انسان کو کفر و شرک، ظلم و ستم، جہنم اور ایمانی دشمن شیطان سے نجات ملی ہو، اس دن یعنی یومِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سالانہ یادگار منانا کس طرح بدعت، ناجائز اور غلط ہو سکتا ہے؟ لہذا اسے ناجائز اور خلافِ اسلام کہنا سراسر نادانی ہے۔

نوٹ: امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے بھی حافظ حجر کے حوالے سے یہی حدیث نقل کر کے یہ نکتہ بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو! (الحدادی للفتاویٰ، ۱/۱۹۷)

تفصیل کیلئے ہماری کتاب "آؤ میلاد منائیں" دیکھیں!

۰۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ ایسا دن ہے کہ جسکی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: اگر میں زندہ رہا تو اشہاء اللہ نویں محرم کا (بھی) روزہ رکھوں گا۔ ... (مسلم، ۱/۳۵۹، مشکوٰۃ، ۱۷۹۰)

فائدہ: معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کسی نیک کام میں بھی یہود و نصاریٰ کی کئی مشابہت پسند نہیں فرماتے تھے، بلکہ آپ نے یہود و نصاریٰ کے عمل پر اضافہ کرتے ہوئے مزید ایک روزہ رکھنے کی خواہش کا اظہار فرمایا جس سے روزِ روشن کی طرح واضح

ہو گیا کہ کسی نیک عمل کو فقط اس وجہ سے ترک نہیں کرنا چاہیے کہ وہ یہود و نصاریٰ سے جڑی مشابہت رکھتا ہے انہوں نے اسکا آغاز کیا ہے، بلکہ انہیں اضافہ کر کے ان کی مشابہت کو ختم کر دینا چاہیے، تاکہ نہ نیک عمل چھوٹے اور نہ ہی ان کی کلی مشابہت ہو، اس واقعہ میں ان لوگوں کیلئے بھی مقام عبرت ہے جو میلاد النبی ﷺ ایصالِ ثواب یا دیگر امور خیر کو فقط اس لیے قبول نہیں کرتے کہ وہ انکے گمان میں یہود و نصاریٰ سے کچھ مشابہت رکھتے ہیں، ایسے حضرات کیلئے ان امور پر مزید بہتر اضافے کر کے غیر مسلمانوں سے عدم مشابہت کا سامان موجود ہے **لَا فِہِم وَتَدْبِر**

تو ہی ناداں چند کلیوں پہ قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی دامان بھی ہے
اس مضمون کی دیگر چند احادیث درج ذیل ہیں،
-۰ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صوموا قبلہ یوماً وبعده یوماً (مسند احمد ۱/۲۴۱)
(دس محرم سے) ایک دن پہلے روزہ رکھو یا ایک دن بعد کا روزہ (بھی) رکھو
-۰ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

صوموا التاسع والعاشر وخالفوا اليهود، (مرقاۃ ۳/۲۸۸)
نوادس محرم کا روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرو

صوم عاشوراء کا نسخ:

ابتداءً دس محرم کا روزہ لازم تھا، جب رمضان المبارک کے روزوں کا

حکم نازل ہوا تو ان کا وجوب و لزوم اور فرضیت منسوخ ہو گئی..... جیسا کہ درج ذیل روایات میں موجود ہے۔

0..... حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

كان عاشوراء يصومهُ اهل الجاهلية فلما نزل رمضان قال من شاء صامهُ ومن شاء لم يصمهُ (بخاری ۲/۶۳۶)

یعنی اہل جاہلیت عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے، (اور مسلمانوں نے بھی رکھا) پس جب رمضان (کے روزوں کا حکم) نازل ہوا تو آپ نے فرمایا جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھ لے جو چاہے نہ رکھے۔

0..... ایک مرتبہ (عاشوراء کے دن) حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو وہ کھاپی رہے تھے، انہوں نے کہا، آج عاشوراء (دس محرم کا دن) ہے؟ (اور آپ کھاپی رہے ہیں؟) آپ نے فرمایا اس کے روزے ماہ رمضان المبارک سے قبل رکھنے لازم تھے، سو جب رمضان المبارک نازل ہوا تو پھر چھوڑ دیئے گئے، لہذا تم بھی قریب آؤ، اور کھاؤ، (بخاری ۲/۶۳۶)

0..... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے، اور نبی کریم ﷺ بھی اس کا روزہ رکھتے، آپ جب مدینہ تشریف فرما ہوئے تو آپ نے اس کا روزہ خود بھی رکھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا، پس جب رمضان المبارک نازل ہوا تو اس کے روزے فرض ہو گئے اور عاشوراء کے روزے (کی فرضیت کو) چھوڑ دیا گیا،

لہذا جو چاہتا ہے اس کا روزه رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔ (بخاری ۱/۶۳۷، ۶۳۶)

ان روایات سے واضح ہو گیا کہ دس محرم کا روزہ فرض، واجب یا ضروری نہیں، صرف مستحب ہے، مگر کوئی بندہ کے تو گناہ نہیں مٹاتا اور اگر رکھے تو ڈھیروں ثواب پائے گا۔

فائدہ: یہی بات غیر مقلد مقلی ابوالبرکات احمد نے فتاویٰ برکاتیہ، صفحہ ۸۸ پر اور عبدالغفور اثری نے تحفہ رمضان صفحہ ۱۲۸ پر نقل کی ہے۔

لہذا بعض وحابیوں کا اسکی مخالفت کرنا جہالت ہے، تفصیل ہماری کتاب ”تحقیق مجاہدہ“ میں دیکھیں۔

۵ ایک مقام پر آپ نے عاشوراء کے روزے کی فضیلت کو یوں بیان فرمایا ہے:-

صیام یوم عاشوراء احبب علی اللہ ان یکفر السنة التي قبله

(مسلم ۱/۳۶۷، مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۹)

یعنی دسویں محرم کے روزے کے متعلق مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے گزشتہ سال کے گناہ معاف فرمادے گا

رمضان کے روزوں کی تین حالتیں

پہلی حالت: جیسا کہ حدیث پاک میں بیان ہوا ہے کہ ابتداء میں جب ماہ رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو آپس میں مسلمانوں کو اختیار دیا گیا کہ جو روزہ رکھنا چاہے وہ رکھ لے اور جو روزہ نہیں رکھنا چاہتا وہ اس کے بدلے میں ایک مسکین کا کھانا دے دے..... جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ایاماً معدودات فمن كان منكم مریضاً او علی سفر فعدة من ایام

أحر وعلى الذين يطبقونه فدية طعام مسكين فمن تطوع خيراً فهو خير له
وان تصوموا خيراً لكم ان كنتم تعلمون (البقرہ ۱۸۴)

یعنی گنتی کے چند دن ہیں، سو جو شخص تم میں بیمار ہو یا مسافر تو وہ دوسرے دنوں
میں گنتی پوری کر لے، اور جو روزہ کی طاقت رکھتے ہیں (لیکن روزہ نہیں رکھتے) ان پر
ایک مسکین کا کھانا، فدیہ دینا لازم ہے، پس جو اپنی طرف سے نکل کرے تو یہ اسکے لیے
بہتر ہے، اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو،
○ اس آیت کی تفسیر میں امام بخاری لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وعلى
الذين يطبقونه فدية طعام مسكين (جنہیں روزہ رکھنے کی طاقت ہے وہ روزہ نہ
رکھنا چاہیں تو ایک مسکین کا کھانا فدیہ دے دیں) کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، اس حکم کو اس
آیت نے منسوخ کر دیا ہے شہر رمضان الذی انزل فيه القرآن ہدی
للناس ربينات من الہدی والفرقان فمن شهد منكم الشهر فليصمه
ومن كان مريضاً او على سفر فعدة من ایام اخر الى قوله تشكرون
یعنی رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، لوگوں کو ہدایت دینے والا،
اور روشن دلیلیں ہدایت دینے والیں، اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا، سو تم میں
سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو، وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا
مسافر وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے، آخر آیت تک۔ بخاری ۱/۲۶۱

○ اسی طرح حضرت ابن ابی لیلی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ
صحابہ کرام بیان کرتے ہیں کہ رمضان نازل ہوا اور صحابہ پر روزہ رکھنا دشوار

ہوا، تو بعض صحابہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے تھے وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے اور روزہ چھوڑ دیتے، انہیں اسکی اجازت دی گئی تھی، پھر اس رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا، وان تصوموا خیر لکم کھو روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے، تو انہیں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا (بخاری ج ۱ ص ۲۶۱)۔

○ حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فدیہ طعام مسکین، کو پڑھا اور فرمایا یہ منسوخ ہے، (بخاری ۱/۲۶۱) مطوم ہوا کہ پہلے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا، اور ہر مسلمان کو روزہ رکھنے کا حکم دے کر روزہ کو فرض عین کر دیا گیا.....

ہاں مریض (اسکس حاملہ، اور مرضہ بھی شامل ہے)، اور مسافر کیلئے اب بھی روزہ مؤخر کرنے کی اجازت ہے.....

دوسری اور تیسری حالت:

ہر مسلمان پر روزہ فرض ہو جانے کیساتھ ساتھ یہ حکم بھی تھا کہ مغرب کے وقت روزہ افطار کر کے سونے تک کھانا پینا درست ہے، سونے کے بعد کھانا پینا اسی طرح ممنوع تھا جس طرح روزے کی حالت میں منع ہے اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگر رات کے وقت افطاری سے قبل سو جاتے تو پھر کچھ کھائے پیئے بغیر دوسرے دن روزہ سے رہتے، حتیٰ کہ رات ہو جاتی..... (بخاری ۱/۲۵۶)

اور ایسے ہی رمضان کی راتوں کو اپنی بیوی سے جماع کرنا بھی حرام تھا جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند واقعات پیش آنے سے تخفیف پذیر ہوئیں۔

پہلا واقعہ:

اس حکم میں تحفیف کا سبب حضرت قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ بنا . ہوا یوں کہ حضرت صرمہ ایک بوزے شخص تھے، دن بھر زمین میں کھیتی باڑی کرتے رہے رات کو اظفار کے وقت بیوی سے کہا کھانا لاؤ اس نے کہا میں گرم کر کے لاتی ہوں (ایک روایت میں ہے کہ میں تلاش کر کے لاتی ہوں) وہ کھانا گرم کرنے کیلئے گئی تو اتنی دیر میں ان کی آنکھ لگ گئی، کیونکہ سارا دن کام کاج کی وجہ سے سخت تھکاؤٹ کا شکار رہ چکے تھے، اس لیے چار پائی پر بیٹھے ہی سو گئے۔ جب بیوی کھانا لے کر آئی تو دیکھا کہ آپ سو گئے ہیں تو بیوی نے کہا ہائے محرومی! اب ان کیلئے کھانا پینا ممنوع ہے اس لیے اگلی صبح روزے کی حالت میں ہی کی یعنی بغیر کھائے پیئے روزہ رکھ لیا۔ اب آدھا دن گزرنے پر ان کی حالت نازک ہو گئی، بھوک اور پیاس کی شدت نے ان کی حالت کو غیر کر دیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو وجہ دریافت کی تو انہوں نے سارا واقعہ عرض کر دیا۔

(ماخوذ از جامع البیان ۲/۹۵ بخاری ۱/۲۵۶)

دوسرا واقعہ:

ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش آیا کہ وہ رات کو جب سونے کیلئے آمادہ ہوئے تو اپنی زوجہ کو عمل زوجیت کے لیے بلایا، اس نے کہا کہ میں سو چکی ہوں، انہوں نے گمان کیا کہ وہ بہانے بنا رہی ہے اور اس سے اپنی خواہش پوری کر لی، دونوں نے رات بسر کی (اور صبح کو یہ واقعہ بارگاہ رسالت میں پیش کر کے غصے کے طالب

ہوئے) تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی
 نساءکم من لباس لکم وانتم لباس لهن علم اللہ انکم کنتم تختانون
 انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالئن باشرؤهن وابتغوا ما کتب اللہ
 لکم وکلو او شربوا حتی یتبین لکم الخیط الابيض من الخیط الا سود
 من الفجر لم اتموا الصیام الی اللیل۔ (البقرہ ۱۸۷)

یعنی تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر
 دیا گیا ہے وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو، اللہ کو علم ہے کہ تم اپنی
 جانوں سے خیانت کرتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف
 فرما دیا سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقرر
 کیا ہے اسے طلب کرو اور کھاؤ پیو حتیٰ کہ فجر کا سفید دھاگہ (رات کے) سیاہ دھاگے
 سے ممتاز ہو جائے۔ پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کر دو اس آیت کے نازل ہونے پر
 مسلمانوں کو رمضان المبارک میں مغرب سے لے کر فجر تک کھانے پینے اور جماع
 کرنے کی عام اجازت مل گئی۔ (ماخوذ از جامع البیان ۲/۹۵)

دعوت فکر:

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غلطی سے اپنی بیوی کے
 ساتھ جماع کر لیا تو قیامت تک کے مسلمانوں کیلئے حکم خداوندی میں تخفیف ہو گئی اور
 لوگوں کو رمضان المبارک کی راتوں میں جماع کی اجازت مل گئی۔ جس سے آفتاب
 نصف النہار کی طرح روشن ہو گیا کہ عام لوگوں کی نیکیاں بھی صالحین کی لغزشوں کا

مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ ہم ساری عمر کی نیکیاں، سچے گزاریاں، شب زندہ داریاں اور آہ و زاریاں بارگاہِ خداوندی میں پیش کر کے کسی ایک حکم کو منسوخ کرنے کی التجا کریں تو قطعاً ایسی التجا قبول نہ ہوگی۔ مقربانِ بارگاہ کی ایک لغزش سے حکمِ خداوندی بدل جاتا ہے۔

یہ اللہ کی اپنے بندوں کی عزت افزائی، کرم فرمائی اور شانِ بندہ نوازی ہے وہ اسی طرح ہی لوگوں پر اپنے خاص بندوں کی عظمت و رفعت واضح فرماتا ہے تو کہنے دیا جائے کہ جب ہماری نیکیاں ان کی لغزشوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں تو ان کی نیکیوں کا عالم کیا ہوگا۔

سفید اور سیاہ دھاگے کی وضاحت:

آیت کریمہ میں حکم ہے کہ ”تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ حجر کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے“۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جب حجر کا وقت داخل ہو جائے تو اس وقت تمہارے لیے کھانا پینا ممنوع ہے، سفید دھاگے سے مراد حجر کی روشنی ہے..... لیکن ایک صحابی حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے ایک سفید اور ایک سیاہ دھاگہ پکڑ کر اپنے سر ہانے کے نیچے رکھ لیا اور انہیں دیکھتے جا۔ تے اور کھانا کھاتے جاتے ان کا خیال تھا کہ جب سفید اور سیاہ دھاگہ الگ الگ دکھائی نہ دے گا تب تک کھانا پینا جائز ہے، حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے کھانا پینا جاری رکھا، اتنی دیر میں بہت زیادہ روشنی ہو گئی تو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے دونوں دھاگے اپنے سر ہانے کے نیچے رکھ لیے تھے آپ نے فرمایا تب تو تیرا سر ہانہ بڑا چوڑا ہے کہ تو نے سفید اور سیاہ دھاگے (یعنی دن اور رات) کو اس کے نیچے رکھ لیا تھا۔ (بخاری ۲/۶۳۷)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ان کی بات سن کر اس قدر مسکرائے کہ آپ کی

مبارک! اڑھیں دکھائی دینے لگیں (جامع البیان ۱۰۰/۲)

○ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ!..... سفید اور سیاہ دھاگے سے کیا مراد ہے وہ دو دھاگے ہی تو ہیں؟..... آپ نے فرمایا!..... تیری گدی (پیشانی) بڑی عریض ہے کہ تو نے ان دونوں دھاگوں (یعنی دن رات کو ایک ہی وقت میں) دیکھ لیا ہے، اس سے (اصل) دھاگے مراد نہیں بلکہ اس کا مطلب رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے (بخاری ۶۳۷/۲)

یعنی جب تک رات کی تاریکی چھائی رہے تم کھاپی سکتے ہو اور جب صبح کی سفیدی نمودار ہونے لگے تو کھانا پینا چھوڑ دو۔

○ ایک روایت میں حضرت اسمیل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آیت کریمہ وکلوا واشربوا حتی یبین لکم المحیط الابيض من الخیط الاسود اتاوردی مئی لیکن "من الفجر" کے الفاظ نازل نہ ہوئے تو لوگوں کا طریقہ کار یہ ہوا کہ وہ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں پاؤں کیساتھ سفید اور سیاہ دھاگے باندھ لیتے اور کھاتے پیتے رہتے، حتیٰ کہ وہ دونوں ان کیلئے نمایاں ہو جاتے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد "من الفجر" کے الفاظ نازل کیے جس سے انہیں علم ہو گیا کہ اس سے مراد رات اور دن ہے (بخاری ۶۳۸/۲)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ روزہ اپنی موجودہ صورت میں یکبارگی نازل نہ ہوا تھا بلکہ اس کی حالتیں بدلتی رہی ہیں، احکام تبدیل ہوتے رہے ہیں، طریقہ کار میں رد و بدل ہوتا رہا تا آنکہ روزہ اپنی کامل اور مکمل صورت کے ساتھ ہمیں نصیب ہوا والحمد لله علیٰ ذالک

مقصدِ روزہ (تقویٰ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ياايها الذين امنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من

قبلكم لعلكم تتقون (البقرہ ۱۸۳)

یعنی اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ پہلے لوگوں پر

فرض کیے گئے، تاکہ تمہیں تقویٰ حاصل ہو جائے۔

اس آیت میں روزوں کی غرض اور ان کے مقصد کو بیان کیا گیا ہے۔

اولین مقصد:-

روزے کا پہلا اور بنیادی مقصد حکم خداوندی اور اتباع نبوی کو بجالانا ہے۔

کیونکہ اصل محبت ”رضائے موٹی از ہمہ اوٹی“ کے قانون پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

انہیں کسی خارجی وجوہات کے درپے ہونے اور انہیں تلاش کرنے کی قطعاً حاجت

نہیں ہوتی، ان کیلئے ہر عمل میں یہ سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے کہ اس عمل سے ان کا

محبوب راضی ہوتا ہے اور اس کا وصل اور قرب نصیب ہوتا ہے۔ کچھ اسی طرح کا معاملہ

روزہ کا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

ابن آدم کے ہر عمل کو سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے سوائے روزہ کے، فقال

اللہ تعالیٰ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۵، مسلم ج ۱

ص ۳۶۳ مشکوٰۃ ۳/۷۳۱ اول اللفظ لہ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دیتا ہوں۔

دوسرا مقصد جس کو قرآن نے بیان کیا ہے وہ ہے تقویٰ۔

حقیقت یہ ہے کہ تقویٰ تمام عبادتوں کی جان ہے۔ کسی بھی عبادت کو دیکھا

ئے تو اس میں تقویٰ ہی کو بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً.....

..... عید قربان کے موقع پر بڑے بڑے قیمتی جانور خرید کر انہیں راہ مولا میں ذبح کر

دیا جاتا ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بارگاہ خداوندی میں ان جانوروں کا خون، گوشت،

پٹیاں یا بال وغیرہ پہنچتے ہیں؟..... اور کیا صرف جانور کا خون بہا دینے سے قربانی کا مقصد

حاصل ہو گیا؟..... نہیں، کیونکہ قرآن اپنی لافانی زبان سے اعلان کرتا ہے:

لَنْ يَنْتَهِ اللَّهُ لِحُومِهَا وَلَا دِمَائِهَا وَلَكِنْ يَنْتَهِ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ (الحج ۳۷)

یعنی اللہ کو ان (جانوروں) کے گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتے بلکہ اسکی بارگاہ

میں فقط تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔

معلوم ہوا کہ قربانی کی قبولیت کا دارومدار مسلمان کے تقویٰ پر ہے، جس آدمی

کو یہ دولت نصیب ہوگئی اسکی قربانی قبول ہے اور دوسرے کی مردود۔

○ اسی بات کو ایک مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے کہ

جب آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں نے قربانی پیش کی تو ایک کی قربانی

مقبول ہوگئی اور دوسرے کی رد کردی گئی، جسکی قربانی مردود ہوئی اس نے اپنے دوسرے

بھائی سے کہا:..... لا تفتنک

میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا۔ دوسرے نے کہا تیری قربانی کے رد ہونے اور

میری قربانی کے قبول ہونے میں میرا ذاتی کوئی دوش نہیں ہے، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر کسی کی قربانی کو قبول نہیں فرماتا۔

انما يتقبل الله من المتقين (المائدہ، ۲۷)

وہ تو صرف تقویٰ والوں کی طرف سے قبول کرتا ہے۔

معلوم ہوا بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کا درجہ فقط صاحبانِ تقویٰ و پرہیزگاری کو ہی ملتا ہے۔

0... اسی طرح حج بیت اللہ کیلئے انسان ایک خطرناک رقم خرچ کرتا ہے، بیوی بچوں گھرا دار اور وطن، دوستوں سے جدائی اس پر سزاوار۔ معلوم ہوا کہ حج بیت اللہ کا مقصد فقط سیر و سیاحت اور تفریح و چہل قدمی نہیں ہے، قرآن پاک میں عازمین حج کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ

الحج اشهر معلومات فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا

فسوق ولا جدال في الحج وما تفعلوا من خير يعلمه الله وتزودوا فان

خير الزاد التقوى واتقون يا اولي الاباب (البقرہ، ۱۹۷)

یعنی حج کے مہینے معروف ہیں پس جس شخص نے ان مہینوں میں (حج کی نیت

کر کے) حج کو لازم کر لیا تو وہ حج میں عورتوں سے جماع کی باتیں نہ کرے، نہ گناہ اور

نہ جھگڑا کرے اور تم جو نیکی کرتے ہو اللہ سے جانتا ہے اور زادراہ (سفر کا خرچ) تیار

کرو اور بہترین زادراہ تقویٰ ہے اور اے عقل والو مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔

معلوم ہوا کہ حج کے سفر میں بھی بنیادی زادراہ تقویٰ ہی ہے۔

0... اسی طرح نماز اور زکوٰۃ کی علت غائی بھی تقویٰ و طہارت اور خوفِ خداوندی

ہے جیسا کہ فرمایا:

ان الصلوٰۃ تنهى عن الفحشاء والمنکر (الحکبوت ۳۵)

بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

یہ بے حیائیوں اور برائیوں سے رک جانا ہی تو اصل تقویٰ ہے۔

○ ایسے ہی زکوٰۃ اور صدقہ سے مال پاک اور صاف ہو جاتا ہے اور تزکیہ نفس

کابا عث ہوتا ہے۔ (التوبہ، ۱۰۳)

تزکیہ نفس تقویٰ کے بغیر نہیں حاصل ہوتا۔

○ ایک اور مقام پر واضح الفاظ میں فیصلہ فرما دیا ہے کہ ہر عبادت کی غرض یہی

تقویٰ ہے۔ جیسا کہ فرمایا: اعبدوا اللہ واتقوه (الحکبوت، ۱۶)

یعنی اللہ کی عبادت کرو اور تقویٰ اپناؤ

گویا عبادت الہی کے ذریعے انسان کو تقویٰ اور خشیت الہی کا درجہ حاصل کرنا چاہیے،

○ جب انسان کو دولت تقویٰ حاصل ہو جاتی ہے، تو اسے معیت خداوندی

نصیب ہو جاتی ہے، اعلان خداوندی ہے۔

ان اللہ مع الذین اتقوا (اتحل، ۱۲۸)

بے شک اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے

روزہ، تقویٰ کا بہترین ذریعہ

دیگر عبادات کے علاوہ روزہ حصول تقویٰ کا بہترین اور کارگر عمل ہے۔ انسان

کو حقیقت تقویٰ سے آشنا کرانے کیلئے رمضان المبارک کے ایک مہینہ کے روزوں کو

فرض کر دیا گیا۔ اور پھر جا بجا اس کو ناجائز، خلاف شرع اور بے ہودہ باتوں سے رکنے

کی ترغیب دی گئی ہے۔ تاکہ مطلوب کا حصول آسان ہو سکے، جیسا کہ احادیث نبویہ

میں گالی گلوچ، بخش گوئی وغیرہ سے منع کیا گیا ہے۔

..... ۵ حدیث نبوی ہے

إذا كان يوم صوم أحدكم فلا يرفث ولا يصخب فان سابه أحد أو قاتله

فليقل انى امرؤ صائم (بخاری ج ۱ ص ۲۵۵، مسلم ۲/۳۶۳، مشکوٰۃ ۱۷۳/۱ واللفظ)

جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو، تو گالی نہ دے، بری بات نہ کرے اگر کوئی دوسرا اسے گالی دے یا اس سے جھگڑنے کی کوشش کرے تو وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

ملاحظہ فرمائیں حصول تقویٰ کا کتنا بہترین گر سکھا دیا گیا ہے۔

..... ۵ ایک روایت میں ہے، جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو

شیطانوں اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازوں کو بند کر دیا

جاتا ہے، ان میں کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا

ہے، ان میں سے کوئی دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا، پھر ایک پکارنے والا پکارتا ہے

اے خیر چاہنے والے آگ بڑھ!..... اور اے شر چاہنے والے رک جا! اور اللہ

تعالیٰ بہت کثیر لوگوں کو آگ سے آزاد کرتا ہے اور یہ عمل ہر رات ہوتا ہے۔

(ترمذی ج ۱ ص ۸۶، ابن ماجہ ۱۲۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

اس حدیث سے بھی واضح ہے کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں برائی سے بچ کر تقویٰ

کو حاصل کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔

..... ۵ ایک حدیث میں ہے۔

من لم يوع قول الزور و العمل به فليس لله حاجة في ان يدع

طعامه و شرابه (بخاری ج ۱ ص ۲۵۵، مشکوٰۃ ص ۱۷۶)

جس آدمی نے جھوٹی بات اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا تو اللہ کو اس کے کھانا پینا

چھوڑنے کی کوئی پروا نہیں ہے۔

یعنی فقط کھانا پینا چھوڑ دینا روزہ کی حقیقت نہیں ہے بلکہ اصل چیز خود کو ہر اس کام سے بچانا ہے جس سے بچنے کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے اور یہی تقویٰ ہے۔

○ ایک روایت میں ہے:

اذا صمت فليصم سمعك وبصرك ولسانك وبيدك و كل
عضو منك (درمنثور ج ۱ ص ۲۰۱)

جب تو روزہ رکھے تو تیری سماعت، تیری بصارت، تیری زبان تیرے ہاتھ اور تیرا ہر عضو روزہ دار ہونا چاہیے۔

یعنی روزے کا اثر سارے جسم پہ ہونا چاہیے۔

○ اسی طرح ایک جوان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا وہ روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے تو آپ نے فرمایا نہیں۔ جبکہ بوڑھے آدمی کو اپنے بیوی کے ساتھ بوسہ دینا کرنے کی اجازت عنایت فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہوا (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۳، مشکوٰۃ ۶/۱۷۷)

اس اجازت اور ممانعت میں بھی تقویٰ کی جھلک ہی کارفرما ہے کیونکہ بوڑھے آدمی کیلئے خود کو بوسے تک محدود رکھنا درست ہے۔ جبکہ جوان آدمی کیلئے بوسہ تک ہی محدود رہنا مشکل امر ہے اس لیے اسے بوسہ لینے سے روک دیا۔ کیونکہ خطرہ والی چیزوں سے بچنے کا نام ہی تقویٰ ہے۔

جیسا کہ دوسری روایت میں اسکی وضاحت موجود ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ طلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ شبہ (اور خطرہ) والی چیزیں ہیں جس نے خود کو ان امور سے بچالیا تو اس نے خود کو حرام سے بچالیا، جو شتمعات میں پڑ گیا وہ حرام میں واقع ہو جائیگا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۳)

○ ایک اور مقام پر آپ نے روزہ دار کو روزے کی مقصدیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

کم من صائم ليس له من صيامه الا الظما و کم من قائم ليس له من قيامه الا السهر (داری، ابن ماجہ ص ۱۳۳، مشکوٰۃ ص ۷۷۷ او اللفظ لہ)

کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں اپنے روزوں سے فقط پیاس ہی حاصل ہوتی ہے اور کتنے شب زندا را ایسے ہیں کہ انہیں اپنے قیام سے فقط بیداری ہی حاصل ہوتی ہے۔ یعنی صرف منہ باندھ لینے سے روزہ کی غرض حاصل نہیں ہوتی، اس سے تو فقط بھوک اور پیاس ہی ملے گی، روزہ کی غایت کے حصول کیلئے خود کو تمام منوعات سے روکنا ضروری ہے۔

○ ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے ظہر یا عصر کی نماز ادا کی، وہ روزہ دار تھے، جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، تو آپ نے فرمایا تم اپنے وضو اور نماز کو لوٹاؤ اور روزہ کو جاری رکھو، لیکن اسکی دوسرے دن قضا کر لیتا، انہوں نے پوچھا حضور کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا کہ تم نے فلاں آدمی کی غیبت کی ہے (مشکوٰۃ، ۳۱۵)

ملاحظہ فرمائیں حالتِ روزہ میں تقویٰ کا اثر اس قدر غالب ہونا چاہیے کہ کسی کی غیبت سے بھی خود کو بچانا چاہیے ورنہ روزہ ضائع ہو جائیگا۔

روزہ دار کے مشاغل

موجودہ حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ روزہ دار روزہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بجائے یہاں بھی من مانی اور سینہ زوری پر اترے ہوئے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ روزے کے اثرات نہ صرف ماہِ رمضان میں بلکہ پورا سال نظر

آئیں۔ لیکن افسوس کہ روزہ کا اثر تو ماہ رمضان میں بھی بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ لوگ اپنے روزے کے لمحات کو گزارنے کیلئے راہِ راست سے ہٹکے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ کوئی تاش اور شطرنج کھیل رہا ہے تو کوئی ٹی وی اور ڈش انٹینا کے سامنے حاضر باش ہے۔ کوئی گانے سن رہا ہے تو کوئی گالی گلوچ میں مصروف ہے۔ کوئی شمش کوئی میں جلا ہے تو کوئی بدکلامی میں، اور کوئی چٹلی اور غیبت کے مرض میں ملوث ہے۔

پہلے کی طرح نمازیں بھی چھوڑ رہے ہیں، داڑھیاں بھی منڈائی جا رہی ہیں اور گھمیں بھی ہانک رہے ہیں، بلکہ کئی روزہ دار تو اس قدر ”احتیاط“ کا دامن تھامے رکھتے ہیں کہ معاذ اللہ روزے کی حالت میں بھی ”حذہ نوشی“ فرماتے ہیں۔

جبکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ ہمارے ہاتھ میں شطرنج کے دانوں کی جگہ تسبیح کے دانے ہوتے، ہمارے سامنے ڈش اور ٹی وی کی بجائے قرآن کے پارے ہوتے گانوں کی بجائے ہم حمد و نعت، تلاوت و اسلامی بیانات سنتے، شمش اور بے ہودہ گفتگو کے بدلے ہماری زبانوں پر کلمہ طیبہ تسبیح و تہلیل اور استغفار جاری رہتا اور اپنی آخرت کی فکر کرتے اپنے آپ کا محاسبہ کرتے، گناہوں کو یاد کر کے آہ بکا کرتے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بجالاتے، فرائض کے علاوہ نوافل کا بھی اہتمام کرتے، چہروں کو سنت مبارکہ کے نور سے پر نور کرتے تو ہمیں تسکین قلب حاصل ہوتی، ہمارے کاموں میں برکت نازل ہوتی، ہم اسلام میں پختہ قدم ہوتے بارگاہِ خداوندی اور بارگاہِ نبوی میں سرخرو ہوتے، ہمیں تقویٰ و طہارت مل جاتے، جس سے ہمارے دونوں جہان سنور جاتے۔ اے کاش ایسا ہو جائے!

اللهم آمین! بجاہ نبیک الکریم الامین الصلوٰۃ والسلام علیہ وعلیٰ
آلہ واصحابہ اجمعین

نزول قرآن کا مہینہ

یہ ماہ مبارک جہاں دیگر فضائل و برکات کا حامل ہے وہاں اسکی ایک عظیم فضیلت اور رفیع عظمت یہ بھی ہے کہ اس پُر انوار مہینے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید، فرقان حمید کو نازل فرمایا ہے۔ قرآن پاک میں ماہ رمضان المبارک کا تعارف بھی اسی حوالے سے کرایا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان (البقرہ، ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا لوگوں کی ہدایت کیلئے، اس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (حق و باطل کے درمیان) فرق کرنے والا۔

رمضان اور قرآن کی مناسبت

رمضان اور قرآن کی آپس میں بہت زیادہ مناسبت ہے:

○ امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:..... رمضان کے مہینے میں نزول قرآن کی ابتداء اسی وجہ سے کی گئی کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور انوارِ امیہ ہمیشہ مجلی اور منکشف رہتے ہیں البتہ ارواح بشریہ میں ان انوار کے ظہور سے حجابات بشریہ مانع ہوتے ہیں اور حجابات بشریہ کے زوال کا سب سے قوی سبب روزہ ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کشف کے حصول کا سب سے قوی سبب روزہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نبی آدم کے قلوب میں شیطان نہ گھومتے تو وہ آسمانوں کی نشانیوں کو

دیکھ لیتے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن اور رمضان میں عظیم مناسبت ہے اس لیے نزول قرآن کی ابتداء کیلئے اس مہینہ کو خاص کیا گیا۔ (التفسیر الکبیر ج ۱ ص ۱۲۱)

یعنی کلام الہی (قرآن مجید) کے انوار کے حصول کے لیے بشری تجاہات کا اٹھنا ضروری ہے اور بشری تجاہات کے زوال کیلئے روزہ مجرب عمل ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان المبارک میں قرآن کو نازل کیا، تاکہ مسلمان روزوں کے سبب تجاہات کو دور کر کے میرے کلام کے انوار و تجلیات کو سمیٹ سکیں۔

..... ۰ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ماہ رمضان المبارک تمام خیرات و برکات کا جامع ہے اور ہر خیر و برکت جو بھی ہے وہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی طرف سے فیض پہنچا رہی ہے اور اس ذات کے شیونات کا نتیجہ ہے، کیونکہ جو شر و نقص بھی وجود میں آتا ہے اس کی ذات و صفات محدث کے منشاء سے ہے۔ ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك (النساء، ۷۹) (جو بھی بھلائی تجھے پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور جو بھی برائی تجھے پہنچتی ہے وہ تمہاری طرف سے ہوتی ہے) نص قاطع ہے۔ پس اس ماہ مبارک کی تمام خیرات و برکات ان کمالات ذاتیہ کا نتیجہ ہیں۔ جن کی جامع شان کلام ربانی ہے اور قرآن مجید اس شان جامع کی تمام حقیقت کا حاصل ہے، لہذا اس ماہ مبارک (رمضان) کو قرآن مجید کے ساتھ مناسبت کلی حاصل ہے کیونکہ قرآن مجید تمام کمالات کا جامع ہے اور یہ مہینہ جامع جمع خیرات یعنی ان تمام نیکیوں کا جامع ہے جو کہ ان کمالات کے نتائج و ثمرات ہیں اور یہی مناسبت اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کے نزول کا باعث ہوئی۔ (دفتر اول مکتوب، ۱۶۲)

یعنی کلام ربانی ہونے کی بنا پر قرآن مجید تمام کمالات کا جامع ہے۔ ان کمالات کے نتائج و ثمرات کے طور پر جو نیکیاں معرض وجود میں آتی ہیں۔ ماہ رمضان ان تمام نیکیوں کا جامع ہے اس لیے قرآن کو رمضان المبارک کے مہینے میں نازل کیا گیا۔

..... ۵ رمضان اور قرآن کی ایک اور خاص مناسبت یہ ہے کہ حدیث پاک میں ان دونوں کو "شفیعانِ محشر" قرار دیا گیا ہے، ارشاد نبوی ملاحظہ ہو!

الصيام والقرآن يشفعان للعبد يقول الصيام اى رب انى منعه الطعام والشهوات بالنهار فشفعنى فيه ويقول القرآن منعه النوم بالليل فشفعنى فيه فيشفعان (شعب الایمان مکتوٰۃ ۳/۷۱ او اللفظ لاد، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۸۴۱) (ماہ رمضان کے) روزے اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے، روزے کہیں گے، پروردگار! ہم نے اسے کھانے، پینے اور خواہشات سے دن کے وقت روکے رکھا لہذا تو اس کے حق میں ہماری سفارش قبول فرما! اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات کو سونے سے باز رکھا ہے اس کے متعلق میری سفارش کو شرف بازیابی سے نواز، تو ان دونوں کی شفاعت قبول ہوگی۔

رمضان میں قرآن کا دور: رمضان اور قرآن کی انہی مناسبتوں کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کے دور کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اجود الناس وكان اجود ما يكون في رمضان حين يلقاه جبرئيل وكان يلقاه في كل ليلة من

رمضان فیدارسہ القرآن فلر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجودہ
 بالخبیر من الربیع المرسلۃ (بخاری ۱/۲۵۵، ۳)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور تمام اوقات
 سے بڑھ کر آپ رمضان میں زیادہ سخی ہو جاتے تھے، جبکہ جبرئیل علیہ السلام سے
 ملاقات کرتے تھے، حضرت جبرئیل رمضان کی ہر رات میں آتے اور آپ کیساتھ
 قرآن کا دور کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں میں تیز ہوا سے بھی زیادہ
 سخی ہوتے تھے۔

○ آپ کی حیات طیبہ کے آخری سال ماہ رمضان المبارک میں دو مرتبہ قرآن
 کا دور ہوا تھا۔ ملاحظہ ہو!..... حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

اسرألتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان جبرئیل یعارضنی بالقرآن کل
 سنۃ وانہ عارضنی العام مرتین ولا اراہ الا حضر اجلی (بخاری ۲/۷۴۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ راز بتایا کہ جبرئیل علیہ السلام ہر سال میرے
 ساتھ (ایک بار) قرآن کا دور کرتے تھے اور اس سال اس نے دو بار دور کیا ہے جس
 سے میں سمجھتا ہوں کہ میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔

○ ایسے ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

کان یعرض علی النبی ﷺ القرآن کل عام مرۃ فعرض علیہ
 مرتین فی العام الذی قبض (بخاری ۲/۷۴۸)

نبی کریم ﷺ کیساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا جاتا تھا لیکن جس سال
 آپ کا وصال ہوا اس سال دو مرتبہ دور کیا گیا۔

دو بار دور کی وجہ: امام قسطلانی اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ
 آخری سال اپنے قرآن کا دور دو بار کیوں کیا؟ فرماتے ہیں:
 انکی وجہ یہ بھی ہے کہ پہلے سال جب قرآن کا نزول ہوا تو بعد میں وحی کا سلسلہ
 منقطع ہو جانے کی بناء پر آپ سال اول میں دور نہ فرما سکے، اس کے عوض میں آخری
 سال دو بار دور ہوا تا کہ قرآن کے دور اور حیات نبوی کے سالوں میں مطابقت ہو
 جائے۔ (حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۷۳۸)

رمضان میں قرآن پڑھنے کی فضیلت: ماہ رمضان میں رحمت
 خداوندی چونکہ عروج پر ہوتی ہے، بدیں وجہ دیگر عبادات کے علاوہ تلاوت قرآن مجید کا
 ثواب و اجر بھی پہلے سے بڑھ جاتا ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ماہ
 رمضان میں خود قرآن کریم کا دور فرمایا ہے، بلکہ اپنے اس عمل سے امت کو بھی تلاوت
 قرآن کی ترغیب دلائی ہے۔

وہ حدیث پاک جس میں قرآن اور روزوں کو شفع (سفاشی) کہا گیا ہے اس
 سے بھی روزے کی حالت میں، تلاوت قرآن کی فضیلت واضح ہوتی ہے کہ دن کو
 حالت صیام میں رہے اور رات کو تلاوت قرآن کرے، (خواہ نماز تراویح و تہجد میں ہی
 ہو) تو قرآن اور رمضان انکی شفاعت کریں گے۔

یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ کثرت کیساتھ ماہ رمضان میں ختم قرآن کا اہتمام
 کرتی ہے، نماز تراویح میں اور دیگر مواقع پر بھی، حدیث پاک میں ہے کہ
 قرآن مجید کو توجہ سے سننے والے کو دو ہر اجر ملتا ہے اور جو قرآن پاک کی تلاوت کرتا

ہے تو قیامت کے دن یہ تلاوت اس کیلئے نور ہوگی (مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۱)
اندازہ کیجئے! ماہ رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کا ثواب کس قدر بڑھ جاتا ہوگا۔

تلاوت قرآن کے دیگر فضائل:

یہاں پر تلاوت قرآن کی فضیلت پر ضمناً چند آیات پینہ اور احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں تاکہ اہل ایمان کے ذوق کو تازگی، روح کو بالیدگی اور قلوب کو آسودگی حاصل ہو، اور تلاوت قرآن مجید کی کشش میں مزید اضافہ کا باعث ہو جائے۔

۱- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ونزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنین (الاسراء ۸۲)
اور ہم نے قرآن نازل کیا ہے جو کہ مومنوں کیلئے شفا و رحمت (کا ذریعہ) ہے
۲- مزید فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَكْوِیْنٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشَفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (یونس ۵۸)
اے لوگو! تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی
دلوں میں موجود امراض کیلئے شفا اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت۔

معلوم ہوا کہ قرآن اہل ایمان کیلئے ہدایت اور رحمت کا ذریعہ اور نسخہ شفا بن کر آیا ہے۔
۳- تلاوت قرآن کے وقت سکون اور رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا اس کے گھر میں ایک جانور تھا اچانک وہ جانور بدکنے لگا، اس نے دیکھا کہ ایک بادل نے اسکو ڈھانپا ہوا ہے۔ اس شخص نے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اے شخص پڑھتے رہو!..... یہ سیکنہ ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کے وقت نازل ہوتی ہے۔

(مسلم ۱/۲۶۹، مشکوٰۃ ۱۸۳، بخاری ج ۲ ص ۷۳۹)

۳۔ اگر قرآن پڑھنے والا پورے ذوق و شوق اور درد و سوز کے ساتھ پڑھے تو فرشتے بھی اسکی تلاوت کو سننے کیلئے اتر آتے ہیں، حدیث پاک میں ہے کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بہت خوش الحانی کیساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے، وہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں سورہ بقرہ کی تلاوت کر رہا تھا کہ اس وقت میرا گھوڑا بندھا ہوا تھا اور میرا بیٹا بچا بھی میرے قریب لیٹا ہوا تھا وہ اس وقت کم سن بچہ تھا، اچانک وہ گھوڑا چھلنے لگا، میں رک گیا، مجھے اس وقت صرف اپنے بیٹے کے متعلق پریشانی تھی (کہ کہیں گھوڑا بچے کو کچل نہ ڈالے) پھر گھوڑا پرسکون ہو گیا اور میں نے دوبارہ سورت پڑھنی شروع کی، گھوڑا پھر اچھلنے لگا، میں پھر رک گیا اور مجھے صرف اپنے بیٹے کی فکر تھی، میں نے پھر پڑھنا شروع کیا اور گھوڑے نے بھی اچھلنا شروع کر دیا۔ اچانک میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان میں سے ایک سائبان کی طرح کوئی چیز اتر رہی ہے، جس میں روشن چراغ ہیں، میں خوفزدہ ہو گیا اور صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سارا واقعہ عرض کیا آپ نے فرمایا، اے ابوبکر تم پڑھتے رہتے! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!..... میں پڑھتا تو گھوڑا چھلنے لگتا اور مجھے بیٹے کی فکر لاحق ہو جاتی، آپ نے فرمایا اے ابنِ حضیر پڑھو!..... میں نے پڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سر پر سائبان کی مثل کوئی چیز تھی جس میں چراغ روشن تھے میں خوفزدہ ہو گیا، آپ نے فرمایا یہ فرشتے ہیں جو تیری آواز کی وجہ سے قریب آئے ہیں، اگر تم صبح تک

رہے، تو لوگ ان کو دیکھ لیتے (بخاری ج ۲، ۵۰، ۲ مسلم ج ۱ ص ۲۶۹ مکتوٰۃ ۱۸۳)۔
 قرآن مجید انسان کی جان و مال کا محافظ بھی ہے، جیسا کہ درج ذیل روایت
 ثابت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 نے مجھے صدقہ کفر کی حفاظت کیلئے مامور فرمایا، پس اچانک ایک آنے والا آیا اور
 (میں چلوؤں سے) کھانا لینے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے پاس ضرور لے کر جاؤں گا، اس نے کہا میں محتاج ہوں، مجھ پر بچوں کا
 ہے اور سخت ضرورت بھی ہے، کہتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو
 ﷺ نے فرمایا: یا ابا ہریرہ! ما فعل اسیرک البارحۃ ابو ہریرہ!
 برسے گذشتہ رات والے قیدی کا کیا بنا؟..... میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!..... اس
 نے سخت حاجت اور عیال داری کا شکوہ کیا تو مجھے رحم آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا
 پنے فرمایا:..... نہیں، اس نے تجھ سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا، فرماتے
 ہیں مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کے فرمان کے مطابق وہ ضرور آئیگا، پس میں اسکی گھات
 ل بیٹھ گیا وہ آیا اور کھانے سے لپس بھرنے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا، میں نے کہا:
 میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت لے جاؤں گا۔ اس نے کہا مجھے
 ہوڑ دو میں حاجت مند اور عیال دار ہوں، میں دوبارہ نہیں آؤں گا، سو مجھے رحم آگیا،
 میں نے اسے چھوڑ دیا، پس صبح ہوئی تو آپ نے مجھے فرمایا:..... ابو ہریرہ تیرے قیدی
 کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے اپنی سخت حاجت اور عیال داری کی
 نکالت کی تو مجھے رحم آگیا میں نے اسے چھوڑ دیا آپ نے فرمایا اس نے تجھ سے جھوٹ
 کہا ہے اور وہ پھر آئیگا پس میں پہچان گیا کہ آپ کے فرمان کے مطابق وہ ضرور آئیگا، تو

میں اسکے انتظار میں بیٹھ گیا وہ آیا اور کھانے کی مٹھیاں بھرنے لگا، میں نے اس کو پوچھا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ضرور لے کر جاؤں گا، آنسو آخری بار ہے تو کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتا ہے، اس نے کہا، مجھے کچھ دوا، میں تجھے ایسے کلمات بتاتا ہوں، جن سے تم کو نفع ہوگا، میں نے کہا وہ کون سے کلمات ہیں؟ اس نے کہا جب تم بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی (اللہ لا الہ الا هو العسی القیظہ) آخر تک) پڑھنا، تو صبح تک اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا اور صبح تک تمہارا پاس شیطان نہیں آئے گا۔ پس میں نے اسے چھوڑ دیا صبح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے چند کلمات بتاتا ہے، جن سے اللہ تعالیٰ مجھے فائدہ دے گا۔ آپ نے فرمایا وہ بات سچی کر گیا ہے لیکن خود جھوٹا ہے، کیا تم جانتے ہو کہ تم تین رات کس سے بات کرتے رہے ہو؟ میں نے عرض کیا:..... نہیں آپ نے فرمایا وہ شیطان تھا۔

(بخاری ج ۲ ص ۷۳۹، ترمذی ج ۲ ص ۱۱۱، مشکوٰۃ ۸۵)

فائدہ: اس حدیث پاک سے درج ذیل فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں:

- 0 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گذرے ہوئے اور ہونے والے امور کا علم ہے
- ہے جیسی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بتانے سے قبل ہی رات کے واقعہ کی خبر دی او:
- آئندہ ہونیوالے واقعہ کی بھی پیش گوئی فرمائی، لہذا آپ کو عالم ماسکان و مایکونہ مانا درست ہے، شرک نہیں.....
- 0 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور کسی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر کوئی...

شخص نہیں کیا مظلوم ہوا ان کا بھی عقیدہ بھی تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت ہے کہ آپ نے شیطان پر غلبہ پا کر اس نے آپ کے آگے منت سماجت شروع کر دی۔

یہ بھی واضح ہوا کہ رحمانی طاقت شیطانی طاقت سے زیادہ قوی ہے۔ اولیاءِ عام کے پاس رحمانی اور روحانی طاقت ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے شیطانی طاقتوں پر غلبہ رکھتے ہیں، اور شیطانی طاقت کو ان پر کوئی تسلط نہیں۔ جس پر قرآن بھی گواہ ملاحظہ ہو۔ (سورۃ الحجر ۴۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سفر میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے فرمایا: تم میں سے کون چاہتا ہے کہ وہ صبح بطنان یا عقیق (مدینہ کی دوادیاں جہاں جانوروں کی منڈی لگتی تھی) کی طرف جائے اور بغیر کسی گناہ اور قطع رحمی کے دو بہت زیادہ چربی والی اونٹنیاں لے آئے! تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سے ہر کوئی یہ پسند کرتا ہے، تو آپ نے فرمایا ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ تم سے کوئی ایک صبح مسجد میں جائے کہ وہاں قرآن کی دو آیتیں سکھے تو یہ اس کیلئے دو اونٹیوں سے بہتر ہے اور اگر وہ تین آیتیں سکھے یا پڑھے تو تین اونٹیوں سے بہتر ہے اور چار آیتیں چار اونٹیوں اور اتنے ہی اونٹوں سے بہتر ہیں (مسلم ج ۱ ص ۲۷۰، مشکوٰۃ ۲۷۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم میں سے کوئی آدمی چاہتا ہے کہ جب وہ گھر جائے تو وہاں تین حاملہ اونٹنی تازی اونٹنیاں پائے، ہم نے کہا بالکل۔ تو آپ نے فرمایا تین آیات جو شخص نماز

میں پڑھے گا تو یہ اس کے لیے تین سو فی تازی حاملہ اونٹنیوں سے بہتر ہے

(مسلم ج ۱۰، صفحہ ۸۸۳)

۸..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز میں

قرآن پڑھنا نماز کے علاوہ قرآن پڑھنے سے افضل ہے اور نماز کے علاوہ قرآن پڑھنا کسی

سبحان اللہ کہنا اور تکبیر (اللہ اکبر کہنا) سے افضل ہے۔ (شعب الایمان، صفحہ ۱۸۸)

۹..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا، جو شخص قرآن مجید کا ماہر ہو وہ معزز اور بزرگ فرشتوں کے ساتھ رہتا ہے اور

جس شخص کو قرآن مجید پڑھنے میں دشواری ہو اور وہ ایک ایک پڑھتا ہو تو اس کو دو گنا اجر

ملا ہے (مسلم ج ۱ ص ۲۶۹، ترمذی ج ۲ ص ۱۱۳)

۱۰..... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھا اس کیلئے

ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا دس گنا اجر ہے اور میں نے یہ نہیں کہا کہ "السم" ایک

حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

(ترمذی ج ۲ ص ۱۱۵، صفحہ ۱۸۶)

۱۱..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن میں دیکھے بغیر تلاوت

کرنے سے ایک ہزار درجہ ثواب ہے اور قرآن میں دیکھ کر تلاوت کرنے کا اجر دو ہزار

درجہ ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۸۸، مجمع الزوائد ۷/۱۶۵، شعب الایمان ص)

۱۲..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس

طرح لوہے کو پانی لگے تو وہ زنگ آلود ہو جاتا ہے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ان کو

صفا کی کا آلہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کثرت کیساتھ موت کا ذکر اور قرآن کی تلاوت:

(شعب الایمان، مکتوٰۃ ۱۸۹۶)

۱۳ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:..... جب تم میں سے کوئی اپنے رب سے باتیں کرنا چاہے تو وہ قرآن کی تلاوت کرے۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۱۲۸)

۱۴ آپ ﷺ نے فرمایا:..... قرآن شفاعت کرنے والا ہے اور اسکی شفاعت قبول ہوگی (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۶۶، مکتوٰۃ ص ۱۷۳)۔

جو قرآن نہ پڑھے: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:..... جس منکبر نے قرآن کو ترک کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے گا جس نے اس کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت کو تلاش کیا اللہ تعالیٰ اس کو گمراہی میں رہنے دے گا۔ (ترمذی، مکتوٰۃ ۱۸۶۶)

۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:..... جس کے سینے میں قرآن نہیں وہ دیران گھر کی طرح ہے۔ (ترمذی ۱۱۵/۲، مکتوٰۃ ۱۸۶۶)

۵ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:..... جو آدمی قرآن پڑھتا تھا پھر اسے بھول جائے (یعنی تلاوت کرنا چھوڑ دے یا اس کی تعلیمات کو بھلا دے اور قرآن کو بھلا دیا) وہ اللہ سے کوڑھی ہو کر ملے گا (ابوداؤد، دارمی، مکتوٰۃ ۱۹۱۶)

لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم قرآن پڑھیں جو بھول چکا ہے، اسکی معذرت کریں، اسے دوبارہ سیکھ کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

مسائل روزہ

روزہ ایک اہم اور بامقصد عبادت ہے، جس کی جزا بھی عظیم ہے۔ یہ فلاح دارین اور رضائے الہی کا موجب ہے۔ اور یہ سب کچھ تب ممکن ہے، جب اسے شرعی حدود و قیود کی پابندی کے ساتھ پورا کیا جائے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک روزہ دار کو اسکے احکامات اور اوامر و نواہی سے پوری آگاہی نہ ہو تو وہ اسکے تقاضوں کو کس طرح پورا کر سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ روزے کے احکام و مسائل سے واقفیت حاصل کی جائے، چنانچہ مسائل روزہ مختصر آپیش خدمت ہیں۔

مسائلِ سحری: سحری بھی بارگاہِ خدواندی کا عظیم تحفہ ہے۔ یہ سعادت بھرے لمحے انسان کی روحانی بالیدگی اور باطنی پاکیزگی کا موجب ہیں۔ اس وقت کا ایک لمحہ بھی خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔ اس کی برکت کو صرف ماہِ رمضان المبارک کے ساتھ ہی خاص نہیں کیا گیا، بلکہ پورا سال اسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

تسحر و افان فی السحور برکتہ (بخاری ۱/۲۵۷، مسلم ۱/۳۰۵، مشکوٰۃ ص ۱۷۵، ابن ماجہ ۱۲۲)

سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کے کھانے میں برکت ہے۔

○ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کی برکات کو بیان کرتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا:

استعینوا بطعام السحر علی صیام النہار (ابن ماجہ ص ۱۲۲)

دن کے روزے (کو پورا کرنے) کیلئے سحری کے کھانے سے مدد حاصل کرو۔
یعنی سحری کا کھانا روزے کی تکمیل کا بہترین معاون و مددگار ہے۔

○ اسلام نے مسلمانوں کو متعدد امتیازی نشانات سے نوازا ہے۔ سحری کا کھانا بھی انہی امور میں سے ایک انفرادی عمل ہے۔

○ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فصل ما بین صیامنا و صیام اهل الكتاب اكلة السحر
(مسلم ۱/۳۵۰، ترمذی ۱/۸۹، مشکوٰۃ ۱۷۵/۱، ابوداؤد ۳۲۰/۱)

ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان فرق کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے۔

○ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سحری کا کھانا اتنا مبارک تھا کہ اگر

آپ کھانا تناول فرما رہے ہوتے اور کوئی خادم حاضر خدمت ہو جاتا، تو آپ اسے بھی

دعوت دیتے جیسا کہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

دربار نبوی میں حاضر ہوا آپ اس وقت سحری کا کھانا تناول فرما رہے تھے، مجھے دیکھ کر

فرمایا: هلم الي الغذاء المبارک (ابوداؤد ۳۲۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۶)

برکت والے کھانے کی طرف آؤ۔

○ سحری کھانے کیلئے کوئی بھی پاکیزہ اور حلال کھانا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

لیکن اگر اس وقت کچھور میسر ہو تو ضرور استعمال کریں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

نعم سحور المؤمن التمر (ابوداؤد ص، مشکوٰۃ ص ۱۷۶)

مؤمن کی بہترین سحری کھجور ہے۔

○ ایک روایت میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یستحب السحور وعلی
جرعة من ماء (مراہیل ابوداؤد ص ۸)

بے شک رسول اللہ ﷺ سحری کھانا پسند فرماتے تھے اور پانی کے چند گھونٹ پیجے۔

یاد رہے عام طریقہ کے مطابق سحری کھاتے وقت بھی بسم اللہ سے آغاز
کریں اور معمول کے مطابق کھانا تناول کریں۔

سحری تاخیر سے کریں

سحری کھانے میں تاخیر کریں، کیونکہ آخری وقت میں سحری کھانا پسندیدہ ہے۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک یہی تھا کہ آپ فجر کی اذان کے قریب
سحری سے فارغ ہوتے اور پھر نماز فجر کیلئے تشریف لے جاتے۔ حضرت انس، حضرت
زید (رضی اللہ عنہما) سے بیان کرتے ہیں:

تسحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قمنا الی
الصلوة قلت کم کان قدر ما بینہما قال خمسين آية
(مسلم ۱/۳۵۰، ابن ماجہ ص ۲۳۳ واللفظ لہ)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر آپ نماز کیلئے اٹھے
میں نے پوچھا کہ دونوں کے درمیان کس قدر فاصلہ تھا کہا کوئی پچاس آیات پڑھنے کے برابر۔
یعنی آپ نے سحری کھائی تو اسی وقت اذان ہو گئی اور آپ نماز کیلئے چلے گئے
نماز اور سحری کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ جتنی دیر میں قرآن پڑھنے والا پچاس آیتوں
کی تلاوت کرتا ہے۔

اس حدیث کے ضمن میں امام نووی لکھتے ہیں:

فيه الحديث على تاخير السحور الى قبيل الفجر (نووی بر مسلم ۱/۳۵۰)
اس حدیث میں اس بات کی ترغیب ہے کہ فجر (کی اذان) سے پہلے تک
عمری کو مؤخر کرنا چاہیے۔

○ ایک اور مقام پر عمری میں تاخیر کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:
ان بلالا يؤذن ليليل فكلوا واشربوا حتى تسمعوا اذان ابن
مكثوم (مسلم ۱/۳۳۹)

بلال رات کو ہی اذان پڑھ دیتے ہیں، ان کی اذان تمہیں کھانے پینے سے نہ
روکے تم کھاؤ پیو جب تک عبداللہ بن ام مکتوم کی اذان کو نہ سن لو۔
یعنی نماز فجر کے وقت آنے سے پہلے تک کھانا پینا درست ہے اور اسے اس
وقت تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔

تعمیر:

یاد رہے روزہ رکھنے والے حضرات اپنے اوقات کو درست رکھیں، خدا نخواستہ
اگر کسی وقت مسجد میں اذان وقت سے لیٹ ہو جائے تو وہ بروقت کھانا پینا چھوڑ دیں۔
وقت ختم ہو جانے پر بھی کھاتے پیتے رہنا، روزہ کو توڑ دیتا ہے۔ اس میں اذان لیٹ
دینے والے کا قصور نہیں بلکہ بے وقت کھانے پینے والے کا اپنا ہی قصور ہے کیونکہ وہ
اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔

افطاری کی برکات:

افطاری کے لمحات رحمت خداوندی کے خصوصی انوار و برکات کے لمحات ہیں۔

اس وقت کرم کی برکھا خوب برستی ہے، صاحبان ذوق کو اس وقت جو سرور جولدت اور جو کیف محسوس ہوتا ہے، سارا سال ایسی سہانی گھڑیاں میسر نہیں آتیں۔

آقائے کائنات ﷺ افطاری کے لمحات کی اہمیت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه

(بخاری ۱/۲۵۵، مسلم ۱/۳۶۳، مشکوٰۃ ص ۷۳۷ اور اللفظ لہ)

روزے دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں، ایک افطاری کے وقت اور ایک رب سے ملاقات کے وقت۔

افطاری میں جلدی کریں جس طرح سحری تاخیر سے کرنی چاہیے ایسے

ہی جب سورج غروب ہو جائے، تو افطاری میں جلدی کرنا چاہیے۔

○ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر عجلوا الفطر فان اليهود

يؤخرون (ابن ماجہ ص ۱۲۳)

جب تک مسلمان افطاری میں جلدی کریں گے وہ بھلائی پر رہیں

گے، افطاری میں جلدی کرو کیونکہ یہودی افطاری میں تاخیر کرتے ہیں۔

○ مزید فرمایا:

قال الله تعالى احب عبادي الي اعجلهم فطراً

(ترمذی ۱/۸۸، مشکوٰۃ ۷۵۷ اور اللفظ لہ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں وہ لوگ مجھے سب سے زیادہ

بیارے ہیں جو افطاری میں جلدی کرتے ہیں۔

○ ایک حدیث پاک میں افطاری کا وقت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إذا قبل الليل من ههنا وادبر النهار من ههنا وغربت الشمس
فقد افطر الصائم (بخاری/۱، ۲۶۲، مسلم/۱، ۳۵۱، مشکوٰۃ ۷۵، اواللفظ لک)

جب رات ادھر (مشرق) سے آجائے اور دن ادھر (مغرب) میں چلا جائے
اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار افطار کر لے۔

افطاری کن اشیاء سے کریں: سحری کے کھانے کی طرح ہر حلال اور
پاکیزہ چیز سے افطاری کی جاسکتی ہے۔ لیکن بعض اشیاء ایسی ہی جنہیں سرکارِ دد عالم صلی
اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہے۔ ان میں کھجور پانی اور دودھ ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

○ إذا افطر احد کم فلیفطر علی تمر فانہ برکۃ فان لم یجد
فلیفطر علی ماء فانہ طہور (ترمذی/۱، ۸۸، مشکوٰۃ ص ۷۵، اواللفظ لک، ابن ماجہ
ص ۱۲۳، ابوداؤد/۳۲۱)

جب تم میں سے کوئی افطاری کرنا چاہے تو کھجور سے افطاری کرے کیونکہ اس
میں برکت ہے، اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے افطاری کر لے کیونکہ وہ طہارت
و پاکیزگی کا سبب ہے۔

○ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معمول مبارک بھی یہی تھا کہ

آپ نماز (مغرب) سے قبل تر کھجوروں سے افطاری فرماتے، اگر وہ نہ
ہوتیں تو خشک کھجوروں (چوہاروں) سے افطار کرتے اور اگر یہ بھی نہ ہوتا تو پانی کے

چند گھنٹ سے روزہ افطار فرمالتے۔ (مشکوٰۃ ۱۷۵، ابوداؤد ۱/۳۲۱، ترمذی ۱/۸۸)

دعا کی قبولیت کی گھڑیاں

افطاری کی گھڑیاں دعا کی قبولیت کی گھڑیاں ہوتی ہیں۔ اس لیے افطاری کے وقت دعا کو نہ بھولیں۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ان للصائم عند فطره لدعوة ماترد (ابن ماجہ ص ۱۲۶)

بے شک افطاری کے وقت روزہ دار کی دعا کو رد نہیں کیا جاتا۔

لہذا روزے دار حضرات ان حسین لمحات میں اپنے لیے، ملک و ملت کیلئے اعزہ و اقرباء کیلئے فلاح و کامیابی اور ترقی و عروج کی دعا مانگنا نہ بھولیں۔

افطاری کی دعائیں

احادیث مبارکہ میں افطاری کے وقت کی دعائیں بھی بیان کی گئی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افطاری کے وقت عموماً یہ دعائیں مانگا کرتے تھے:

۰ ذَهَبَ الظَّمْأُ وَابْتَلَّتِ العُرُوقُ وَكَبَّتِ الأَجْرُ انشاءً اللہ

(ابوداؤد ۱/۳۲۱، مشکوٰۃ ص ۱۷۵)

یعنی پیاس ختم ہوگئی، رگیں تر ہو گئیں اور اجر ثابت ہو گیا، اِنشاء اللہ۔

۰ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ (ابوداؤد ۱/۳۲۲، مشکوٰۃ ۱۷۵)

اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق سے افطار کرتا ہوں۔

دوسروں کی افطاری کرانا:

دوسرے روزہ داروں کی افطاری کرانے کا اجر و ثواب بھی بے شمار ہے، نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من فطريقه صائماً كان له مغفرة لذنوبه وحق رقبته من النار
وكان له مثل اجره من غير ان ينقص من اجره شيئاً

(شعب الایمان ۷/۲۱۶، مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

جس نے کسی کا روزہ افطار کرایا تو یہ عمل اس کے گناہوں کی معافی اور دوزخ سے
نجات کا ذریعہ ہوگا اور روزہ دار کے ثواب میں کمی کیے بغیر اس کے برابر سے بھی اجر ملے گا۔
○ ایک روایت میں ہے:

جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا تو اسے گناہوں کی بخشش اور جہنم سے
آزادی ملے گی اور روزہ دار کے برابر اجر ملے گا، روزہ دار کے ثواب میں کمی نہ
ہوگی، یہ اجر اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرمائے گا جو دودھ کے گھونٹ یا پانی کے گھونٹ سے کسی
کا روزہ افطار کرائے گا اور جو آدمی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ
اسے میرے حوض سے سیراب کرے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس نہ
لگے گی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

○ مزید فرمایا:

جس نے کسی کا روزہ افطار کرایا، اسے اس کے روزے کے برابر ثواب ہوگا اور
روزہ رکھنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (ترمذی ۱/۱۰۰)

○ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ کے ہاں افطاری کی اور فرمایا: روزہ
داروں نے تمہارے ہاں افطاری کی اور نیک لوگوں نے تمہارا کھانا کھایا اور فرشتوں
نے تمہارے لیے رحمت کی دعائیں مانگیں۔ (ابن ماجہ ۱۳۶)

روزہ میں بھول کر کھالینا:

نماز فجر کے وقت کے داخل ہونے سے پہلے سے لے کر سورج غروب ہونے تک اگر معمولی چیز بھی کھاپی لی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ بھول کر کچھ کھالینے سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من نسی وهو صائم فاكل او شرب فليتم صومه فانما اطعمه الله وسقاه (بخاری ۱/۲۵۹، مسلم ۱/۳۶۴، مشکوٰۃ ص ۶۷۶، اللفظ لہ)
جس نے روزے کی حالت میں بھول کر کھاپی لیا تو وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا پلایا ہے۔

یاد رہے یہ حکم اس وقت ہے جب یاد آنے پر کھانا پینا چھوڑ دیا جائے۔ اگر یاد آنے پر بھی کھانا پینا جاری رکھا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

مسواک کرنا روزے کی حالت میں مسواک کرنا درست ہے، خواہ دن کا ابتدائی حصہ ہو یا آخری حصہ، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مالا احصى يتسوك وهو صائم (بخاری ۱/۲۵۹، ترمذی ۱/۹۱، ابوداؤد، ۱/۳۲۲، مشکوٰۃ ص ۶۷۶، اللفظ لہ)
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ کی حالت میں متعدد بار مسواک کرتے دیکھا ہے۔

۲۔ ارشاد نبوی ہے:

من خیر خصال الصائم السواک (ابن ماجہ ص ۱۴۲)
روزہ دار کی بہترین عادتوں میں ایک عادت مسواک کرنا ہے۔

سواک کرتے وقت اس چیز کی احتیاط ہو کہ کہیں پانی طلق سے پیچے نہ اترے یا سواک کا کوئی ذرہ حلق تک نہ پہنچ جائے۔ اور روزہ کی حالت میں تو تمہ پیسٹ یا کوئی منجن وغیرہ استعمال نہ کریں، کیونکہ اس صورت میں اگر اس کا ذائقہ طلق میں محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ہاں دانتوں کی صفائی کیلئے خالی برش استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

روزے کی حالت میں وضو کرتے وقت مبالغہ نہ کرے: عام حالت میں وضو کے دوران کلی کرتے وقت خوب غرغہ کرنا چاہیے یعنی طلق تک پانی پہنچانا ضروری ہے، لیکن روزے کی حالت میں کلی کرتے ہوئے مبالغہ نہ کرے اور نہ ہی ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے۔ حدیث نبوی ہے:

اسبغ الوضوء واخلل بین الاصابع وبالغ فی الاستنشاق الا ان تکون صائمًا (ابوداؤد/۳۲۳، ترمذی/۱/۹۷ مشکوٰۃ/۳۶۶ واللفظ لہ)

خوب اچھی طرح وضو کرو، انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی چڑھاتے وقت مبالغہ کرو، مگر جب تم روزے کی حالت میں ہو تو احتیاط کرو۔

سرمہ لگانا

روزے دار کیلئے آنکھ میں ڈراہنس ڈالنا یا کوئی دوائی لگانا جائز نہیں، کیونکہ آنکھ اور حلق کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے، اس لیے آنکھ میں لگائی گئی دوا کا ذائقہ حلق میں محسوس ہوتا ہے، جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، البتہ سرمہ لگانا جائز ہے، کیونکہ یہ سنت سے ثابت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں خود بھی سرمہ استعمال فرمایا ہے، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں:

اکتحل رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو صائم (ابن ماجہ)

۱۲۲، المواہب اللدنیہ ۴/۳۳۸، بل الصمدی دار الشاد ۸/۳۲۰)

رسول اللہ ﷺ نے روزے کی حالت میں سرمہ لگا یا ہے

۲۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہما بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

اشتکت عینی فما کتحل وانا صائم قال نعم

(ترمذی ۱/۹۱، مشکوٰۃ ص ۶۷، ادا اللفظ)

حضور میری آنکھ میں درد ہے کیا میں حالت روزہ میں سرمہ لگا سکتا

ہوں؟ فرمایا ہاں لگا سکتے ہو۔

۳۔ عن انس بن مالک انه کان یکتحل وهو صائم۔ حضرت انس رضی اللہ

عنه بھی روزے کی حالت میں سرمہ لگاتے تھے۔

(ابوداؤد ۱/۳۲۳)

۴۔ حضرت امیر ایہم نخعی (تابعی) بھی روزے دار کو سرمہ لگانے کی اجازت دیتے

تھے (ابوداؤد ۱/۳۲۳)

۵۔ امام اعمش فرماتے ہیں:

ما رایت احد امن اصحا بنا یکره الکحل للصائم (ابوداؤد ۱/۳۲۳)

ہمارے احباب میں سے کوئی بھی روزے کی حالت میں سرمہ لگانا مکروہ نہیں جانتا۔

کان میں دوا ڈالنا: روزے کے دوران کان میں دوا ڈالنا درست ہے، اس سے

روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ کان اور گلے کے درمیان رکاوٹ ہے، کان میں

ہاں ہوئی چیز کا تعلق طلق کے ساتھ نہیں ہوتا۔

تاک میں دو اڈا لےنے کا حکم: اگر روزے کی حالت میں تاک میں دو اڈا لی تو روزہ ٹوٹ جائیگا، کیونکہ تاک پور گلے کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے، تاک میں ڈالی گئی دو اڈا طلق میں پہنچی جاتی ہے۔ اس لیے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

احتلام، حجامت اور کا حکم

اگر روزہ دار سویا اور سوتے میں ہی اسے احتلام ہو گیا یا اس نے روزے کے دوران حجامت، بخوالی یا معدہ میں خرابی کے باعث، جمی آنے سے بچے آگئی تو اس صورت میں روزے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

ارشاد نبوی ہے:

ثلاث لا يفطرن الصائم الحجامة والقي والاحتلام

(ترمذی ۱/۹۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۷)

یعنی نین چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا حجامت، بچے اور احتلام۔

۲۔ حریدہ ارشاد فرمایا:

من درعه القي وهو صائم فليس عليه قضاؤه ومن استقاء عمدًا فليقبض

(ابوداؤد ۳۲۳/۱، ترمذی ۱/۹۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۶ او اللفظ لہ)

جس پر تے کا غلبہ ہو اور تے آگئی تو وہ روزے کی قضاء نہ کرے اور جس نے جان بوجھ کر تے کی وہ تضا کرے۔

یعنی اگر خود بخود تے آجائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر جان بوجھ کر تے کی تو

روز، ٹوٹ جاتا ہے اور اسکی قضا لازم ہوتی ہے۔ ایسے ہی اگر قے کا کوئی ذرہ نکل لہر جائے، تو بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

بیوی سے بوس و کنار روزے کے دوران شوہر اپنی بیوی کا بوسہ بھی سکتا ہے اور ساتھ لیٹ بھی سکتا ہے، لیکن چونکہ عام آدمی کیلئے اپنی شہوت پر قابو پانا دشوار ہوتا ہے، اس لیے خطرہ ہے کہ کہیں جماع نہ کر بیٹھے، جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ بھی لازم آتا ہے۔ لہذا جہاں تک ہو سکے خود کو نفسانی خواہشات سے دور رکھے۔ بالخصوص جوان آدمی بوس و کنار سے بچے۔

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رجلا سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المباشرة للصائم فرخص له واتاه اخر فسأله فنہاہ فاذا الذی رخص له شیخ واذا الذی نہاہ شاب (ابوداؤد/۳۲۳/۱، مشکوٰۃ ص ۶۷۱ اولفظ لہ)

نبی کریم ﷺ سے ایک آدمی نے روزے دار کیلئے مباشرت (بیوی کے پاس لینے) کے متعلق پوچھا تو آپ نے اسے اجازت دی اور ایک دوسرے آدمی نے اسی عمل کے متعلق عرض کیا تو آپ نے اسے روکا، جسے آپ نے اجازت عنایت فرمائی وہ بوز صائم اور جسے منع فرمایا وہ جوان تھا۔

چونکہ جوان آدمی کیلئے زیادہ خطرہ ہوتا ہے اس لیے آپ نے اسے منع فرمایا۔

○ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبل ویبشر وهو صائم وکان املکم لاریہ (بخاری/۲۵۸/۱، مشکوٰۃ ص ۶۷۱ اولفظ لہ، ابوداؤد/۳۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں پورے بھی لیتے اور مباشرت بھی لیتے تھے اور آپ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر کنٹرول کرنے والے تھے۔

اگر جماع کر بیٹھے اگر روزے کی حالت میں کوئی جماع کر بیٹھے اور بیوی کی رضا بھی شامل ہو تو دونوں کا روزہ ختم اور کفارہ بھی لازم ہوگا اور اگر صرف مرد کی رضامندی ہوگی عورت کو مجبور کیا گیا ہو تو مرد پر کفارہ و قضا لازم ہوگی جبکہ عورت پر صرف قضا ہے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں روزے کے دوران بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں، میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا:

فعل لجد رقبۃ تحتھا قال لا قال فهل تستطيع ان تصوم شهرین متتابعین
قال لا قال فهل اطعام ستین مکسینا قال لا الخ (بخاری ۱/۲۵۹)

یعنی کیا تو غلام آزاد کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کیا تو دو ماہ متواتر روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت رکھتا ہے؟ (تو انہیں کھانا کھلا دو) اس نے کہا نہیں۔

اس حدیث پاک میں روزے کا کفارہ ادا کرنے کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ غلام آزاد کرنا (یہ آج کل ناممکن ہے)۔

۲۔ ساٹھ دنوں کے روزے رکھنا۔

۳۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

..... ۵۔ اگر کوئی آدمی بھول کر جماع کر لے تو اس پر نہ کفارہ ہے اور نہ ہی روزے کی

قضا: قال الحسن ومجاهد ان جامع ناسیا فلا شی علیہ (بخاری ۱/۲۵۹)

امام حسن اور امام مجاہد نے کہا ہے کہ جسے بھول کر جماع کیا اس پر کچھ بھی لازم نہیں
 مسافر اور مریض کا حکم اسلام دین فطرت ہے، اس میں بے جا شدت
 اور سختی نہیں ہے۔ دیگر امور میں آسانی کی طرح اسلام نے روزہ کے سلسلہ میں
 مریض، مسافر اور حاملہ اور مرضہ (دودھ پلانے والی عورت) پر بھی تخفیف کی ہے۔
 ○ ارشاد قرآنی ہے:

ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر (البقرہ ۱۸۵)

اور جو بیمار اور مسافر ہو تو دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرے۔

اگر سفر میں دقت اور دشواری نہ ہو تو آدی روزہ رکھ سکتا ہے ورنہ روزہ چھوڑنے

کی اجازت ہے۔

○ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

اصوم فی السفر..... قال ان شئت فصم وان شئت فافطر

(بخاری ۱/۲۶۰ مشکوٰۃ ص ۱۷۷، ابوداؤد ۱/۳۲۷)

کیا میں سفر میں روزہ رکھ لوں، آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو روزہ رکھے اور

اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

○ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج الی مکة فی رمضان فصام

حتى بلغ الکدید الفطر فافطر الناس (بخاری ۱/۲۶۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں روزے کی حالت

میں سفر کیا، جب آپ کدید کے مقام پر پہنچے تو آپ نے روزہ انظار کر لیا، (یعنی وقت

سے پہلے ہی کھول لیا) ملو لوگوں نے بھی اظہار کر لیا۔

حائضہ، حاملہ اور مرضہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

كان يصيبنا ذلك فنومر بقضاء الصوم ولا نומר بقضاء الصلوة

(مسلم/۱، ۱۵۳، مشکوٰۃ ص ۱۷۸)

یعنی جب ہمیں حیض کا عارضہ لاحق ہوتا تو ہم نماز اور روزہ بجا نہ لاتی تھیں اور ہمیں روزہ قضاء کرنے کا حکم دیا جاتا تھا نماز قضاء کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔

یعنی حیض والی عورت نماز اور روزہ بجا نہ لائے، جب مخصوص دن گزر جائیں تو وہ نماز قضاء کرے گی لیکن روزہ قضاء نہ کرے۔

○ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إذا حاضت لم تصل ولم تصم (بخاری ۱/۳۳)

جب عورت کو حیض آئے تو وہ نہ نماز پڑھے گی اور نہ روزہ رکھے گی۔

○ حدیث نبوی میں ہے:

ان الله وضع عن المسافر شطر الصلوة والصوم عن المسافر وعن

المرضع والحبلی (ابن ماجہ ص ۱۲۱، مشکوٰۃ ۱۷۸، نسائی ۱/۳۱۸، ترمذی ۱/۸۹)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدمی نماز کو معاف کر دیا ہے اور مسافر، دودھ

چلانے والی اور حاملہ عورت کو روزے کی رخصت عتایت فرمائی ہے۔

○ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للحملی التي تخاف علی

نفسها ان تفتطر وللمرضع التي تخاف علی ولدها (ابن ماجہ ص ۱۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاملہ عورت کو روزہ چھوڑنے کی اجازت دی

ہے، جب اسے اپنی جان کا خطرہ ہو اور دودھ پلانے والی کو بھی رخصت دی ہے جب

اسے بچے کا اندیشہ ہو۔

چند دیگر مسائل

روزے کے چند متفرق مسائل درج ذیل ہیں:

○ گرمی اور پیاس کی شدت دور کرنے کیلئے سر پر پانی ڈالنا یا ٹھنڈک حاصل کرنا

درست ہے (مشکوٰۃ ص ۱۷۷)

○ کھلی کے بعد پانی کا اثر اور ٹھنڈک نکل لینے سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(مشکوٰۃ ص ۱۷۷)

○ دائمی مریض روزے کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلا دے

○ عورت کو روزے کی حالت میں حیض یا نفاس آ گیا تو روزہ ختم ہو جائے گا خواہ

دن کے کسی حصے میں بھی آئے، عورت بعد میں روزے قضاء کرے گی۔

○ اگر کسی عورت کو ہمیشہ خون آتا ہو تو وہ حیض کے مخصوص دن نکال کر نماز، روزہ ادا

کرے اور روزہ چھوڑنے کیلئے یہ کوئی عذر نہیں ہے۔

○ بلا عذر کسی چیز کا چکھنا یا منہ میں چبانا مکروہ ہے، اگر کوئی ذرہ حلق میں پہنچ گیا تو روزہ

نوٹ جائیگا ورنہ نہیں۔

۱۵ اگر عورت کا خاوند بد مزاج ہو تو وہ سالن کا ذائقہ معلوم کرنے کیلئے زبان سے چھک کر فوراً تھوک دے، اس کا روزہ برقرار رہے گا۔

۱۵ اگر عورت کا بچہ بغیر چبائے روئی وغیرہ نہیں کھا سکتا تو اسے چبا کر کھڑے کھانا جائز ہے۔
 ۱۵ روزے کی حالت میں انجکشن لگوانے سے مکمل احتراز کریں، جدید تحقیق کے مطابق اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۱۵ سر یا جسم پر تیل ملنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۱۵ حقہ، سگریٹ اور تمباکو استعمال کرنے سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

۱۵ اگر حلق میں غبار، بکھی یا دھواں وغیرہ داخل ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۱۵ دانتوں سے خون نکلا اور اس کو نگل گیا اگر وہ تھوک پر غالب تھا تو روزہ ٹوٹ گیا، ورنہ نہیں۔
 ۱۵ اگر رات سمجھ کر سحری کھا رہا تھا حالانکہ صبح ہو چکی تھی اسی طرح سورج کے متعلق خیال کیا کہ وہ غروب ہو چکا ہے اور روزہ کھول لیا، دونوں صورتوں میں روزہ ختم اور قضاء لازم ہوگی۔

۱۵ مشت زنی سے اگر انزال ہو گیا تو روزہ ختم ورنہ مکروہ ہے، روزہ نہیں ٹوٹے گا

(ملخصاً در مختار علی حاشیہ رد المحتار ص ۱۰۷ تا ۱۱۳ جلد ۲)

مسائل کی مزید تفصیلات کیلئے، علمائے اہلسنت سے رابطہ کریں یا بہار شریعت

جلداول پانچواں حصہ کا مطالعہ کریں۔

روزہ کی فرضیت و فضیلت

فرضیت: اللہ تعالیٰ نے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی طرح ماہ رمضان

البارک کے روزے بھی مسلمانوں پر فرض کیے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يا ايها الذين امنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من
قبلكم لعلكم تتقون (البقرہ ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں
پر فرض کیے گئے تاکہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔

○ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

فمن شهد منكم الشهر فليصمه (البقرہ ۱۸۵)

پس تم میں سے جو کوئی (رمضان کا) مہینہ پائے تو اسے چاہیے کہ اس کے
روزے رکھے.....

احادیث مبارکہ میں جا بجا ماہ رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کو بیان
کیا گیا ہے، چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں!.....

○ شعبان المعظم کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استقبال
رمضان کے طور پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا، اسکے یہ الفاظ قابل غور ہیں!.....

يا ايها الناس قد اظلكم شهر عظيم شهر مبارك شهر فيه ليلة خير
من الف شهر شهر جعل الله صيامه فريضة الحديث

(شعب الایمان ۷/۲۱۶، مشکوٰۃ ۱۷۳)

لوگو! ایک عظمت و رفعت والا مہینہ تم پر سایہ نکلن ہے وہ برکت و خیر والا مہینہ ہے
وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس
کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں۔

○ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله تبارك وتعالى فرض صيام رمضان عليكم

(مسند احمد ۱/۱۹۱، ۱۹۵، نسائی ۱/۳۰۸، شعب الایمان ۷/۲۲۲)

بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزے تم پر فرض کیے ہیں۔

○ حضرت زید بن نعیم صحری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اربع فروضهن الله في الاسلام الصلوة والزكوة وصيام

رمضان وحج البيت (مسند احمد ۳/۲۰۱، الترغيب والترهيب ۱/۳۸۳)

چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام میں (کلمہ کے بعد) فرض کیا ہے نماز، زکوٰۃ، ماہ رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج۔

ماہ رمضان کے روزے کس دور میں نازل ہوئے؟

حقیقت سے ناواقف حضرات کے ذہنوں میں یہ بات ہے کہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو پچاس نمازیں اور چھ ماہ کے روزے عطا فرمائے تھے، جو کہ بعد میں پانچ نمازیں اور ایک ماہ کے روزے رہ گئے تھے۔ یہ ایک افسانہ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

کیونکہ ماہ رمضان المبارک کے روزوں کا حکم، مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد، دوسرے سال ماہ شعبان المعظم میں، غزوہ بدر سے ایک ماہ پہلے نازل

ہوا اور غزوہ بدر سترہ رمضان المبارک کو ہوا تھا (کتاب سیر)

تو معلوم ہوا کہ روزوں کی فرضیت سترہ شعبان المعظم کو نازل ہوئی، واللہ اعلم۔
جس مہینے قبلہ تبدیل ہوا تھا اس سے اگلے ماہ روزوں کا حکم نازل ہوا

(مرقاۃ، اشعۃ المصائب، وغیرہ)

فضیلت و برکت رمضان المبارک کے روزوں کی فضیلت و برکت کو بیان

کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: لعلکم تتقون (البقرہ ۱۸۳)

یعنی رمضان المبارک کے روزے رکھنے سے تمہیں تقویٰ اور پرہیزگاری ملے گی۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صام رمضان ايماناً

واحساباً غفر له ماتقدم من ذنبه (بخاری ۱۰/۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی ایمان اور ثواب کی نیت سے ماہ

رمضان کے روزے رکھے گا اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

۲۔ ایک آدمی نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

يا رسول الله ان شهدت ان لا اله الا الله وانك رسول الله

وصليت الصلوات الخمس و اديت الزكوة وصمت رمضان وقمت

فمن انا؟ قال من الصديقين والشهداء

(صحیح ابن حبان ۱۸۳/۶، ابن خزیمہ ۳/۳۳۰، الترغیب والترہیب ۱۰۶/۲)

یا رسول اللہ! اگر میں گواہی دوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے

رسول ہیں اور زکوٰۃ ادا کروں اور ماہ رمضان کے روزے رکھوں اور اس کا قیام کروں تو

میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: صدیقیوں اور شہیدوں سے۔

۳۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تبارك وتعالى
فرض صيام رمضان عليكم وسنت لكم قيامه فمن صامه وقامه ايمانا
واحسابا خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه (ابن ماجہ، کنز العمال)

(نسائی ۱/۳۰۸، شعب الایمان ۷/۲۲۲، مسند احمد ۱۹۱، ۱۹۵، جلد ۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے تم
پر رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور میں نے اس کا قیام تمہارے لیے سنت مقرر
کیا ہے، پس جس شخص نے ایمان اور ثواب کی نیت سے اس کے روزے رکھے اور اس کا
قیام کیا تو وہ گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو جائے گا جس دن اس کی ماں نے
اسے جنم دیا تھا۔

یعنی جس طرح اپنی ولادت کے وقت پاک و صاف تھا ایسے ایمان و ثواب کی
نیت سے روزے رکھنے کی وجہ سے گناہوں سے پاک اور صاف ہو جائے گا۔

۴۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من صام رمضان
وعرف حدوده وتحفظ مما كان ينبغي له ان يتحفظ كقفر ما قبله
(مسند احمد ۳/۵۵، اللفظ لا، سنن کبریٰ ۳/۳۰۴، شعب الایمان ۷/۲۳۰، مسند ابویعلیٰ رقم ۱۰۵۸)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس آدمی نے
رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اس کی حدود کو پہچانا اور جس چیز کی حفاظت

دیکھداشت کرنا چاہیے تھی اسکی تمہبانی کی بتو اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔
یعنی جو شخص روزے کے دوران ان تمام چیزوں سے بچتا رہا جن سے بچنا
ضروری تھا اور روزے کے تقاضوں کو پورا کیا تو ان روزوں کی وجہ سے اس کے پہلے
سارے گناہ معاف کیے جائیں گے۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الصیام والقرآن
یشفعان للعبد یقول الصیام ای رب منعتہ الطعام والشہوات بالنہار
فشفعنی فیہ ویقول القرآن منعتہ النوم باللیل فشفعنی فیہ فیشفعان
(المسح رک ۱/۵۵۳، مسند احمد ۲/۱۷۳، مشکوٰۃ ۳/۱۷۳، مجمع الزوائد ۱/۱۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزے اور قرآن بندے کیلئے سفارش
کریں گے، روزے کہیں گے پروردگار! ہم نے اسے دن کے وقت کھانے اور شہوات
پوری کرنے سے باز رکھا، لہذا تو اس کے حق میں ہماری سفارش قبول فرما اور قرآن
کہے گا پروردگار! میں نے اسے رات کو نیند سے دور رکھا لہذا تو اسکے حق میں میری
سفارش قبول فرما، تو ان دونوں کی عرض قبول کی جائے گی.....

یعنی دونوں کی سفارش کو قبول فرما کر بندے کو جنتی ہونے کا حکم سنایا جائے گا۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ کل عمل ابن آدم لہ
الا الصیام فانہ لی وانا اجزی بہ والصیام جنة و اذا کان یوم صوم احدکم
فلایرث ولا یصخب فان سابه احد او قاتلہ فلیقل انی امرؤ صائم والذی

نفس محمد بيده لخلوف في الصائم اطيب عند الله من ريح المسك
 للصائم فرحتان يفرحهما اذا اظفر فرح واذا لقي ربه فرح لصومه
 (بخاری/۱، ۲۵۵، واللفظ لہ وسلم/۱، ۳۶۳، مشکوٰۃ ۳/۱۱۷۳، ابن ماجہ ۱۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان کے تمام اعمال اس کیلئے ہیں مگر روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں اسکی جزاء دوں گا، روزہ (گناہوں اور نفسانی خواہشات سے بچنے کیلئے) احوال ہے۔ جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو وہ نہ جھگڑے اور نہ ہی برا کلام کرے، اگر اسے کوئی گالی دے یا لڑائی کرنا چاہے، تو وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، تم ہے اس ذات کی جس کے دستِ (قدرت) میں محمد کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بوا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے، روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں، ایک جب افطاری کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور دوسری جب رب سے ملے گا تو اپنے روزے کی وجہ (اس کے انعام و اکرام پر) خوش ہوگا۔

۷۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان فی الجنة بابا یقال له
 الریان یدخل منه الصائمون یوم القیامة لا یدخل منه احد غیرہم یقال
 ابن الصائمون فیقومون لا یدخل منه احد غیرہم فاذا دخلوا اغلق فلم
 یدخل منه احد (بخاری/۱، ۲۵۳، واللفظ لہ وسلم/۱، ۳۶۳، ابن ماجہ ۱۱۹)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جسے
 ”ریان“ کہا جاتا ہے، قیامت کے دن روزے دار اس دروازے سے داخل ہوں

گئے، ان کے علاوہ کوئی اور اس سے داخل نہیں ہوگا، آواز دی جائے گی روزے دار کدھر ہیں؟ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے، اس دروازہ سے ان کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا، جب وہ اس دروازے سے داخل ہو جائیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا اور اس میں کوئی اور داخل نہ ہوگا۔

فائدہ واضح رہے کہ ریان، فحلان کے وزن پر ہے جس کا ماخذ زنی ہے اس کا معنی ہے سیراب ہونا، ریان کا مطلب ہے بہت زیادہ سیراب کرنے والا۔ چونکہ روزے داروں نے محض اللہ کی رضا کیلئے بھوک اور پیاس برداشت کی ہوگی اس لیے ان کیلئے ایک ایسا دروازہ مخصوص کیا گیا ہے، جو انہیں خوب سیراب کر دیکر ان کی بھوک اور پیاس کو یکسر مٹا دیکر اور وہ کبھی بھوکے اور پیاسے نہ ہوں گے۔

۸۔ ایک روایت میں ارشاد ہے:

اتاكم رمضان شهر بركة، يغشاكم الله فيه فيحط فيه الخطايا ويستجيب فيه الدعاء ينظر الله تعالى الى تنا فسكم فيه ويباهي بكم الملائكة فاروا الله من انفسكم خيراً فان الشقى من حرم فيه رحمة الله عز وجل (الترغيب والترهيب)

یعنی (لوگو!) تمہارے پاس برکت والا مہینہ آچکا ہے اس میں تم پر رحمت چھا جائے گی، پس تمہاری خطائیں معاف ہوں گی اور دعائیں قبول ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمہاری نیکیوں کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور تمہاری وجہ سے فرشتوں کے سامنے نخر فرمائے گا، پس تم خدا کو اپنی طرف سے نیکیاں پیش کرو، سو بد بخت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوا۔

○ حضرت امام غزالی سے روایت ہے:

ان النبی ﷺ دخل علیها فدعت له بطعام فقال لها کلی فقالت انی صائمة فقال النبی ﷺ ان الصائم اذا اكل عنده صلت علیه الملائكة حتی ینفر غوا (رواه احمد والترمذی ۱/۹۷ وابن ماجہ ۱۳۶ والدارمی، مشکوٰۃ ۱۸۱)

بے شک نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے آپ کیلئے کھانا تیار کیا، آپ نے فرمایا تم بھی کھاؤ۔ انہوں نے کہا: میرا روزہ ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جاتا ہے تو لوگوں کے فارغ ہونے تک فرشتے اس پر نزول رحمت کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

نقلی روزوں کی فضیلت

روزہ فرضی ہو یا نقلی یہ جسم کی پاکیزگی، روح کی بالیدگی، بدن کی طہارت، باطن کی نقاست، رضائے خداوندی، خوشنودی مصطفوی، فلاح اخروی اور سعادت سرمدی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔

○ ارشاد نبوی ہے:

لکل شیء زکوٰۃ وزکوٰۃ الجسد الصوم (ابن ماجہ ۱۳۶، مشکوٰۃ ۱۸۰)

ہر چیز کو کوئی چیز پاک کرتی ہے اور جسم کی طہارت روزہ سے ہے۔

○ ایک حدیث میں ہے:

الصیام جنۃ (بخاری ۱/۳۵۵، مسلم ۱/۱۳۶۳، ابن ماجہ ۱۱۹، مشکوٰۃ ۱۷۳)

یعنی (نفسانی خواہشات اور گناہوں سے بچنے کیلئے) روزہ ڈھال ہے۔

○ ایک مقام پر فرمایا:

ان خصائص امتی الصیام (شرح النہیص، مکتوٰۃ ص ۶۹، منہ احمد ص)
بہ شک روزہ میری امت کیلئے خواہشات کو توڑنے والا ہے۔

یعنی روزہ نفسانی خواہشات مٹانے کیلئے مہم و معاون ہوتا ہے۔

○ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام يوماً فی سبیل اللہ بعد اللہ

وجہہ عن النار سبعین خریفاً (مسلم ۳۶۳/۱، مکتوٰۃ ص ۷۹، اول النقطۃ ابن ماجہ ۱۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو آدمی اللہ کے راستے میں

(رضائے الٰہی کیلئے) ایک دن کا روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو ستر سال کی مسافت کے
برابر آگ سے دور کر دے گا۔

○ اسی مضمون کی ایک روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(ابن ماجہ ۱۲۳)

○ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام يوماً فی سبیل اللہ جعل

اللہ بینہ وبين النار خندقاً کما بین السماء والارض (رواہ الترمذی مکتوٰۃ ص ۱۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے اللہ کی رضا کیلئے ایک دن کا روزہ

رکھا اللہ تعالیٰ اس کے درمیان آسمان اور زمین کے برابر خندق بنا دے گا۔

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من صام يوماً ابتغاء وجه اللہ بعدہ اللہ من جہنم کبعد غراب طائر وهو

لوحِ حسی ماتِ ہرماً (شعب الایمان ص ۱۸۱، الترغیب والترہیب ص)
 جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہے ہوئے ایک دن کا روزہ رکھا اللہ
 تعالیٰ اسے جہنم سے اتنا دور فرما دیتا ہے، جتنا کہ ایک کوئے کا بچہ اڑے اور
 اڑتے اڑتے بوزھا ہو کر مر جائے۔

جس طرح اتنی طویل مدت میں ایک کوہ بہت دور تک پہنچ جائے گا، ایسے ہی رضائے
 الہی کے حصول کیلئے صرف ایک دن کا روزہ رکھے والا اس قدر جہنم سے دور ہو جائیگا۔

○ حضرت ابو ذرؓ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص نے ایک دن رضائے الہی کیلئے
 روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان آسمان اور زمین کے برابر خندق
 بنا دے گا۔ (الترغیب والترہیب ۲/۳۸۹)

نفلی روزہ کی قضا:

واضح رہے کہ نفلی روزے کی نیت زوال سے قبل جب چاہے کر سکتا ہے۔
 بشرطیکہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھائی ہو (مسلم/ ۳۶۳، مشکوٰۃ ۱۸۱)
 ○ اگر نفلی روزہ پورا کرنے سے پہلے ہی اظہار کر دیا تو بعد میں اس کی قضا دینا
 ہوگی۔ (ترمذی ۱/۹۲-۹۱، ابوداؤد ۱/۳۳۳، مشکوٰۃ ۱۸۱)

نفلی روزوں کا بیان

قارئین کی روحانی ضیافت کے لیے احادیث مبارکہ میں مذکور نفلی روزوں کا بیان پیش
 خدمت ہے، تاکہ کامل ذوق ان ایام میں روزے رکھ کر روحانی تسکین کا سامان کر سکیں۔

ایام بیض کے روزے:

ایام بیض چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو کہا جاتا ہے، بیض کا معنی ہے سفیدی اور ایام دنوں کو کہتے ہیں، چونکہ چاند کی مذکورہ تاریخوں میں چاندنی از لول تا آخر مکمل رات ایک جیسی ہی رہتی ہے، اس لیے انہیں ایام بیض (سفیدی کے دن) کا نام دے دیا گیا ہے (نووی بر مسلم ۱/۳۶۲)

اور ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے نیچے تشریف لائے تو آپ کا جسم سیاہی مائل ہو چکا تھا، حضرت جبرئیل امین کے کہنے پر آپ نے ان تاریخوں کے روزے رکھے تو آپ کا جسم مبارک روشن اور سفید ہو گیا، اس لیے ان دنوں کو ایام بیض کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ ہر ماہ چاند کی ان تاریخوں میں روزے رکھنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو!۔۔۔

۱۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:۔۔۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا اباذر اذا صمت من

الشهر ثلاثة ايام فصم ثلث عشرة واربع عشرة وخمس عشرة

(ترمذی ۱/۹۵، نسائی ۱/۳۲۹، مشکوٰۃ ص ۱۸۰، اللفظ لہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! جب تو صیئے میں تین دنوں

کے روزے رکھنا چاہے تو تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھ۔

۲۔ حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يامرنا بصيام ايام البيض

ثلاث عشرة واربع عشرة وخمس عشرة (ابو داؤد ۱/۳۳۲، نسائی ۱/۳۲۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایام بیض یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کا روزہ رکھنے کا حکم فرماتے تھے۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اوصانی خلیلی صلی اللہ علیہ وسلم صیام ثلاثة ایام من کل شهر ورکعتی الضحیٰ وان اوثر قبل ان انام

(بخاری ۱/۲۶۶، ۱/۱۵۷، مسلم ۱/۲۵۰، ابوداؤد ۱/۲۰۳، ترمذی ۱/۹۵)
میرے خلیل (حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے۔ ہر مہینے تین دنوں (ایام بیض) کے روزے رکھوں، چاشت کی دو رکعت ادا کروں اور سونے سے قبل وتر پڑھ لوں۔

۴۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی ہے، میں انہیں پوری زندگی ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ ہر ماہ تین روزے رکھے، چاشت کی دو رکعت پڑھنے اور سونے سے پہلے وتر ادا کرنے کی (مسلم ۱/۲۵۰، ابوداؤد ۱/۲۰۳)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... صوم ثلاثة ایام من کل شهر صوم الدھر کلہ (بخاری ۱/۲۶۶، مسلم ۱/۳۶۷، مشکوٰۃ ۱/۹۷، اللفظ لہ)
ہر ماہ تین روزے رکھنا پورے سال کے روزوں کے برابر ہے۔

۶۔ حضرت معاذہ عدویہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: اکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم يصوم من كل شهر ثلاثة ايام قالت نعم فقلت من اى الشهر كان يصوم قالت لم يكن بيالى من اى ايام الشهر يصوم . . .

(مسلم/۱، ۳۶۷، ابوداؤد/۱، ۳۳۲، ترمذی/۱، ۹۵، مشکوٰۃ/۱، ۱۷۹)

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ تین دنوں کے روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا: آپ کس ماہ میں رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ کسی ماہ کیلئے خصوصی اہتمام نہیں کرتے تھے۔ (بلکہ ہر ماہ تین روزے رکھتے تھے)

عاشوراء اور تاسوعاء کا روزہ

عاشوراء دسویں تاریخ اور تاسوعاء نویں تاریخ کو کہا جاتا ہے، اس سے مراد ماہ محرم الحرام کی نو اور دس تاریخ ہے، ابتداء اسلام میں دس محرم کا روزہ فرض تھا، جب رمضان المبارک کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو اسکی فرضیت منسوخ ہوگئی اور استحباب و جواز باقی رہا۔

۱۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر بصيام يوم عاشوراء فلما فرض رمضان كان من شاء صام و من شاء افطر .

(بخاری/۱، ۲۶۸، واللفظ، مسلم/۱، ۳۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس محرم کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے جب رمضان کے روزے فرض کر دیے گئے تو پھر جو چاہتا روزہ رکھ لیتا جو چاہتا چھوڑ دیتا۔ اب قیامت تک کے مسلمانوں کیلئے نویں دسویں یا دسویں گیارہویں محرم کا روزہ مستحب اور اجر عظیم کا موجب ہے فرض واجب نہیں۔

چند روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

صام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاشوراء و امر بصیامہ
(بخاری ۱/۵۶۲-۳۸۱، مسلم ۱/۳۵۹، ابوداؤد، مشکوٰۃ ۱/۷۸۷، اللفظ لاد)
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کو روزہ رکھا اور اسکے
رکھنے کا حکم بھی فرمایا۔

۲- حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل عن صوم يوم
عاشوراء فقال يكفر السنة الماضية (مسلم ۱/۳۶۸، اللفظ لاد، مشکوٰۃ ۱/۷۹۶)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دس محرم کے روزے کے متعلق عرض کیا گیا
کہ اس کا ثواب کتنا ہے تو آپ نے فرمایا اس سے گزشتہ سال کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔
۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لئن بقيت الي قابل
لاصومن التاسع (مسلم ۱/۳۵۹، مشکوٰۃ ۱/۷۹۶، اللفظ لاد)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نو محرم کا
روزہ (بھی) ضرور رکھوں گا۔

۴- ایک روایت میں اپنے فرمایا:

صوموا التاسع والعاشر وخالفوا اليهود (مرقاۃ ۴/۲۸۸)
نو اور دس بجھو، اور یہودیوں کی مخالفت کرو۔

۵۔ مزید ارشاد فرمایا: صوموا قبلہ يوماً او بعدہ يوماً (مسند احمد ۱/۲۳۶)

دس محرم سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھو۔

شوال کے چھ روزے ماہ شوال میں چھ روزے بھی مسنون ہیں۔ یہ روزے عید الفطر کے فوراً بعد بھی رکھے جاسکتے ہیں اور پورے مہینے کے کسی دنوں میں بھی اکٹھے بھی درست ہیں متفرق بھی، البتہ عید الفطر کے دن ان کا آغاز کر دینا ممنوع، مکروہ اور خلاف شرع ہے۔ ان چھ روزوں کی فضیلت درج ذیل ہے۔

○ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ثم

اتبعہ ستاً من شوال کان کصیام الدهر

(مسلم ۱/۳۶۹، ترمذی ۱/۹۴، بودادودہ ۳۳، مشکوٰۃ ص ۹۷ اور اللفظ لداہن ماجہ ص ۱۲۳)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھے تو یہ سال کے روزوں کے برابر ہے۔ یعنی اسے پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

انہ قال من صام ستة ايام بعد الفطر كان تمام السنة من جاء بالحسنه فله

عشر امثالها (ابن ماجہ ص ۱۲۳)

آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے عید الفطر کے بعد چھ دنوں کے روزے رکھے اسے تمام

حال روز سے رکھے کا ثواب ملے گا، کیونکہ جو ایک نیکی کرتا ہے اسے مزید دس نیکیاں ملتی ہیں۔
 لہذا ماہ رمضان کے روز سے رکھے سے دس ماہ کے روزوں کا اور شوال کے چھ
 دن روز سے رکھے سے دو ماہ (ساتھ دنوں) کے روزوں کا ثواب ہوگا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اور وہابیوں کی خردماغی

یہاں پر یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ فقہ حنفی کی مقبولیت اور شہرت دوام کے
 وجہ سے غیر مقلد وہابی لوگ آئے دن امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہ حنفی کے خلاف
 اپنے دل کا غبار نکالتے رہتے ہیں، آئے دن کوئی نیا شوشہ چھوڑ کر لوگوں کو فقہ حنفی سے
 بیزار کرنا چاہتے ہیں، لیکن شاید نصرت خداوندی اور تائید ایزدی پر ان کا ایمان
 نہیں، اس لیے کہ

فانوس بن کر جسکی حفاظت ہو کرے
 وہ شمع کیسے بجھے جسے روشن خدا کرے

حافظین جس قدر زور و شور سے اسے مٹانا چاہتا ہے حنفی مسلک اس قدر ہی پھیل
 رہا ہے، ویسے بھی حق کو دبا دینے سے وہ کب دبتا ہے، خواہ دنیا اس سے روگردانی بھی
 کر لے۔ حق فرد واحد کے پاس ہو وہ حق ہی ہوتا ہے، خاص کر فتنوں کے زمانوں میں
 حق چند افراد تک محدود ہو کر رہ جائے گا، جہالت و بطالت کے بڑھ جانے سے، اہل
 حق کا کچھ نہیں بگڑتا، ارشاد خداوندی ہے:

لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبك كثرة الخبیث (المائدہ ۱۰۰)

پاک اور ناپاک برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ ناپاکوں کی کثرت تمہیں تعجب

میں ہی کیوں نہ ڈالے۔

احادیث مبارکہ میں بھی قرب قیامت میں گمراہوں، بے دینوں اور بد مذہبوں کی کثرت ہونے کا ذکر ہے، اپنی روش پر چلنے ہوئے وہابی حضرات اس حوالے سے بھی لوگوں کے دلوں میں دوسرے پیدا کرتے ہیں کہ ”شوال کے چھ روزے امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرام ٹھہرے، لیکن امام اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چھ روزوں کی بڑی فضیلت بیان فرما رہے ہیں، قارئین حضرات! فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کے سامنے ہے اور اس کے بالکل برعکس قول ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ نے پڑھ لیا ہے اب دیکھیں آپ کی غیرت ایمانی کا تقاضا کیا ہے؟

(تحفہ رمضان ص ۱۱۲۵ از عبدالمصنور اثری)

پہلی بات: یہ ہے کہ ان عقل کے اندھوں، بصیرت سے محروموں اور فقہ حنفی کے جانی دشمنوں کو اگر یہ قول مل گیا کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے حرام ہیں اور اسے نقل کر کے لوگوں کی غیرت ایمانی سے کھیلتا شروع کر دیا۔ اگر ان کی غیرت ایمانی اور شرم و حیا مردہ نہیں ہوئی تھی، تو امام صاحب کو رحمۃ اللہ علیہ کیوں لکھا اور پھر عوام الناس کو یہ بھی بتا دیتے کہ امام ابوحنیفہ اس قول میں منفر نہیں، بلکہ امام مالک اور دیگر کئی اکابر علیہم الرحمۃ کا بھی یہی موقف ہے۔ ملاحظہ ہو! امام نووی لکھتے ہیں:

وقال مالك و ابو حنيفة يكره ذلك قال مالك في الموطا ما رایت

احدا من اهل العلم يصومها (نووی بر مسلم/ ۳۶۹)

یعنی امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ یہ روزے مکروہ ہیں اور امام مالک نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ میں نے اہل علم میں سے کسی کو بھی یہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اب بتائیے! اکیلے امام ابوحنیفہ کا کیا قصور ہے؟ امام مالک اور ان کے دور کے تمام اہل علم یہ روزے نہیں رکھتے تھے اور ملاحظہ کیجئے!.....

امام مالک علیہ الرحمۃ کا یہ قول موطا امام مالک ص ۲۵۶ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی، باب جامع الصیام میں درج ذیل الفاظ سے موجود ہے:

قال یحییٰ سمعت مالکا یقول فی صیام سعة ایام بعد الفطر من رمضان انه لم یرا احدا من اهل العلم و الفقه یصومها و لم یربغنی ذلک عن احد من السلف و ان اهل العلم یرکھون ذلک و یرخافون بدعته و ان یرحق بر رمضان مالیس منه اهل الجهالة و الجفاء لوراؤا فی ذلک و خصه عنه اهل العلم و رآو هم یعملون ذلک۔

یعنی امام مالک کے شاگرد یحییٰ نے کہا ہے کہ میں نے امام مالک سے سنا ہے، انہوں نے فرمایا کہ عید الفطر کے بعد چھ روزوں کے متعلق کسی بھی عالم اور فقیہ کو نہیں دیکھا کہ وہ یہ روزے رکھتا ہو، اور نہ ہی اکابر (صحابہ تابعین کرام) سے اس کے متعلق مجھے کوئی روایت پہنچی ہے، اہل علم انہیں مکروہ جانتے ہیں اور انہیں خدشہ تھا کہ کہیں یہ بدعت نہ ہوں، اور یہ کہ کہیں جہالت و جفا والے لوگ انہیں ماہ رمضان سے ملا کر ان کی فریضت کا گمان نہ کر لیں، لہذا اگر ہمارے بزرگ ان کے متعلق کوئی اجازت دیکھتے تو انہیں ضرور رکھتے، لیکن ان کے نزدیک ان روزوں کی کوئی اجازت نہیں۔

اب فرمائیے! اکیلے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا کیا جرم ہے؟ یہاں تو امام مالک اور دیگر اکابرین، صحابہ تابعین اور تبع تابعین بھی ان روزوں کو مکروہ، بدعت ناجائز اور ممنوع قرار دے رہے ہیں، لیکن اس نجدی شاطر نے بجائے

ان لوگوں کے اس موقف کو بھی ظاہر کرنے کے اپنی غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی کو بالکل ملیا لیٹ کرتے ہوئے بجائے حضرت امام مالک سے برأت کا اعلان کرے کے انہیں بڑے طمراق سے اپنا امام تسلیم کر لیا ہے۔ دیکھئے یہ دریدہ دھن مصنف عبد الغفور اثری اپنی کتاب ”ہم الحمدیٹ کیوں ہیں؟“ کے ص ۴۶ پر لکھتا ہے حضرت امام مالک الحمدیٹ کے امام ہیں ”اب فیصلہ قارئین کے ہاتھ ہے، محض امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے بعض وعداوت کی بنا پر ان کا کوئی غیر مستند قول کسی کتاب سے نقل کر کے لوگوں کو اشتعال دلانا اور امام مالک اپنی تصنیف میں بذات خود سوال کے چھ روزوں کی پر زور تردید کریں، تو انہیں اپنا امام گردانا کیا غیرت ایمانی اور شرم و حیا سے عاری ہونے کی کھلی دلیل نہیں؟

کم از کم جو جواب امام مالک کے قول کا تھا وہی جواب امام ابوحنیفہ کا سمجھ لیجئے، لیکن اگر وہابی لوگ انصاف و دامن تمام لیں تو وہاہیت و نجدیت کا شعار و علامت ختم ہو جائے، پھر انہیں گستاخ رسول اور گستاخ اولیاء کون کہے، پھر یہ اپنے اندرونی بغض و عداوت اور عناد و شقاوت کا اظہار کیسے کریں، محض مسائل میں اختلاف تو اکابر میں بھی تھا لیکن بزرگوں کی پگڑیوں اچھالنا، ان کی عزتوں سے کھیلنا، ان کی عظمتوں کا انکار کرنا تو وہابیوں کو درش میں ملا ہوا ہے۔ اور اگر یوں کہہ لیا جائے کہ یہ چیزیں ان کی گھٹی میں شامل ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ وہابیوں کا شور و غوغا صرف فقہ حنفی اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے قلبی عداوت اور اندرونی منافقت کی وجہ سے ہے۔ اگر وہ سچے ہیں تو امام مالک سلف صالحین اور دیگر اکابر پر بھی وہی فتویٰ چسپاں کریں جو فتویٰ حضرت امام ابوحنیفہ پر لگانے کی محسوس کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کی اندرونی کیفیت دنیا پر واضح ہو جائے۔

دوسری بات:

یہ ہے کہ اگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مذکورہ قول درست بھی مان لیا جائے تو اسکا یہی مطلب ہوگا کہ جس طرح امام مالک اور دیگر اکابرین کو ان روزوں کی فضیلت کی کوئی روایت نہیں ملی، اس طرح حضرت امام صاحب تک بھی ان کی فضیلت کے متعلق کوئی حدیث نہیں پہنچی۔ اس لیے آپ نے دیگر بزرگوں کی طرح ان کی کراہیت کا قول کیا ہے، نہ یہ کہ آپ نے حدیث کو دیکھ کر اس کے مقابلے میں اپنا فتویٰ دیا ہے۔ استغفر اللہ۔

یہ دہائیوں کی خام خیالی ہے، اگر آج کا غیر مقلد ملاں لوگوں کو یہ یاد کراتا ہے کہ ہم حدیث کے خلاف عمل نہیں کر سکتے تو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی عظیم ہستی سے یہ قطعاً ممکن نہیں کہ حدیث کی موجودگی میں اس کی مخالفت کریں اگر غیر مقلدین میں دم خم ہے تو کوئی ایک حوالہ پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ امام صاحب نے حدیث کو دیکھ کر بھی اس کی مخالفت کی ہو۔ ہا تو ابرہانکم ان کنتم صادقین۔ واذ لافلحنۃ اللہ علی الکاذبین۔

اور یہ بات تو دہائیوں کے بڑوں کو بھی بالآخر لکھنا ہی پڑی کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ حدیث صحیح تو رہی ایک طرف حدیث ضعیف کے مقابلے میں بھی قیاس کرتے ہوئے اپنا فتویٰ نہیں دیتے تھے، بلکہ حدیث پر عمل کرتے تھے ملاحظہ ہو!..... (فتاویٰ الہدایت ۱/۱۳ اور صحیح بخاری ۱۰۶ تا ۱۰۱)

لہذا دہائیوں کو اپنی اس مخالفانہ چال اور جارحانہ روش سے باز آ جانا چاہیے۔
ورنہ قبر اور حشر میں اس کی سزا بھگتنے کیلئے تیار ہو جائیں۔

تیسری بات

اصل بات یہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ سے بعض مسائل میں مختلف اقوال مروی ہوتے ہیں، اس میں یہ دیکھنا چاہئے کہ مستند اور صحیح قول کونسا ہے جسے محقق احناف نے ترجیح دی ہو، محققین احناف نے جس قول کی تائید کی ہو اس پر اکتفا کرنا چاہیے۔ دریں مسئلہ میں بھی کچھ اس قسم کی ہی کیفیت ہے۔ امام صاحب سے مختلف اقوال بیان کیے گئے ہیں، لیکن محقق علماء داخل مذہب نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ روزے مستحب اور مبذوب ہیں، اور امام صاحب کے دیگر اقوال کی تطبیق و تاویل کی ہے۔

یوم عرفہ کا روزہ

ماہ ذوالحجہ کی نو تاریخ کو یوم عرفہ کہا جاتا ہے حاجیوں کیلئے عرفہ کے دن (میدان عرفات میں) روزہ رکھنا منع ہے۔ (ابوداؤد/۳۳۱، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

جبکہ دیگر مسلمانوں کیلئے یہ روزہ بڑی فضیلت کا حامل ہے:

۱۔ حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول اللہ ﷺ..... ومثل عن صوم يوم عرفة قال يكفر السنة الماضية والباقي (مسلم/۳۶۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا (کہ اس کا ثواب کس قدر ہے) تو آپ نے فرمایا یہ روزہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کو مٹاتا ہے۔

۲۔ دوسری روایت میں ہے:

صيام يوم عرفة احتسب على الله ان يكفر السنة التي قبله

والسنة التي بعده (مسلم/۱، ۳۶۷، مکتوٰۃ ص ۱۷۹)

حرف کے روزے کے متعلق مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ (اکی وجہ سے) گذشتہ اور آئندہ (دو سالوں) کے گناہ مٹا دے گا۔

محرم کے روزے

گذشتہ صفحات میں نو دس اور گیارہ محرم کے روزے کی فضیلت بیان ہو چکی ہے، لیکن ان دنوں کے علاوہ محرم کے باقی دنوں کے روزوں کا بھی بڑا اجر اور عظیم فضیلت بیان کی گئی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل الصيام بعد رمضان

حظير الله المحرم وافضل الصلوة بعد الفريضة صلاة الليل

(مسلم/۱، ۳۶۸، مکتوٰۃ واللفظ لـ ابو داؤد/۱، ۳۳۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے بعد اللہ کے مہینے محرم کے روزے افضل ہیں اور فرض نماز کے بعد رات کی نماز (تہجد وغیرہ) افضل ہے۔

اشھر حرم کے روزے

اشھر کا معنی ہے مہینے اور حرم کا معنی محترم۔ یعنی وہ مہینے جن کا دور جاہلیت میں بھی احترام کرتے ہوئے، ان میں جنگ و جدال اور تباہی و فساد سے رکھا جاتا تھا، یہ چار مہینے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق

السموات والارض منها اربعة حرم (التوبة: ۳۶)

یعنی اللہ کے ہاں آسمانوں اور زمین کی تخلیق وقت ہی بارہ ماہ مقرر تھے، جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں ان چار مہینوں کے نام درج ذیل ہیں: رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔

ان چار ماہ میں بھی روزے رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

۱۔ حضرت مجید بیان کرتی ہیں کہ ان کے چچا یا ان کے والد کا واقعہ ہے کہ:

انه اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم انطلق فاتاه بعد سنة وقد تغيرت حاله وهياته فقال يا رسول الله اما تعرفنى قال ومن انت قال انا الباهلى الذى جنتك عام الاول قال فما غيرك وقد كنت حسن الهيئة قلت ما اكلت طعاما منذ فارقتك الا بليل فقال رسول الله ﷺ لم عذبت نفسك ثم قال صم شهر الصبر ويوماً من كل شهر قال زدنى فان بى قوة قال صم يومين قال زدنى قال صم ثلاثة ايام قال زدنى قال صم من الحرم واترك صم من الحرم واترك وقال باصابه الثلاثة فضمها ثم ارسلها (ابوداؤد/۳۳۰)

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے پھر چلے گئے اور ایک سال کے بعد دوبارہ آئے اس وقت ان کی حالت و صحت خیر ہو چکی تھی۔ تو آپ نے فرمایا، تو کون ہے؟ انہوں نے کہا میں باہلی ہوں جو گذشتہ سال حاضر ہوا تھا، آپ نے فرمایا تیری صحت خوبصورت تھی یہ تبدیلی کیسے آئی؟ انہوں نے کہا کہ جب سے آپ سے جدا ہوا ہوں، کھانا چھوڑ دیا ہے، صرف رات کو کھاتا ہوں، آپ نے فرمایا تو نے خود کو تکلیف کیوں پہنچائی ہے؟ پھر فرمایا صبر والے مہینے (رمضان) کے روزے

رکھو اور ہر ماہ ایک دن کا روزہ رکھ لے، عرض کیا کچھ بڑھادیں آپ نے فرمایا (ہر ماہ) تین دنوں کے روزے رکھ لو، کہا اور بڑھادیں آپ نے فرمایا حرمت والے مہینوں کے روزوں رکھو اور (کبھی) چھوڑ دو، حرمت والے مہینوں کے روزے رکھو اور (کبھی) چھوڑ دو، حرمت والے مہینوں کے روزے رکھو اور (کبھی) چھوڑ دو۔ آپ نے اپنی تین انگلیوں سے ارشاد فرمایا، انہیں ملایا اور پھر کھول دیا۔

معلوم ہوا حرمت والے مہینوں کے روزے رکھنا بھی پسندیدہ اور مستحب ہے۔

۲ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

من صام ثلاثة ايام من شهر حرام الخميس والجمعة والسبت

كتب له عبادة سنين (طبرانی اوسط ص)

جس نے حرمت والے مہینے میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کا روزہ رکھا اس کے

لیے دو سال کی عبادت (کا ثواب) لکھا جائیگا۔

۳۔ دوسری روایت میں ہے:

من صام في كل شهر حرام الخميس والجمعة والسبت كتبت له

عبادة سبع مائة سنة (ابن شامین فی ترغیب ص، تاریخ دمشق ۵/۳۹۷، کنز العمال)

جس نے کسی حرمت والے مہینے میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے دن کا روزی

رکھا تو اس کیلئے سات سو سال کی عبادت (کا ثواب) لکھا جائے گا۔

رجب کے روزے:

ماہ رجب المرجب میں روزے رکھنے کے متعلق بھی رغبت دی گئی ہے، بالخصوص

ستا یسویں رجب (شب معراج) کے دن کا روزہ بھی باعثِ فضل و اجر ہے۔

۱۔ عثمان بن حکیم انصاری بیان کرتے ہیں:

سألت سعيد بن جبیر عن صوم رجب ونحن يومئذ في رجب
فقال سمعت ابن عباس يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يصوم الخ (مسلم/۱/۳۶۵)

میں نے سعید بن جبیر سے رجب کے روزے کے متعلق سوال کیا، اور ان دنوں ہم
رجب کا روزہ رکھتے تھے، تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضرت ابن عباس کو
فرماتے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ (رجب کا) روزہ رکھتے تھے۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:۔۔۔

ان رجب شهر عظیم تضاعف فيه الحسنات من صام يوماً منه كان
كصيام سنة۔ (رواہ الرافعی عن ابن عباس مرفوعاً، المطرانی فی المعجم الکبیر، مجمع الزوائد ۳/۱۸۸)
بے شک رجب بڑی عظمت والا مہینہ ہے، جس میں نیکیاں بڑھادی جاتی ہیں جس نے
اس میں ایک دن کا روزہ رکھا وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے پورے سال کا روزہ رکھا۔

۳۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے:

ان فی الجنة نهر ۱۱ يقال له رجب ماؤه اشد بياض من اللبن
واحلى من العسل من صام يوماً من رجب سقاه الله من ذلك النهر
(رواہ البیہقی فی الالقاب ص ۱۰۱ ابن حبان فی المجروحین ۲/۲۳۷، شعب
الایمان ص ۱۰۱ ابن الجوزی فی الوصیات ۲/۵۵۵، شعب الایمان)

بے شک جنت میں ایک نہر ہے جسے رجب کہا جاتا ہے اسکا پانی دودھ سے

شہید اور شہد سے بیٹھا ہے، جس نے رجب کے ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کو اس نہر سے پانی پلائے گا۔

۳۔ حضرت سلمان فارسی مروعا بیان کرتے ہیں:

رجب شہر عظیم یضاعف اللہ فیہ الحسنات فمن صام یوما من رجب فکانما صام سنة ومن صام منه سبعة ایام غلقت عنه (سبعة) ابواب جہنم ومن صام منه ثمانية ایام فتحت له ثمانية ابواب الجنة ومن صام منه عشرة ایام لم (یسأل الله) شیئا الا اعطاه اياه ومن صام منه خمسة عشر ایام نادى مناد من السماء قد غفر الله لك ما مضى فاستأنف العمل ومن زاد زاده الله وفى رجب حمل الله نوحاً فی السفينة فصام رجب وامر من معه ان یصوموا فجرت بهم السفينة ستة شهر اخر ذلك یوم عاشوراء اهبط على الجودی فصام نوح ومعه قومه والوحش شکر الله عزوجل الخ (شعب الایمان ۳/۳۶۸)

رجب عفت والاہینہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نیکیوں (کے ثواب) کو بڑھا دیتا ہے جو رجب کے ایک دن کا روزہ رکھے گا۔ اسے سال بھر روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا، جو اس میں سات روزے رکھے گا اس کیلئے جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور جو اس میں آٹھ روزے رکھے گا اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جو اس میں دس دنوں کے روزے رکھے گا وہ خدا سے جو کچھ مانگے گا وہ اسے عطا فرمائے گا اور جو اسیں پندرہ دنوں کے روزے رکھے گا تو آسمانوں سے پکارنے والا پکارے گا، اللہ نے تیرے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں

اب نئے سرے سے عمل کر (اور انہیں بخشوالے) اور اس میں زیادہ روزے رکھے گا، اللہ اس کو زیادہ عطا فرمائے گا، رجب میں اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار کیا تو انہوں نے خود بھی روزہ رکھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی روزے کا حکم کیا، تو کشتی انہیں لے کر چھ ماہ تک چلتی رہی آخری دن دس محرم (عاشوراء) کا تھا، جس دن وہ جودی (پہاڑ) پر اترے تو حضرت نوح علیہ السلام نے، ان کی قوم نے اور جانوروں نے بطور شکرانہ روزہ رکھا۔

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

صوم اول يوم من رجب كفارة ثلاث سنين والثاني كفارة سنتين والثالث كفارة سنة ثم كل يوم شهر۔

(اخرجه ابو محمد الخلال في فضائل رجب عن انس مرفوعاً كترجمال)

رجب کی پہلی تاریخ کا روزہ تین سال کے گناہوں کو مٹاتا ہے اور دوسری تاریخ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور تیسری تاریخ کا روزہ ایک سال کے گناہوں کو بخشواتا ہے پھر ہر دن کا روزہ ایک ماہ کے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بنتا ہے۔

۵۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

من صام اول يوم من رجب عدل ذلك بصيام سنة ومن صام سبعة اياما اغلق عنه سبعة ابواب النار ومن صام من رجب عشرة ايام نادى مناد من السماء ان سل تعطه (ابو نعیم ص ابن عساکر)

جس نے رجب کے پہلے دن کا روزہ رکھا تو اسے ایک سال کے روزوں کے برابر سمجھا جائے گا اور جس نے سات روزے رکھے تو اس کیلئے آگ کے ساتوں

ے بند کیے جائیں گے اور جس نے رجب کے دس دنوں کے روزے رکھے تو
سے آواز آتی ہے مانگ تجھے دیا جائے گا۔

حضرت سعید بن ابوراشد سے مروی عایان ہے:

من صام يوماً من رجب كان كصيام سنة ومن صام سبعة ايام
بدلت عنه سبعة ابواب جهنم ومن صام ثمانية ايام فتحت له ثمانية
اب الجنة ومن صام عشرة ايام لم يسأل الله شيئاً الا اعطاه ومن
صام خمسة عشر يوماً نادى مناد من السماء قد غفرت لك ما سلف
متانف العمل قد بدلت سيئاتك حسنات وفي رجب حمل نوح عليه
سلام في السفينة فصام نوح وامر من معه ان يصوموا وجرت بهم
سفينة ستة اشهر اخر ذلك لعشر خلون من المحرم (طبرانی ص)

جس نے رجب کے ایک دن کا روزہ رکھا وہ سال کے روزے کے برابر ہوگا،
نس نے سات روزے رکھے اس کیلئے جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں
گے جس نے آٹھ روزے رکھے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے
جائیں گے اور جو دس دن کے روزے رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگے گا وہ اسے
عطا فرمائے گا اور جو پندرہ دن کے روزے رکھے گا تو آسمان سے ندا دینے والا ندا دے
گا کہ تیرے سابقہ گناہ بخش دیئے گئے لہذا نئے عمل کرو اور تیری غلطیوں کو نیکیوں میں بدل
دیا گیا ہے رجب میں نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو انہوں نے خود روزہ رکھا اور
ساتھیوں کو روزے کا حکم کیا، وہ چھ ماہ تک چلتی رہی اور دس محرم کو کنارے لگی۔

۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی عارواہیت ہے:

من صام يوماً من رجب عدل صيامه شهراً ومن صام منه سبعة
 أيام غلقت عنه ابواب الجحيم السبعة ومن صام منه ثمانية أيام فتح
 له ابواب الجنة الثمانية ومن صام منه عشرة أيام بدلت سيئاته حسنات
 ومن صام ثمانية عشر يوماً نادى مناد ان الله قد غفر لك ما مضى
 فاستأنف العمل (تاریخ بغداد)

جس نے رجب کے ایک دن کا روزہ رکھا وہ ایک مہینے کے روزے کے برابر
 ہوگا اور جس نے سات دنوں کے روزے رکھے تو اس کیلئے جہنم کے ساتوں دروازے
 کھول دیئے جائیں گے اور جس نے آٹھ دنوں کے روزے رکھے تو اس کیلئے جنت
 کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جس نے دس دنوں کے روزے رکھے
 تو اس کی غلطیاں، نیکیوں میں بدل دی جائیں گی اور جس نے اٹھارہ دنوں کے روزے
 رکھے تو آسمان سے پکارنے والا پکارے گا، اللہ تعالیٰ نے تیرے گزشتہ گناہ معاف کر
 دیئے ہیں، لہذا نئے عمل شروع کر۔

۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہم فروع روایت میں ہے رجب کی ستائیسویں رات
 اور ستائیسویں دن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فی رجب یوم و لیلة من صام ذلك الیوم و قام تلك الیلة كان
 كمن صام الدهر مائة سنة و قام مائة سنة و هو ثلاث بقین من رجب
 و فیہ بعث الله تعالیٰ محمداً صلی الله علیه و سلم

(شعب الایمان ۳/۳۷۳، منہ فردوس)

ماورجب میں ایک دن اور ایک رات ایسی ہے کہ جس نے اس دن کا روزہ

رکھا اور اس رات کا قیام کیا گویا اس نے ایک سو سال کا روزہ رکھا اور ایک سو سال کا قیام کیا اور وہ دن رجب کا ستائیسواں دن ہے اور رات رجب کی ستائیسویں رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو (معراج کیلئے) روانہ فرمایا۔

○ امام ابو داؤد نے "باب فی صوم رجب" کے عنوان سے رجب کے روزوں کی ترفیہ دی ہے (ابو داؤد/۳۳۰)

○ امام نووی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ (نووی بر مسلم/۳۶۵)

نوٹ: مذکورہ روایات میں رجب کے روزوں کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ان کی وجہ سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس قسم کی تمام روایات جن میں سارے گناہوں کی معافی کا ذکر ہو اس سے مراد انسان کے صغیرہ گناہ ہوتے ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے نہیں بخشے جاتے۔

ضروری وضاحت:

ان روایات پر محدثین کی طرف سے جرح بھی کی گئی ہے، لیکن جمہور محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ضعیف روایت فضائل اعمال کیلئے کافی ہوتی ہے اور بالخصوص جب کسی عمل کی فضیلت متعدد ضعیف احادیث سے ثابت ہو جائے تو تعدد طریق کی وجہ سے وہ روایت قوی اور مضبوط ہو جاتی ہے۔ رجب کے روزوں کے متعلق بھی متعدد روایات ہیں، جن کی بناء پر ماہ رجب کے روزوں کی فضیلت ثابت اور معتبر ہے۔ لہذا دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کا ان کے خلاف آستین چڑھانا باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

شعبان کے روزے ماہ شعبان المعظم بھی بڑی برکت و فضیلت کا

حامل ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں بڑے اہتمام سے روزے رکھا کرتے تھے اور آپ نے امت کو بھی اسکی ترغیب دی ہے۔ چند روایات ملاحظہ ہوں!۔

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم يصوم من شهر اكثر من شعبان فانه كان يصوم شعبان كله (بخاری ۱/۲۶۳ واللفظ لك، مسلم ۱/۳۶۵، سنن ابی امام مالک ۱/۲۵۳، ترمذی ۱/۹۲، نسائی اول ۳۲۱، ابوداؤد ۱/۳۳۱، مشکوٰۃ ص ۱۷۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے نہیں رکھتے تھے شعبان میں آپ (چند دنوں کے علاوہ) پورے ماہ کے روزے رکھتے۔

۲۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قلت يا رسول الله لم اراك تصوم شهرا من الشهور ما تصوم من شعبان قال ذلك شهر يغفل الناس عنه بين رجب ورمضان وهو شهر ترفع فيه الاعمال الى رب العالمين فاحب ان يرفع عملي وانا صائم (نسائی، اول رقم ۳۲۲)

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! شعبان کے علاوہ میں نے آپ کو اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا یہ وہ مہینہ ہے جس سے عام لوگ غافل ہیں، یہ رجب اور رمضان کے درمیان ہے، اس میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل روزے کی حالت میں پیش کیے جائیں گے۔

○ شعبان المعظم کے دیگر روزوں کے علاوہ پندرہ شعبان (شب برآة) کا

روزہ بھی مستحب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها (ابن ماجہ ص ۱۰۰، مشکوٰۃ ص ۱۱۵، شعب الایمان ۲/۳۷۸، کنز العمال ۱۲/۲۱۳، الترغیب والترہیب ۲/۲۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس میں قیام کرو اور صبح کو روزہ رکھو۔

پندرہ شعبان کی فضیلت درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے

حضرت ابو بکر، حضرت عائشہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عوف بن مالک، حضرت عثمان بن ابوالعاص، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابولثلبہ، حضرت ابوامامہ، حضرت اسامہ بن زید، حضرت انس بن مالک، حضرت امام حسن، حضرت کعب، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین تفصیل کیلئے دیکھیے:

۱۔ تحقیقی محاسبہ اور محققانہ فیصلہ..... از غلام مرتضیٰ ساقی مہدی مخمزلہ

۲۔ فضیلت شب برأت..... از مولانا محمد کاشف اقبال مدنی

۳۔ فضائل شب برأت و لیلۃ القدر..... از امام ملاح علی قاری علیہ الرحمۃ

ترجمہ مولانا مفتی محمد عباس رضوی

ان کتب میں مخالفین کے اعتراضات کا بھی قلع قمع کر دیا گیا ہے۔

ہفتہ اور اتوار کا روزہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

سے روایت ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم يوم السبت ويوم
الاحد اكثر ما يصوم من الايام ويقول انهما يوم عيد للمشركين فاننا
احب ان يخالفهم (مسند احمد ص ١٨٠ مکتوٰۃ ص ١٨٠)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے دنوں سے زیادہ ہفتہ اور اتوار کا روزہ رکھتے
تھے اور آپ ﷺ فرماتے کہ یہ (ہفتہ اور اتوار) دونوں مشرکین کی عید کے دن ہیں،
وہ ان میں کھاتے پیتے ہیں اور میں ان کی مخالفت کرنا پسند کرتا ہوں۔

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم من الشهر السبت
والاحد الخ (ترمذی ٩٣/١، مکتوٰۃ ص ١٨٠)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینے میں ہفتے اور اتوار اور سوموار کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

سوموار اور جمعرات کا روزہ:

۱۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم الاثنين والخميس
(ترمذی ٩٣/١، نسائی ٣٢٨/١، مکتوٰۃ ص ١٨٠ اول اللفظ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

تعرض الاعمال يوم الاثنين والخميس فاحب ان يعرض عملي وانا
صائم (ترمذی ٩٣/١، مکتوٰۃ ص ١٨٠)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش

کیے جاتے ہیں میں پسند کرتا ہوں میرے اعمال اس حالت میں پیش کیے جائیں کہ
میں روزے سے ہوں۔

۳۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يا مرنى ان اصوم لثلاثة ايام من
كل شهر اولها الاثنين والخميس (ابوداؤد/۳۳۱، نسائی/۳۲۸، مشکوٰۃ ۱۸۰)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ہر ماہ تین روزے رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے
جن میں پہلا روزہ سوموار کا اور (یا) جمعرات کا ہو۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يصوم الاثنين والخميس
فقليل يا رسول الله انك تصوم يوم الاثنين والخميس فقال ان يوم
الاثنين والخميس يغفر الله فيهما لكل مسلم الا ذاهاجرین يقول
دعهما حتى يصطلحا (مسند احمد/۱، ابن ماجہ/۱۲۳، مشکوٰۃ ص ۱۸۰ واللفظ لہ)

پینک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے
آپ سے عرض کیا گیا (یا رسول اللہ!) آپ سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں،
آپ نے فرمایا سوموار اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان (کے صغیرہ گناہوں)
کو بخش دیتا ہے سوائے ان لوگوں کے جو (دنوی امور کی وجہ سے) ایک دوسرے سے
تاراض ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہیں چھوڑ دو جب تک یہ آپس میں صلح نہ کر لیں۔

۵۔ حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صوم الاثنين فقال فيه

ولدت وفيه انزل على (مسلم/۳۶۸، مشکوٰۃ ۹۷۷، واللفظ لاء، ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کے روزے کے حلق پوچھا گیا (کہ آپ اس دن روزہ کیوں رکھتے ہیں؟) تو آپ نے فرمایا اس دن میرا میلاد ہوا تھا اور اسی میں مجھ پر وحی اتاری گئی (میں ان دونوں نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے روزہ رکھتا ہوں)

فائدہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوموار کا روزہ رکھ کر اپنا میلاد خود بھی منایا ہے عام طور پر وہابی، دیوبندی مولوی جو چیخ کرتے پھرتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا میلاد منایا ہے تو ثابت کرو ان کا یہ چیخ جہالت و بغض و عداوت یا قلت تدبر و عدم مطالعہ پر مبنی ہے جلسہ اور محفل کے انداز میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ذکر میلاد ثابت ہے۔ جس کی تفصیل ہماری کتاب ”جشن میلاد النبی ﷺ“ یا ”آؤ میلاد منائیں“ میں ملاحظہ فرمائیں!

..... ۰ جاہل لوگ عوام الناس کو درغلانے کیلئے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں میلاد النبی صلی اللہ علی وسلم کے دن کی کوئی فضیلت بیان نہیں ہوئی، اگر یہ دن اتنا ہی عظمت والا ہوتا تو اسکے متعلق کوئی روایت تو موجود ہوتی اگر ان میں انصاف و دیانت کی کوئی رقم موجود ہو تو وہ دیکھ لیں کہ ان احادیث مبارکہ میں کھلے لفظوں میں ”یوم میلاد“ یعنی سوموار کی عظمت و فضیلت کو بیان کیا گیا ہے، عقیدت و محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اگر مزید تلاش کیا جائے تو متعدد روایات اور بھی مل سکتی ہیں۔ لیکن

آکھ والا تیرے جو بن کا تماشہ دیکھے

دیدہ کو رکو کیا آئے نظر کیا دیکھے

چند دلائل ہم نے آؤ میلاد منائیں میں بھی نقل کر دیئے ہیں۔

صوم داؤدی کی فضیلت: احادیث مبارکہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے، امت مسلمہ کو اس کی بھی ترغیب دی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو!

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم يا عبد الله صم
الفضل الصوم صوم داؤد صيام يوم و افطار يوم

(بخاری ۱/۲۶۵، مسلم ۱/۳۶۷، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا اے عبداللہ! افضل روزہ رکھو جو
داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے، ایک دن روزہ رکھنا اور دن افطار کرنا۔

۲۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رجلا اتى النبى صلى الله عليه وسلم قال كيف من
يصوم يوماً ويفطر يوماً قال ذلك صوم داؤد (مسلم ۱/۳۶۷، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ وہ
آدمی کیسا ہے جو ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے آپ نے فرمایا (بہت
اچھا ہے) کیونکہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔

فائدہ ان دونوں احادیث مبارکہ میں صوم داؤد، (داؤد علیہ السلام کا
روزہ) کہہ کر روزے پر حضرت داؤد علیہ السلام کا نام بولا گیا ہے۔ حالانکہ روزہ ان

کیلئے نہیں خدا کیلئے ہوتا ہے۔ چونکہ یہ روزہ ان کا معمول تھا اس لیے اس نسبت کی وجہ سے اس پر حضرت داؤد علیہ السلام کا نام لے دیا گیا ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کا معمول ہے کہ کسی خصوصی نسبت کی وجہ سے کسی چیز پر کسی بزرگ کا نام لیا جاتا ہے، تو اصل بدعت (دیوبندی، دوحابی حضرات) کی طرف سے فوراً فتویٰ آ جاتا ہے کہ چونکہ اس پر غیر اللہ کا نام آ گیا ہے لہذا یہ چیز حرام ہے۔ محاذ اللہ۔

حالانکہ یہ سراسر جہالت اور نادانی ہے کیونکہ محض کسی چیز پر غیر اللہ (مخلوق کا) نام آنے سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی ورنہ دنیا کی کوئی چیز بھی حلال نہ رہے گی، دینی اشیاء پر بھی (مخلوق کا) نام آتا ہے مثلاً مساجد و مدارس، کتب احادیث اور دیگر مقتدر امور پر مخلوق کا نام آتا ہے لہذا مخالفین ہمت کر کے ان کی حرمت کا فتویٰ بھی صادر کرنے کی جسارت کریں ورنہ اپنے باطل فتوؤں سے گریز کریں۔ وما علینا الا البلاغ

ممنوع روزوں کا بیان

ہر چند کہ روزہ خدا کا محبوب و پسندیدہ عمل ہے، لیکن کچھ ایسے ایام بھی ہیں جن میں روزہ رکھنا شریعتاً منع ہے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سال بھر روزہ رکھنا

۱۔ حضرت ابوقحادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ مِنْ يَصُومُ الدَّهْرَ كُلَّهُ قَالَ لَا صَامَ وَلَا افْطَرَ الْبَيْتَ (مسلم/۱، ۳۶۷، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آدی کیسا ہے جو پورا سال روزہ رکھے آپ نے فرمایا نہ اس نے روزہ رکھا اور اس نے افطار کیا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا صَامَ مِنْ صَامِ الدَّهْرِ (بخاری/۱، ۲۶۵، مسلم/۱، ۳۶۶، مشکوٰۃ ص ۱۷۹) اس کا کوئی روزہ نہیں جسے ہمیشہ روزہ رکھا۔

عیدین کا روزہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ (بخاری/۱، ۲۶۷، مسلم/۱، ۳۶۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید قربان کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

○ انہی سے روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا صوم لى يومين الفطر والاضحى (بخارى ۱/۳۶۸، مسلم ۱/۳۶۰، مشکوٰۃ ۱۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں روزہ نہیں ہے۔

ایام تشریق کے روزے: 9 ذوالحجہ سے تیرہ ذوالحجہ کے پانچ دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں، 9 ذوالحجہ کے روزے کی فضیلت پر مستقل حدیث صحیح موجود ہے جبکہ باقی ایام تشریق کے روزے نہیں رکھتے چاہئیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ايام التشریق ايام اكل وشرب وذكر الله (مسلم ۱/۳۶۰، مشکوٰۃ ۱۷۹، ترمذی ۱/۹۶، ابوداؤد ۱/۳۲۸، نسائی ۲/۴۳)

ایام تشریق کھانے، پینے اور ذکر خداوندی کے دن ہیں۔ (ان میں روزہ نہیں رکھنا چاہئے)

میدان عرفہ میں یوم عرفہ کا روزہ

حاجیوں کیلئے میدان عرفات میں یوم عرفہ (9 ذوالحجہ) کا روزہ رکھنا منع ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن صوم يوم عرفه بعرفة (ابوداؤد ۱/۳۳۱، مشکوٰۃ ۱۷۹، اللفظ لہ، نسائی ۲/۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفہ میں عرفہ (9 ذوالحجہ) کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا انتصف شعبان فلا

تصوموا (ابوداؤد/۳۱۹، ترمذی/۹۲، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نصف شعبان ہو جائے تو پھر روزہ نہ رکھو۔
یاد رہے بعض جاہلین زمانہ اس حدیث کو پندرہ شعبان کے روزہ کی نفی میں
پیش کرتے ہیں جو کہ باطل ہے کیونکہ حدیث پاک میں پندرہ کے بعد کی نفی
ہے..... اور پندرہ شعبان کے روزے پر متعدد احادیث اور گزر چکی ہیں۔

استقبال رمضان کا روزہ

رمضان المبارک کے استقبال اور پیشوائی کے طور پر روزہ رکھنا بھی ممنوع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يتقدم من احدكم

رمضان بصوم يوم او يومين الا ان يكون رجل كان يصوم صوماً فليصم

ذلك اليوم (بخاری/۲۵۶، مسلم/۳۲۸، مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص صرف رمضان

المبارک کا استقبال کرتے ہوئے ایک دن قیل یا دو دن قیل روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ اگر

کوئی آدمی ہمیشہ ان دنوں کا روزہ رکھتا ہو تو وہ اس دن کا روزہ رکھ لے۔

یعنی اگر کسی آدمی کا معمول تھا کہ وہ ہر سوموار کا روزہ رکھتا ہے اور اتفاق سے شعبان

کے آخری دنوں میں سوموار کا دن آ رہا ہے تو وہ اپنے معمول کے مطابق سوموار کا روزہ رکھ

سکتا ہے، صرف رمضان کے استقبال کے طور پر ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھنا منع ہے۔

یوم شک کاروزہ

شعبان کی تیسویں (30) رات کو خیال ہوتا ہے کہ شاید آج رمضان کا چاند نکل آئے، اگر کوئی حتمی صورت سامنے نہ آسکے تو اگلے روز کو "یوم شک" کہتے ہیں۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

من صام اليوم الذى تشك فيه فقد عصى ابا القاسم صلى الله عليه وسلم (ابوداؤد/۱، ۳۱۹، ترمذی/۱، ۸۷، مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

جس نے شک کے دن کاروزہ رکھا اس نے ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ لہذا یوم شک کو روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔

صرف جمعہ المبارک کاروزہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يصوم احدكم يوم الجمعة الا ان يصوم قبله او يصوم بعده (بخاری/۱، ۲۶۶، مسلم ص ۱/۳۶۰، مشکوٰۃ ص ۷۹ ادا للفظ لہ، ابوداؤد/۱، ۳۲۹)

تم میں سے کوئی بھی صرف جمعہ کاروزہ نہ رکھے مگر یہ کہ اس سے ایک دن قبل یا ایک دن بعد (بھی) روزہ رکھے۔

○ انہی سے روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تختصوا يوم الجمعة بصيام من بين الايام الا ان يكون في صوم يصومه احدكم (مسلم/۱، ۳۶۱، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دنوں میں جمعہ کے دن کو روزے کیلئے خاص نہ کر لو مگر یہ کہ کوئی مسلسل اس تاریخ کا روزہ رکھتا ہو تو جمعہ کے دن کا روزہ رکھ لے۔

صرف ہفتہ کا روزہ: حضرت عبداللہ بن بھراہمی ہمیشہ حضرت صواء سے روایت کرتے ہیں: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تصوموا یوم السبت الا فیما الخرض علیکم فان لم یجد احدکم الا لحاء عنبہ او عود شجرة فلیمضہ.....

(سنن احمد ص، ابوداؤد/۳۲۹، ترمذی/۱، ۹۳، ابن ماجہ/۲۵/مکتوٰۃ ص ۱۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرض روزہ کے علاوہ ہفتہ کے دن روزہ نہ رکھو مگر جمعہ میں کوئی آدمی انگوڑ کی تیل یا درخت کی ٹہنی کے علاوہ کچھ نہ پائے تو اسے ہی چبائے۔

علامہ ملا علی قاری کی وضاحت

امام ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مذکورہ احادیث (جن میں جمعہ اور ہفتہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے) کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قالوا النهی عن الافراد كما فی الجمعة والمقصود مخالفة اليهود فیہما والنہی فیہما للتنزیہ عند المجہور وما الخرض یتناول المکتوب والنذر وقضاء الفانت وصوم الکفارة وفی معناه ما وافق سنة مؤكدة کعرفة ویوم عاشورآء او وافق وردا او عشر ذی الحجۃ والمنہی عنہ شدۃ الاهتمام والعناية بہ حتی کانہ یراہ واجبا کما تفعلہ

اليهود قلت فعلى هذا يكون النهى للتحريم واما على غير هذا الوجه فهو للتنزيه (مرقات، حاشية مشکوٰۃ ۱۸۰)

یعنی محمد شین نے بیان کیا ہے کہ صرف ہفتہ اور جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کرنے کا مقصد یہودیوں کی مخالفت ہے اور جمہور محمد شین کے نزدیک یہ ممانعت تزیہی (خلاف اولیٰ کے درجے میں) ہے۔ اور ان دنوں میں جو فرض روزہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے اس سے مراد فرض، نذر، قضا شدہ، کفارہ کا روزہ اور دیگر وہ روزے آتے ہیں جو کہ سنت مؤکدہ ہیں مثلاً عرفہ (9 ذوالحجہ) اور دس محرم کا روزہ یا جو معمول میں ہو یا عشرہ ذوالحجہ کے روزے اور ورد کا روزہ، اس لیے کہا گیا ہے کہ آدمی ان کا شدت سے اہتمام و انتظام نہ کرے کہ انہیں واجب کا درجہ دے دے، جیسے یہود کا طریقہ تھا میں کہتا ہوں کہ ایسی صورت میں ممانعت تحریمی ہوگی اور باقی وجوہات میں تزیہی ہوگی۔

یعنی اگر کوئی ہفتہ اور جمعہ کو روزہ رکھنا لازمی خیال کرے تو مکروہ تحریمی ہے ورنہ

خلاف اولیٰ ہے۔

مرد کا نفلی روزہ

عورت کے حقوق اور ازدواجی تقاضوں کو غصب کرتے ہوئے مرد کو نفلی روزہ

رکھنا منع ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم يا عبد الله الم اخبر

انك تصوم النهار و تقوم الليل فقلت بلى يا رسول الله قال فلا تفعل

صم و افطر و قم و نم فان لجسدك عليك حقا و ان لعينك عليك حقا

وان لزوجك عليك حقا وان لزورك عليك حقا الخ

(بخاری/۱، ۳۶۵، مسلم/۱، ۳۶۶، مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا، مجھے بتایا گیا ہے کہ تم رات بھر قیام کرتے ہو اور دن بھر روزے سے رہتے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو تم روزہ بھی رکھو اور اظہار بھی کرو، قیام بھی کرو اور آرام بھی رو، کیونکہ تمہارے جسم، تمہاری آنکھوں، تمہاری بیوی اور تمہارے دوستوں کا تم پر حق ہے۔

عورت کا نفلی روزہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:۔۔۔

لا تصوم المرأة وبعلاها شاهد الا باذنہ (بخاری/۲، ۷۸۲)

عورت اپنے خاوند کی موجودگی میں اسکی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔

اعتکاف کی فضیلت

اعتکاف کا معنی و مفہوم

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

اعتکاف کا لغوی معنی ہے تقظیم کی نیت سے کسی چیز کے پاس ٹھہرنا اور شریعت میں عبادت کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں، قرآن مجید ہے سواہن العاکف صہ والبلاد (الحج) برابر ہے اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا، نیز فرمایا قَاتُوا عَلٰی قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلٰی اَصْحَابِهِمْ (الاعراف ۱۳۸) نبی اسرائیل ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو اپنے بتوں کے گرد تقظیم سے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں آیتوں میں اعتکاف کا لغوی معنی مستعمل ہے اور قرآن مجید میں ہے وَلَا تَبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ (البقرة ۱۸۷) اور اپنی بیویوں سے مباشرت (جنسی تقرب اور ازدواجی تلمذ حاصل) نہ کرو، جب تم اعتکاف میں ہو اس آیت میں اعتکاف کا شرعی معنی مراد ہے (المفردات ۳۳۳)

○ امام نووی لکھتے ہیں:

الاعتکاف هو فی اللغة الحبس والمکث واللزوم و فی الشرع المکث فی المسجد من شخص مخصوص بصفة مخصوصة (نووی بر سلم ۱/۳۷۱)

لغت میں اعتکاف کا معنی بند ہونا، ٹھہرنا اور لازم ہونا ہے اور شریعت میں کسی مخصوص شخص کا مخصوص طریقہ کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے۔

◦ علامہ طاہلی قاری لکھتے ہیں:

الاعتكاف في اللغة الحبس والمكث والازوم والاقبال على
شيء وفي الشرح عبارة عن المكث في المسجد ولزومه على وجه
مخصوص (مرقاة شرح مشکوٰۃ)

نفت میں اعتکاف بند ہونے، ٹھہرنے، لازم ہونے اور کسی چیز پر متوجہ ہونے
کو کہتے ہیں، جبکہ شریعت میں اعتکاف مسجد میں ٹھہرنے اور اسے مخصوص طریقہ پر لازم
کر لینے سے عبارت ہے۔

◦ امام ابو بکر صام لکھتے ہیں:

اعتكاف كالتقوى معني ہے ٹھہرنا اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے مسجد میں
رہنا، روزہ سے رہنا، جماع کو بالکل ترک کرنا اور اللہ عزوجل سے توبہ کی نیت کرنا اور
جب تک یہ معافی نہ پائے جائیں شرعاً اعتکاف تحقق نہیں ہوگا، لیکن مسجد میں رہنے کی
شرط صرف مردوں کے اعتبار سے ہے عورتوں کیلئے یہ شرط نہیں ہے، ہر مسجد میں
اعتکاف ہو سکتا ہے۔ (احکام القرآن ۱/۲۳۲)

اعتکاف کی حکمت

اعتکاف میں بندہ اللہ تعالیٰ کے گھر کا مجاور بن کر اس کا قرب حاصل کرتا ہے،
دنیا کی مصروفیات اور آسائشوں سے کنارہ کش ہوتا ہے اور دنیاوی لذتوں کو چھوڑ کر
عبادت کی مشقتوں کو اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت طلب کرنے کیلئے
اس کے گھر میں ڈیرہ ڈال کر بیٹھ جاتا ہے۔

حضرت عطا خراسانی کہتے ہیں کہ اعتکاف کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جو کسی نئی داتا سے بھیک لینے کیلئے اس کے دروازے پر دھرتا دیکر بیٹھ جائے کہ جب تک داتا مجھے بھیک نہیں دے گا میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا، اسی طرح جو شخص مسجد میں اعتکاف کرتا ہے گویا کہ وہ شخص اللہ کے گھر کی چوکھٹ تھام کر بیٹھ گیا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک تو مجھے بخش نہیں دے گا میں تیرے دروازے سے نہیں اٹھوں گا۔

جن جگہوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے اعتکاف میں بندہ ان نسبتوں کی تعظیم کرتا ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ تک رسائی نہیں ہو سکتی تو جن جگہوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے بندہ ان جگہوں پر آسن جما کر بیٹھ جاتا ہے اور دن رات اس کے نام کی مالا چپتا رہتا ہے۔ اعتکاف کے ذریعہ بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت، ذوق و شوق اور اس کی عبادت کا اظہار ہوتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم ۳/۱۲۲۰ از مولانا سعیدی)

ایسے ہی اعتکاف کی یہ بھی بنیادی حکمت ہے کہ بندہ اپنی تمام تر دنیوی مشغولیات ترک کر کے خدا کی عبادت سے اپنی لو لگاتا ہے، تو دن رات کی محنتوں، مشقتوں، عبادتوں، ریاضتوں اور مجاہدوں سے انسان کو تزکیہ نفس، تصفیہ باطن، سکون قلب اور روحانی سرور کی دولت باسانی میسر آ جاتی ہے۔

دس دن کا مجاہدہ اور مراقبہ انسان پر اپنے گہرے نقوش مرتب کرتا ہے جن کی بدولت انسان کا قلبی میلان اور ذہنی رجحان عبادت و ریاضت کی جانب متوجہ رہتا ہے۔ یوں انسان حضور مع اللہ علی الدوام کے مرتبہ کی طرف پیش قدمی کرتا ہے۔

اعتکاف کی اقسام

علماء نے اعتکاف کی تین قسمیں بیان کی ہیں نفلی، مسنون، واجب۔

نفلی اعتکاف

نفلی اعتکاف کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان کسی مسجد میں داخل ہو تو وہ جتنی دیر مسجد میں ٹھہرنا چاہے اتنی دیر کیلئے اعتکاف کا ارادہ کر لے۔ اس اعتکاف کے لیے کسی وقت کی تعیین نہیں اور نہ ہی روزہ رکھنا شرط ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب تک مسجد میں رہے اس کو اعتکاف کا اجر و ثواب ملتا رہے گا۔

نفلی اعتکاف کرنے والا جب چاہے مسجد سے باہر جاسکتا ہے، اس پر کوئی پابندی نہیں، نماز جنازہ کیلئے جاسکتا ہے، مریض کی عیادت کیلئے نکل سکتا ہے، بلا ضرورت شرعی، غسل کر سکتا ہے۔ جو نئی وہ مسجد سے نکلے گا اسکا اعتکاف پورا ہو جائے گا، اب اگر دوبارہ مسجد میں آئے تو دوبارہ اعتکاف کا ارادہ کر لے، ایسے ہی وہ جب چاہے جتنی دیر چاہے اعتکاف کی نیت کر کے اسکا اجر و ثواب کما سکتا ہے اور یہ اعتکاف ایک منٹ سے لے کر ایک مہینہ تک کا بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کے میں دنوں کا نفلی اعتکاف فرمایا تھا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

اعتكف عشرين من سوال (ابوداؤد ۱/۳۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کے میں دنوں کا اعتکاف فرمایا۔

نوٹ: یاد رہے کہ اگر پورے دن کے اعتکاف کا ارادہ ہو تو پھر روزہ بھی رکھے۔

احادیث مبارکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

○ لا اعتكاف الا بصوم (ابوداؤد ۱/۲۲۵)

دارقطنی بیہقی روزے کے بغیر اعتکاف نہیں۔

○ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے

المعتكف يصوم (بیہقی)

اعتکاف کرنے والا روزہ رکھے۔

○ اور حضرت ابن عمر کا مقولہ، لا اعتكاف الا بصوم (موطا امام مالک)

اعتکاف روزے کے بغیر نہیں، اسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔

ایک دن اعتکاف کرنے کی فضیلت درج ذیل حدیث سے واضح ہوتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من اعتكف يوما ابتغى وجه الله تعالى جعل الله بينه وبين النار

ثلاث خنادق بعد ما بين الخافقين (المجمع الاوسط، شعب الايمان،

مجمع الزوائد ۸/۱۹۲، الترغیب والترہیب ۲/۱۵۰، المسند رک ۳/۲۷۰)

جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے ایک دن کا اعتکاف کرے گا تو اللہ تعالیٰ

اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل کر دے گا۔ جو زمین و آسمان سے زیادہ

چوڑی ہوں گی۔

اگر ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس دن یا زیادہ دنوں کے

اعتکاف کی فضیلت کیا ہوگی۔

مسنون اعکاف

رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کا (راتوں سمیت) اعکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر علاقے بھر سے چند افراد یہ اعکاف کر لیں تو سب کی جانب سے ادا ہو گیا، ورنہ تمام اہل علاقہ گنہگار ہوں گے۔

اسکا وقت رمضان المبارک کی بیس تاریخ کو، غروب آفتاب کے قبل سے عید الفطر کے چاند طلوع ہو جانے تک ہے۔ اگر کوئی اعکاف کرنے والا بیس رمضان المبارک کو سورج غروب ہونے سے قبل مسجد میں نہ پہنچ سکے تو اسکا اعکاف نہ ہوگا۔ اب اگر وہ نقلی اعکاف کرنا چاہے تو کر سکتا ہے کیونکہ وہ کسی وقت بھی ہو سکتا ہے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعکاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ فرمایا ہے۔ چند روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاه اللہ (بخاری ۱/۲۷۱، مسلم ۱/۲۷۲، مشکوٰۃ ۱۸۳، ابوداؤد ۱/۳۳۳) بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے (آخری دس دنوں) کا اعکاف فرماتے تھے حتیٰ کہ اللہ نے آپ کو وفات دی۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان (ابوداؤد ۱/۳۳۳، ابن ماجہ ۱۲۸)

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے کا
اعتکاف کرتے تھے۔

۳۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف فی العشر الاواخر
من رمضان (ابوداؤد ۳۳۳۱، ابن ماجہ ۱۴۷)

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے کا
اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف کل رمضان عشرة ايام
(ابوداؤد ۱۰۳۳۳/۱، ابن ماجہ ۱۴۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رمضان کے (آخری) دس دنوں کا اعتکاف
فرماتے تھے۔

۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف فی العشر الاواخر من
رمضان (ترمذی ۱/۹۹، مشکوٰۃ ۱۸۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں
اعتکاف کرتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے لیے یہ انکشاف ہوا ہے کہ آخری

عشرے میں اعتکاف کروں، اس لیے جتنے لوگ میرے ساتھ اعتکاف میں ہیں وہ اعتکاف ہی میں رہیں۔ (بخاری ۱/۲۷۰، سنن کبیری ۳/۳۱۹)

معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے رہے ہیں۔

اس اعتکاف کے مسائل کی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

واجب اعتکاف

اگر کوئی آدمی یہ نذر مان لے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا، یا فلاں فلاں دن کا اعتکاف کروں گا، جب اس کا کام پورا ہوگا تو اس پر ان مخصوص دنوں کا اعتکاف کرنا واجب ہوگا۔ کیونکہ نذر کا پورا کرنا واجب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلْيُوفُوا الصَّوْمَ (الحج ۲۹)

اور چاہیے کہ وہ اپنی نذروں کو پورا کریں۔

فضائل اعتکاف

سطور ذیل میں رمضان المبارک کے آخری عشرے کے فضائل و برکات پیش خدمت ہیں۔

اس اعتکاف کی سب سے بڑی فضیلت تو یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشہ عمل فرمایا اور عمر بھر اسے بغیر عذر ترک نہیں فرمایا۔ لہذا اس اعتکاف کا سنت ہونا ہے، اس کی فضیلت کیلئے کافی ہے۔ جبکہ احادیث مبارکہ میں اس کے متعلق

مزید فضائل بھی وارد ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت علی بن حسین اپنے والد حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

من اعتكف عشرين رمضاني رمضان كان كحجتين وعمرتين (المعجم الكبير ۳/ ۱۳۸، رقم ۲۸۸۸، شعب الایمان ۷/ ۵۲۵، رقم الحدیث ۶۸۰، مجمع الزوائد ۳/ ۱۲۳)

جس نے رمضان المبارک کے دس دنوں کا اعتکاف کیا اسے دو حج اور دو عمروں کا اجر ملے گا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في المعتكف وهو يعتكف الذنوب ويجزى له من الحسنات كعامل الحسنات كلها۔ (ابن ماجہ ۱۲۸، مشکوٰۃ ۱۸۳، شعب الایمان ۷/ ۵۲۳)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ گناہوں سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور اسے تمام نیکیوں کا اجر و ثواب اسی طرح دیا جاتا ہے، جیسے نیکیاں کرنے والے کو ملتا ہے۔

یعنی اگر کسی شخص کی عادت تھی کہ وہ غریبوں کو نوازا کرتا تھا، یتیموں کے سروں پر دستِ شفقت رکھتا تھا، سوا لیوں کو دیتا تھا، بے آسراؤں کا آسرا اور بے نواؤں کا ہموار بناتا تھا، مسلمانوں کے جنازوں میں شمولیت کرتا تھا، مریضوں کی بیمار پرسی کرتا تھا اور علاوہ ازیں جتنے بھی وہ خیر و برکت اور فلاح و بھلائی کے کام سرانجام دیتا تھا، جسے اعتکاف کرنے کی بناء پر انجام نہیں دے سکتا، تو اسے سزا دے کر ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ

اعکاف کی حالت میں ان امور خیر کا ثواب بالکل ایسے ہی عطا فرماتا ہے جیسے وہ ان امور کو سرانجام دے رہا ہو اور اس کے اجر و ثواب میں ذرہ بھر کمی نہیں ہوتی۔

۳۔ حضرت ابو ذرؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول المسجد بيت كل تقى، وتكفل الله لمن كان المسجد بيته بالروح والرحمة والجواز على الصراط على رضوان الله الى الجنة۔

(المجم الاوسط، مسند بزار، مجمع الزوائد ۱۲۲/۳)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے ہیں: مسجد ہر تقی کا گھر ہے اور جس نے مسجد کو اپنا ٹھکانہ بنا لیا (اس میں اعکاف کیا) تو اللہ تعالیٰ اسے سکون قلب، رحمت اور پل صراط سے گذر کر جنت میں داخل ہونے کی خوشنودی عطا فرماتا ہے۔

اجتماعی اعکاف:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے اجتماعی اعکاف بھی ثابت ہے۔

۱۔ حضرت ابو سلمہؓ فرماتے ہیں: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میرے دوست تھے، میں نے ان سے سوال کیا، تو انہوں نے بتایا کہ

اعتكفنا مع النبي صلى الله عليه وسلم العشر الاوسط من رمضان فخرج صيحة عشرين فخطبنا وقال انى اريت ليلة القدر ثم انسيها او فالتمسوها فى العشر الاواخر فى الوتر فانى رايت انى اسجد فى ماء وطين فمن كان اعتكف مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فليبر

جمع فرجعتنا۔ (بخاری ۱/۲۷۰، مسلم ۱/۳۷۰، مشکوٰۃ ۱۸۳، سنن کبیری ۳/۳۱۹)

ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ رمضان المبارک کے درمیانی عشرے کا اعتکاف کیا، آپ رمضان المبارک کی بیسویں تاریخ کی صبح کو باہر تشریف لائے اور ہمیں مخاطب فرمایا کہ مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی، پھر بھلا دی گئی یا میں بھول گیا، تم اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو، میں نے دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں جمدہ کرتا ہوں لہذا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ اعتکاف کیا تھا وہ واپس لوٹ آئے تو ہم واپس آگئے۔

۲۔ دوسری روایت میں ہے، کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے درمیانی دس دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے جب بیسویں رات گزر جاتی تو آپ اکیسویں رات کو اپنے گھر واپس تشریف لے آتے اور جو لوگ آپ کے ساتھ اعتکاف میں ہوتے وہ بھی گھروں کو لوٹ جاتے، ایک سال رمضان کی رات کو آپ اعتکاف کی جگہ وہاں تشریف فرما رہے، جہاں واپس تشریف لاتے تھے، آپ نے لوگوں کو خطاب فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ حکم فرمایا اور فرمایا کہ میں اس درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا کرتا تھا۔

نہم بدالی احاور هذه العشر الاواخر لمن كان اعتكف معي

فليست نبی معتكفہ (بخاری ۱/۲۷۰، مسلم ۱/۳۷۰، مشکوٰۃ ۱۹۳، سنن کبیری ۳/۳۱۹)

پھر میرے لیے ظاہر ہوا کہ میں اس آخری عشرے میں اعتکاف کروں، پس

جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا وہ اپنے اعتکاف کی جگہ پر ٹھہرا ہے۔

اجتماعی اعکاف کے فوائد

اجتماعی اعکاف کے کثیر فوائد ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ اجتماعی اعکاف میں اجتماعی عبادت و ریاضت، ذکر و فکر کا موقع ملتا ہے اور اجتماعی عبادت شرعاً مطلوب و محمود ہے۔

۲۔ باہمی مل کر دعا و پکار ہوتی ہے جو کہ مقبول و منظور ہے۔

۳۔ ایک دوسرے کو سیکھنے سکھانے کا موقع ملتا ہے، جس کی فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے۔

۴۔ جو لوگ ناواقف اور نا آشنا ہوتے ہیں دوسروں کی دیکھا دیکھی انہیں بھی واقفیت و آشنائی اور آگاہی حاصل ہو جاتی ہے۔

۵۔ دور حاضر میں عام طور پر قلوب و اذہان عبادت سے دور یا کم از کم معمولی توجہ کے حامل ہوتے ہیں۔ اجتماعی اعکاف کی برکت سے جب دوسرے لوگ عبادت و ریاضت میں مشغول ہوتے ہیں تو جو لوگ سستی اور کاہلی کا شکار ہوں وہ بھی چاروں اچار عبادت کی طرف راغب ہو ہی جاتے ہیں۔

مقصد اعکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعکاف کے دیگر مقاصد میں ایک عظیم اور مرکزی مقصد لیلۃ القدر کی تلاش ہے۔ درج ذیل احادیث مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔

۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اعتكف رسول الله صلى الله عليه وسلم العشر الاوسط من رمضان بلمنم ليلة القدر الحديث۔ (مسلم ۱/۳۷۰، مشکوٰۃ ۱۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے درمیانی عشرے کا اعتکاف کیا آپ نیلۃ القدر کو تلاش کرتے تھے۔

یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب آپ کیلئے ابھی اسے ظاہر نہ کیا گیا، جب وہ دن گذرے تو آپ نے خیموں کو اکھاڑنے کا حکم فرمایا، پس انہیں اکھیز دیا گیا، پھر جب آپ کیلئے واضح کر دیا گیا کہ نیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے میں ہے تو آپ نے خیمے لگانے کا حکم دیا، تو دوبارہ خیمے لگائے گئے، پھر آپ لوگوں کے پاس تشریف لائے، تو فرمایا: اے لوگو! بے شک میرے لیلیۃ القدر کو ظاہر کرنا یا گیا تھا اور میں اس لیے باہر آیا کہ تمہیں اس کی خبر دوں تو دو آدمی آئے جو ایک دوسرے سے حق طلبی کر رہے تھے اور ان دونوں کے ساتھ شیطان تھا (یعنی وہ نہایت ناپسندیدہ انداز میں جھگڑ رہے تھے) تو (ان کی سزا کے طور پر) میں اسے بھول گیا ہوں، لہذا تم اسے آخری عشرے میں تلاش کرو، اور اسے ۲۰ ویں، ۲۷ ویں اور ۲۵ ویں رات میں ڈھونڈو۔ (ایضاً)

۲۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکف العشر الاول من رمضان ثم اعتکف العشر الاوسط فی قبة تریکة علی سبتہا حصیر قال فاخذ الحصیر بیدہ ففتحہا فی ناحیة القبة ثم اطلع رأسہ فتکلم الناس فدنوا منه فقال انی اعتکف العشر الاول التمس هذه اللیة ثم اعتکف العشر الاوسط ثم اتیت فقبل لی انہا فی العشر الاخر فمن احب منکم ان یعتکف فلیعتکف فاعتکف الناس معہ قال وانى اریتها لیلة وتر الحدیث۔ (مسلم/۱، ۳۷۰، مشکوٰۃ ۱۸۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرے کا اور پھر دوسرے عشرے کا چھوٹے چڑے کے خیمے میں اعتکاف کیا، آپ نے چٹائی پکڑ کر قبہ کی ایک طرف رکھی پھر مبارک نکال کر لوگوں سے کلام کیا وہ آپ کے قریب ہوئے آپ نے فرمایا میں نے پہلے اور دوسرے عشرے کا اعتکاف اس رات کو پانے کیلئے کیا تھا، پھر مجھے بتایا گیا کہ وہ آخری عشرے میں ہے لہذا جو اعتکاف پسند کرے وہ اعتکاف کر لے اور مجھے دکھایا گیا کہ وہ طاق راتوں میں ہے۔

دس سے زائد دنوں کا اعتکاف:

رمضان المبارک میں آخری عشرے کا اعتکاف مسنون ہے اگر کوئی شخص اس میں زائد دنوں کا اعتکاف کرنا چاہے تو اس کیلئے اس کی گنجائش موجود ہے۔

جیسا کہ گذشتہ احادیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف درمیانی عشرے، آخری عشرے اور پورے رمضان المبارک کا اعتکاف بھی منقول ہے یہاں یہ کہہ کر اس بات کو رد نہ کر دیا جائے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا عمل تھا اور بعد میں آپ نے اسے ترک فرما دیا تھا، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف کل رمضان عشرة ایام فلما کان العام الذی قبض فیہ اعتکف عشرين یوما الحدیث (ابوداؤد/۱۰۳۳۴، ابن ماجہ/۱۲۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان المبارک میں دس دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے، جب وہ سال آیا جس میں آپ نے وصال فرمایا تھا تو آپ نے اس سال بیس دنوں کا اعتکاف کیا۔

افضل اعتکاف جواز کی حد تک تو ہر مسجد میں اعتکاف کرنا درست ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے و انتم عاکفون فی المساجد (البقرہ)

اور تم مسجدوں میں اعتکاف کرتے ہو۔

لیکن مساجد کی فضیلت میں تفاوت سے اعتکاف کی فضیلت بھی مختلف ہوگی۔

لہذا سب سے افضل اعتکاف وہ ہے جو مسجد حرام میں کیا جائے، پھر وہ جو مسجد نبوی میں

ہو پھر وہ اعتکاف جو بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) میں ہے، پھر وہ مساجد ہیں جو مرکزی

اور جامع ہوں، جہاں باقاعدہ اذان جماعت اور خطبہ وغیرہ کا اہتمام ہوتا ہو، مساجد کی

یہ متفاوت فضیلت درج ذیل حدیث نبوی میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا:

آدی کیلئے اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے ایک نماز کا ثواب ہے، قبیلے کی مسجد میں

۲۵ نمازوں کے برابر، جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہو وہاں پچاس کے برابر، مسجد اقصیٰ میں

ایک ہزار کے برابر، میری مسجد نبوی میں پچاس ہزار کے برابر اور مسجد حرام (بیت اللہ)

میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر اجر و ثواب رکھتا ہے (ابن ماجہ، مشکوٰۃ ۷۲)

اعتکاف کی شرائط

اعتکاف کیلئے درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے اگر وہ شرائط نہ پائی جائیں تو

اعتکاف درست نہ ہوگا۔ مثلاً

۱۔ اعتکاف کی نیت ہو۔ ۲۔ واجب اور مستنون اعتکاف میں روزہ بھی رکھے۔ ۳۔

مسلمان ہو۔ ۴۔ عاقل ہو۔ ۵۔ مرد جنابت (ناپاکی، غسل کے لازم ہونے) سے اور

عورت حیض اور نفاس سے پاک ہو۔ ۶۔ بیوی سے مباشرت، اسے چھونا اور بوسہ لینا

ترک کرنا بھی شرط ہے۔

نوٹ: بالغ ہونا اور مرد ہونا اعکاف کیلئے شرط نہیں، اس لیے باشعور اور سمجھ دار نابالغ بچہ بھی اعکاف کر سکتا اور عورت بھی اعکاف کر سکتی ہے، ایسے ہی اگر عورت حیض نفاس سے تو پاک ہے لیکن اسے استحاضہ (بیماری کا خون) آتا ہو تو وہ بھی اعکاف کر سکتی ہے۔ کیونکہ یہ خون عبادت سے نہیں روکتا بلکہ ایسی عورت پر نماز، روزہ بھی عام عورتوں کی طرح فرض ہوتا ہے۔

مسائل اعکاف اعکاف ایک مسنون عمل ہے، اس کو اپناتے ہوئے سنت طریقہ کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے، یہ بطور رسم اور عادت کے نہیں، بلکہ بطور سنت اور عبادت کے سرانجام دینا چاہیے۔ اعکاف کے چند مسائل درج ذیل ہیں۔

مسجد میں خیمہ لگانا امام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كان النبي صلى الله عليه وسلم يعتكف في العشر الاواخر من

رمضان فكانت اضرب له خيآء فيصلي الصبح ثم يدخله

(بخاری ۱/۲۷۲، مسلم ۱/۳۷۱، مشکوٰۃ ص ۱۲۸، ابوداؤد ۱/۳۳۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعکاف فرماتے، میں آپ

کیلئے خیمہ لگا دیتی، آپ (اکیس رمضان کی) صبح کی نماز ادا فرماتے اور اس میں چلے جاتے۔

یعنی بیس رمضان المبارک بعد نماز مغرب سے نماز فجر تک خیمے سے

باہر مسجد کے اندر ہی عبادت میں مصروف رہتے اور اکیس رمضان کی نماز فجر

پڑھ کر خیمے میں تشریف لے جاتے۔

۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکف العشر الاول من رمضان ثم اعتکف العشر الاوسط فی قبة تریکة علی سبتہا حصیر الحدیث (مسلم ۳۷۲/۱، مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا، پھر آپ نے ایک ترکی خیمے میں درمیانی عشرے کا اعتکاف فرمایا، جس کے دروازے پر چٹائی لگی ہوئی تھی۔

۳۔ دوسری روایت میں ہے۔

اعتکف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العشر الاوسط من رمضان یلتمس لیلۃ القدر قبل ان تبان له قال فلما انقضین امر بالبناء فقوض ثم انبیت انہا فی العشر الاواخر فامر بالبناء فاعید الحدیث (مسلم ۳۷۲/۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا، جس میں آپ لیلۃ القدر کا علم دیئے جانے سے پہلے اس کو تلاش کرتے رہے۔ جب درمیانی عشرہ مکمل ہو گیا تو آپ نے خیمہ کھولنے کا حکم دیا، پھر آپ کو علم دیا گیا کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے، آپ نے خیمہ لگانے کا حکم دیا اور دوبارہ اہمیں تشریف لائے۔

ان روایات سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کیلئے خیمہ لگوا کر تے تھے۔

اعتکاف گاہ میں چار پائی رکھنا اگر محکف ضرورت محسوس کرے تو جائے اعتکاف میں چار پائی بھی رکھ سکتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان اذا اعتکف طرح لہ
فراشۃ او یوضح لہ سریرہ وراء اسطوانۃ التوبۃ (ابن ماجہ ۱۲۸ مشکوٰۃ ۱۸۳)
نبی کریم ﷺ جب اعتکاف فرماتے تو آپ کیلئے بستریا کبھی چار پائی بچھائی
جاتی، ستون تو بہ کے پیچھے۔

جگہ مخصوص کرنا ویسے تو مسجد میں جس مقام پر بھی جگہ مل جائے، وہاں
اعتکاف کرنا درست ہے لیکن اگر بغیر کسی اختلاف اور قننہ کے کسی جگہ کو اپنے لیے خاص
کر لیا جائے تو بھی درست ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے استن تو بہ کے
پاس اعتکاف کی جگہ مخصوص تھی اور دوسری روایت میں حضرت نافع بیان کرتے ہیں:

رئی عبد اللہ المکان الذی کان یعتکف فیہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من المسجد (مسلم ۱/۳۷۱، ابن ماجہ ۱۲۸)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے مسجد میں وہ مخصوص جگہ دکھائی جہاں
رسول اللہ ﷺ اعتکاف فرماتے تھے۔

خیمے میں کب داخل ہو؟ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی
اللہ عنہا سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد ان یعتکف صلی
الفجر ثم دخل معتکفہ (مسلم ۱/۳۷۱۔ واللفظ لہ، ابوداؤد، ابن ماجہ ۱۲۸، مشکوٰۃ ۱۸۳)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو فجر کی نماز پڑھ کر

اعتکاف گاہ میں داخل ہوتے۔

0 دوسری روایت میں آپ نے بیان کیا ہے کہ میں آپ کیلئے خیمہ لگاتی تو (مغرب

سے فجر تک مسجد میں رہے) فجر پڑھ کر اس میں داخل ہو جاتے۔ (بخاری ۲۷۲/۱)

معتکف کو نئے اعمال نہیں کر سکتا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا تباشروهن وانتم عاكفون في المساجد (البقرہ)

جب تم اعتکاف کی حالت میں ہو تو اپنی بیویوں سے (رات کے وقت) بھی جماع نہ کرو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

السنة على المعتكف ان لا يعود مريضاً ولا يشهد جنازه ولا

يمس المرأة ولا يباشرها ولا يخرج لحاجة الا لما لا بد منه

(ابوداؤد، شعب الایمان ۷/۵۲۱ رقم ۳۶۷، مشکوٰۃ ۱۸۳)

سنت یہ ہے کہ معتکف (مسجد سے نکل کر) مریض کی عیادت نہ کرے، جنازہ

نہ پڑھے، عورت کو (شہوت کیساتھ) نہ چھوئے، نہ اس سے جماع کرے اور کسی

ضروری حاجت (یعنی بول و براز و غسل جنابت) کے علاوہ مسجد سے باہر نہ نکلے۔

0 آپ فرماتی ہیں:

كان النبي صلى الله عليه وسلم يعود المريض وهو معتكف فيمر

كما هو فلا يعرج ليسال عنه (ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ۱۸۳)

نبی کریم جب اعتکاف فرماتے (تو اگر قصائے حاجت کے لئے نکلے) تو مریض

کی عیادت کرتے، لیکن اپنی حالت پر رہے، راستے سے ہٹ کر اس سے نہ پوچھتے۔

یعنی دورانِ راہ اگر کوئی بیمار مل جاتا تو راستے سے بٹے بغیر چلتے چلتے اس سے حال دریافت فرمائیے۔

○ مزید فرماتی ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يدخل البيت الا لحاجة اذا كانوا محكفين (ابن ماجہ ۱۳۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاجت کے علاوہ گھر میں نہیں داخل ہوتے تھے جب وہ اعکاف کرتے حاجت سے مراد بول و براز اور غسل جنابت یا کھانا لانا ہے

○ دوسری روایت میں ہے کان لا یدخل البیت الا لحاجة الانسان اذا كان محكفا (بخاری ۲۷۲/۱، مسلم واللفظ لہ) کہ آپ اعکاف کی حالت میں حاجت انسانی کے علاوہ گھر میں نہ آتے۔

کنگھی کرنا محکف حالت اعکاف میں سر میں کنگھی بھی کر سکتا ہے۔

○ ام المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں: كان النبي صلى الله عليه وسلم يصفى الى راسه وهو مجاور في المسجد فارجله وانا حائض (بخاری ۲۷۱/۱) نبی کریم مسجد میں محکف ہوتے آپ اپنا سر انور میری طرف جھکاتے اور میں حالت حیض میں آپ کے سر میں کنگھی کرتی۔

○ دوسری روایت میں ہے: وان كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليدخل على راسه وهو في المسجد فارجله (بخاری ۲۷۲/۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک میرے کمرے میں داخل کرتے اور میں آپ کو

کنگھی کرتی اور آپ مسجد میں ہی ہوتے۔

سر دھلانا اعتکاف کے دوران مسجد میں رہتے ہوئے اگر مکلف اپنا سر دھوتا چاہے تو جائز ہے اگر وہ مسجد سے نکل گیا تو اسکا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان النبي صلى الله عليه وسلم يخرج راسه من المسجد وهو معتكف فاغسله وانا حائض (بخاری ۲۷۲/۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے اعتکاف کے دوران اپنا سر انور میری طرف کرتے میں حالت حیض میں ہی آپ کا سر دھوتی تھی۔

مسئلہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر مکلف کے جسم کا کچھ حصہ مسجد سے باہر ہو جائے تو اسکا اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ جب تک پورا جسم باہر نہ ہو۔

ضرورت کے وقت مسجد کے دروازے تک آنا:

اگر کسی مسجد کا دروازہ حدود مسجد سے باہر ہو تو وہاں جانے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ ہاں اگر دروازہ مسجد سے متصل، مسجد کی حدود میں ہو تو بوقت ضرورت مکلف دروازے تک جاسکتا ہے، بلکہ باہر والے شخص سے کلام بھی کر سکتا ہے، اگر اس پر کوئی الزام و اعتراض ہو، اور وہ اپنی صفائی دنیا چاہے تو دروازے کے پاس جا کر دے سکتا ہے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت صفیہ بنت جحی رضی اللہ عنہا (حضور کی زوجہ) نے مجھے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے آپ کے اعتکاف کے دوران مسجد میں رمضان المبارک کے آخری عشرے میں آئیں۔ کچھ دیر آپ کے پاس گفتگو کی، پھر انہیں تاکہ واپس جائیں تو نبی

کریم ﷺ ان کیساتھ کھڑے ہو گئے تاکہ انہیں واپس چھوڑ آئیں حتیٰ کہ جب وہ مسجد کے دروازے ”باب ام سلمہ“ کے پاس پہنچیں تو انصار قبیلہ کے دو مرد (اسید بن حضیر اور عباد بن بشرؓ) وہاں سے گذرے، ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا، تو نبی کریم نے انہیں فرمایا ذرا ٹھہرو! یہ (تمہاری روحانی ماں) صفیہ بنت حبیب ہے۔ انہوں نے عرض کیا سبحان اللہ! یا رسول اللہ! اور اسے بڑا دشوار جانا، آپ نے خیال کیا ہے کہ شاید ہم بدگمانی کریں گے۔ آپ نے فرمایا بے شک شیطان انسان کی رگوں میں دوڑتا ہے اور مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی بری چیز نہ ڈال دے۔ (بخاری ۱/۲۷۲)

اس حدیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے کے قریب آ کر حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو الوداع کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے وضاحت کرتے ہوئے ان سے گفتگو بھی فرمائی۔

مخلف کا اپنی زوجہ سے ملاقات کرنا اعکاف کے دوران اگر مخلف کی زوجہ اس سے ملنے آئے تو اس سے ملاقات کرنا درست ہے، ہاں اسے شہوت کیساتھ چھونا نہیں چاہئے، مذکورہ بالا حدیث پاک سے واضح ہے کہ حضرت صفیہ بنت حبیب رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات کیلئے حاضر ہوئیں اور آپ نے ان سے ملاقات بھی فرمائی اور دروازے تک الوداع بھی کیا۔

دوسری روایت میں یہ جملے ہیں:

كان النبي صلى الله عليه وسلم في المسجد وعنده ازواجه
فروحن (بخاری ۱/۲۷۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اعکاف کی حالت میں تھے اور آپ کے پاس آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما ملنے آئیں، پھر چلی گئیں۔

گرمی کی وجہ سے غسل کا حکم دوران اعکاف آدمی کیلئے غسل جنابت (احتمام کے بعد کا غسل) کے علاوہ محض اپنے جسم کو خشک پہنچانے، گرمی کم کرنے اور پسینے کی بدبودور کرنے کیلئے غسل کرنا درست نہیں ہے۔

اگر وہ اس غرض سے مسجد سے باہر جائیگا تو اسکا اعکاف ٹوٹ جائے گا۔ ہاں اگر اپنے سر کو حدود مسجد سے باہر نکال دے اور خود مسجد میں ہی رہے تو کوئی دوسرا اسکا سر دھو ڈالے تو درست ہے۔ ایسا ہی اگر مسجد میں پانی گرائے بغیر حدود مسجد میں غسل کرنا چاہے تو کوئی حرج نہیں۔

بعض دیگر مسائل

- مکلف بالکل خاموش نہ رہے، بلکہ جب بات کرے تو بھلائی کی بات کرے، عبادت کی نیت سے چپ رہنا گناہ ہے، لیکن بری گفتگو سے خاموشی بہتر ہے۔
- اگر جان بوجھ کر یا بھول کر جماع کر بیٹھا، شہوت سے اپنی بیوی کو چھو لیا یا مسجد سے باہر نکل آیا، تو اعکاف ٹوٹ جائیگا۔
- اگر ضرورت ہو تو وہ کھانا لانے کیلئے گھر جاسکتا ہے۔
- اگر جان بوجھ کر کھاپی لیا تو اعکاف فاسد ہو گیا، بھول کر کھایا تو باقی رہے گا
- اعکاف شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے۔ لہذا مسنون ہو یا واجب دونوں کو توڑ دینے سے اسکی قضاء لازم ہے۔

- اگر اعکاف کی نذرمانی تو جتنے دن کا کہا ایسے اتنی راتیں بھی شامل ہوں گی۔
- ہاں اگر صرف ایک دن کا اعکاف نذرمانا تو اس میں رات شامل نہ ہوگی۔
- اگر اعکاف فاسد ہو گیا تو جتنے دن کا فاسد ہوا اتنے دن کی قضاء کرے گا۔
- مثلاً اگر ایک دن کا فاسد ہوا تو ایک دن کی قضاء ہوگی اور اگر زیادہ دنوں کا اعکاف فاسد ہوا تو زیادہ کی قضا کرے۔
- جن علاقوں میں کرایہ پر جگہ لے کر یا مدرسہ کو مسجد قرار دے لیا جاتا ہے وہ شرعاً مسجد نہیں ہیں وہاں اعکاف کرنا درست نہیں ہے۔
- اگر ایسی مسجد میں اعکاف کیا جہاں جمعہ نہیں ہوتا تو جمعہ کیلئے دوسری مسجد میں جا سکتا ہے
- اگر مسجد میں قضاے حاجت کیلئے جگہ نہیں ہے تو جہاں میسر ہو جا سکتا ہے خواہ قریب یا دور، لیکن فارغ ہوتے ہی واپس لوٹ آئے بلاوجہ ٹھہرا تو اعکاف ٹوٹ گیا۔
- دوران اعکاف منہ کو چھپانا ضروری نہیں۔ اگر محکف چاہے تو خیمہ سے باہر نکل کر لوگوں سے جائز گفتگو بھی کر سکتا ہے، وعظ و نصیحت اور درس و تدریس و امامت خطابت کے فرائض بھی سرانجام دے سکتا ہے۔
- محکف خوشبو، تیل، سرمہ لگا سکتا ہے، حجامت ہو سکتا ہے بشرطیکہ مسجد سے باہر نہ جائے اور مسجد بھی آلودہ نہ ہو۔
- خیمہ لگانا ضروری نہیں، اس کے بغیر بھی اعکاف درست ہے، محن مسجد میں سو بھی سکتا ہے۔
- اگر دوران اعکاف احتلام ہو تو کچھ حرج نہیں فوراً غسل کر کے لباس بدل لے یا دھو کر وہی پہن لے۔

○ اعتکاف کے دوران سگریٹ یا حقد نوشی درست نہیں، کیونکہ اس سے بدبو پھلتی ہے اور اگر حد مسجد سے نکل کر یہ کام کرے گا تو اعتکاف نوت جائے گا۔

خواتین کا اعتکاف اگر خواتین بھی اعتکاف کرنا چاہیں، تو کر سکتی ہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

ان النبی ﷺ كان يعتكف العشر الاواخر من رمضان حتى توفاه

اللہ ثم اعتكف ازواجه من بعده (بخاری ۱/۲۷۱، مسلم ۱/۳۷۱، مشکوٰۃ ص ۱۸۳)

بے شک نبی کریم ﷺ وفات تک رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف

کرتے رہے ہیں، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج رضی اللہ عنہن نے اعتکاف کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے حضور اکرم ﷺ

کی وفات کے بعد اعتکاف کیا ہے۔

○ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اعتكفت مع رسول الله ﷺ امرأة من ازواجه مستعاضة الحدیث

(بخاری ۱/۲۷۳)

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں آپ کی ایک زوجہ مطہرہ نے استعاضہ کی حالت میں

اعتکاف کیا، صرف ایک زوجہ رسول نے آپ کی ظاہری زندگی میں اعتکاف کیا تھا، باقی

ازواج نے آپ کے وصال کے بعد اعتکاف کیا، یہی وجہ ہے کہ پہلی روایت میں بعد کا ذکر

ہے اور اس روایت میں ظاہری زندگی کا بیان ہے، بعض حضرات جنہیں یہ دعوائی بھی ہے کہ

ہم صرف قرآن دست پر پڑھتے ہیں ہمارے لیے کسی اسٹی کی بات حجت و دلیل نہیں، وہ محض

الفاظ کی کھینچا تانی سے خواتین کے مسجد میں اعتکاف کرنے پر استدلال کرتے ہیں، حالانکہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں، جس کا معنی ”مسجد میں اعتکاف کرنا“ ہو، جسے یہ دعویٰ ہو، وہ اپنے دعویٰ کو صریح روایت سے ثابت کرے، صرف حرف ”مع“ کے لفظ سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ انہیں متعدد معانی کا احتمال ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا خواتین کے مسجد میں اعتکاف پر ناراض ہونا

احادیث مبارکہ میں متعدد اسناد کیساتھ، صحیح روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کے مسجد میں لگائے ہوئے خیموں کو ناراضگی اور نا پسندیدگی سے نہ صرف اکھڑا دیا، بلکہ آپ نے اپنا اعتکاف بھی ترک فرما دیا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:

فلما انصرف رسول الله ﷺ من الغداة ابصر قباب فقال ما هذا
فاخبر خبر من فقال ما حملهن على هذا البر انزعوا فلا اراها فنزعت
فلم يعتكف في رمضان حتى اعتكف في آخر العشر من شوال

(بخاری ۱/۲۷۳، ۲۷۴)

جب رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت واپس (خیمے والی جگہ پر) آئے، اور آپ نے چار خیمے (حضرت عائشہ، حفصہ، زینب اور اپنا خیمہ) دیکھے تو فرمایا: انہیں کس نے اس چیز پر ابھارا ہے؟ کیا یہ (ان کا مسجد میں بیٹھنا) نیکی ہے؟ (صحابہ!) ان کے خیمے اتار دو، میں اسے درست نہیں سمجھتا، چنانچہ خیمے اتار دیئے گئے اور آپ نے اعتکاف نہ کیا، پھر شوال کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا۔

اس روایت میں کھلے لفظوں میں مسجد میں احکاف کرنے پر رسول اللہ ﷺ کی اس حد تک ناراضگی موجود ہے، کہ خیموں اکھیڑ دیئے، فرمایا کیا یہ نیکی ہے؟ اور خود بھی احکاف چھوڑ دیا مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

فقال البربردن فامر بنخباثه ففوض وترك الاعتكاف الحديث
(مسلم ص ۱/۳۷۱)

آپنے (ازواج کے خیموں کو دکھ کر) فرمایا کیا یہ نیکی کا ارادہ رکھتی ہیں؟ (یہ کوئی نیکی نہیں) پھر آپنے خیموں کو اتار دینے کا حکم فرمایا، تو انہیں اتار دیا گیا اور آپنے بھی (احتجاجاً) احکاف ترک کر دیا۔

معلوم ہوا نیکی کا ارادہ کر کے مسجد میں احکاف کیلئے خیمے لگانے والیوں کے خیموں کو اتار دینا سنت ہے، جس پر وہابی لوگ عمل نہیں کرتے۔
اس کے تحت امام نووی لکھتے ہیں:

قال القاضى قال رسول الله ﷺ هذا الكلام انكار الفعلين
وقد كان ﷺ اذن لبعضهن فى ذلك كما رواه البخارى (نووی ۱/۳۷۲)
حضرت قاضی عیاض نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے یہ کلام ان کے عمل کا انکار کرنے کیلئے فرمایا، حالانکہ آپنے اس سے قبل ایک زوجہ کو اجازت دی تھی جیسا کہ بخاری نے روایت کیا ہے۔

اجازت دے کر بعد میں انکار فرما دیا، جس سے واضح ہے کہ آپ اپنے حکم اور اجازت کو خود ہی منسوخ اور ممنوع قرار دے دیا
اسی حدیث کے فوائد میں محدثین نے صراحت کی ہے کہ آپنے ازواج

مطہرات کے اس عمل کو ناگوار کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد میں عام مسلمان، دیہاتی اور منافقین، ہم قسم کے لوگ آتے ہیں اور ازدواج (یا اعتکاف والی خواتین) کو اپنی طبعی حاجات کی وجہ سے بار بار مسجد میں آنا جانا پڑتا ہے اور ہر قسم کے لوگوں کے سامنے ان کا آنا جانا ہوگا، اس لیے آپ نے ان کے خیسے اکھڑا دیئے۔ ملاحظہ ہو! (لوسی وغیرہ)

عورتوں کو مسجدوں میں اعتکاف بیٹھانے پر زور دینے والوں کیلئے دعوت فکر ہے کہ اگر بقول تمہارے رسول اللہ ﷺ نے ازدواج کو اجازت دی تھی، تو پھر آپ کا خیسوں کو اکھیرنا، اسے نکلی سمجھنے پر ڈانٹنا اور اتنی ناراضگی کا اظہار فرمانا کہ اپنا اعتکاف بھی چھوڑ دینا، کیا سب مسئلہ کی حقیقت کو کھول کر نہیں رکھ دیتا؟

مخالفین کا عمل وحابی حضرات جب دلائل دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کیساتھ ازدواج نے اعتکاف کیا، اور جب عمل کرتے ہیں، تو اپنے دلائل کو بھی رد کر دیتے ہیں ان سے پوچھیے کہ

- کیا وہابیوں نے اپنی بیوی کا خیر اپنے خیسے کیساتھ لگا کر کبھی اعتکاف کیا؟
- کیا دیگر خواتین کے خیسے مردوں کیساتھ لگاتے ہیں؟.....
- کیا خون استحاضہ والی بیوی کو اعتکاف کرایا؟.....
- اگر تم اپنے عمل پر بے غم ہو تو ایک ایسی صحیح، صریح، مرفوع روایت دکھا دو جس میں تمہارا عمل مذکور ہو، کہ عورتیں چھت پر اعتکاف کریں اور مرد نیچے، عورتوں کے خیسے الگ ہوں اور مردوں کے الگ، یا ان روایات پر عمل کرتے ہوئے اپنی زوجہ وغیرہ کو ساتھ لے کر ایک ہی جگہ اعتکاف کر کے اس سنت کو زندہ کر دو ورنہ اسکا نام لینا چھوڑ دو

اعتراف حقیقت خدا کا شکر ہے کہ گوہارے کہنے پر نہیں، بلکہ اپنے اعمال کا خمیازہ بھگت کر اور خواتین کو مساجد میں اعتکاف کرانے کے برے نتائج دیکھ کر اب تو مخالفین کے ایوانوں میں بھی اہلسنت کی آواز گونجنے لگی ہے اور انہوں نے بھی چار دنا چار کہہ ہی دیا ہے کہ عورتیں گھروں میں اعتکاف کریں۔ ملاحظہ ہو!

۱۔ تجلیات رمضان ص ۱۲۵ پر لکھا ہے:

نوٹ: عورتیں بدستور گھروں میں اعتکاف کریں۔

۲۔ ماہنامہ صراط مستقیم بر منگھم برطانیہ جلد ۱۳ شمارہ ۳ ص ۲۳ پر موجود ہے

عورتوں کیلئے گھروں میں اعتکاف کرنا افضل ہے۔

۳۔ عبدالغفور اثری نے تسلیم کیا ہے کہ

”بعض اہل حدیث علماء نے بھی عورتوں کو اپنے گھروں میں اعتکاف بیٹھنے

کی اجازت دے رکھی ہے (تحفہ رمضان ۸۷)

نوٹ: مذکورہ دونوں حوالے بھی یہیں سے ہی ماخوذ ہیں.....

قارئین کرام! یہ ان لوگوں کے فتوے ہیں جن کا نعرہ ہے کہ ہماری آواز صرف

قرآن و حدیث ہے، اگر یہ بات درست ہے تو مان جائیں، کہ احتاف کا موقف

درست ہے لہذا غیر مقلدین اپنے دعوے پر نظر ثانی کریں۔

مسائل برائے خواتین عورت نے اپنے گھر میں جہاں نماز کیلئے جگہ

مخصوص کر رکھی ہے، وہاں اعتکاف کرے، اگر کوئی جگہ خاص نہیں کی تو اسے خاص

کر لے، اعتکاف کیلئے شوہر سے اجازت لے، قضائے حاجت اور کھانے کے علاوہ

ن جبکہ سے باہر نہ نکلے، اگر اسی دوران حیض یا نفاس آ گیا تو احکام فلوٹ گیا، چبنے
ن باقی رہ گئے تھے، اسے دنوں کی قضا کرے، قضاے حاجت سے فارغ ہو کر فوراً
پانی جبکہ پرا جائے۔

مسائل کی تفصیل کیلئے بہار شریعت جلد اول حصہ ۵ کا مطالعہ کریں

آخری عشرہ کے فضائل

یوں تو پورا رمضان المبارک ہی انوار و برکات کا حامل ہے، اسکا ہر لمحہ اور ہر
گھڑی بے مثال ہے، لیکن رمضان المبارک کے آخری عشرے کو جو انفرادیت اور ممتاز
حیثیت حاصل ہے، وہ اپنی جگہ مسلم اور محتاج بیاں نہیں یہ عشرہ اپنے خصوصی انعامات
و تجلیات کی وجہ سے ممتاز اور لا جواب ہے

یہی وجہ ہے کہ احادیث مبارکہ میں اس عشرے کے انفرادی امور، امتیازی
فضائل اور جداگانہ مسائل بیان کیئے گئے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

جہنم سے آزادی کا عشرہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی
طویل روایت میں یہ الفاظ ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہو شہر اولہ رحمة و اوسطہ مغفرة و اخرہ عتق من النار (مشکوٰۃ ۱۷۴)
اور وہ (رمضان المبارک) ایسا مہینہ ہے کہ اسکا پہلا عشرہ رحمت کا، دوسرا عشرہ
مغفرت و بخشش کا اور تیسرا عشرہ جہنم سے آزادی کا عشرہ ہے۔

اس حدیث پاک میں رمضان المبارک کے آخری عشرے کو دوزخ سے
آزادی اور جہنم سے رستگاری کا عشرہ قرار دیا گیا ہے۔

کثرت عبادت کا عشرہ: حضور اکرم ﷺ ہر گھنٹی ہر لمحہ اور ہر ساعت خداوندی میں بسر فرماتے، حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں

كان النبي ﷺ يذكر الله على كل احيانه (بخاری ۱/۴۴، مسلم ۱/۱۶۲)
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اوقات میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔
 اس کے ضمن میں امام نووی لکھتے ہیں:

يكون معظم المقصود انه صلى الله عليه وآله وسلم كان يذكر
 الله تعالى متطهرا او محدثا وجنبا وقائما وقاعدا مضطجعا وماشيا
 والله علم۔ (نووی بر مسلم ۱/۱۲۶)

اس قول کا بنیادی مقصد یہ بتانا ہے کہ رسول اللہ ﷺ وضو سے اور وضو کے
 بغیر، جنابت کی حالت میں، کھڑے، بیٹھے، لیٹے اور چلنے ذکر خدا کرتے تھے۔
 لیکن رمضان المبارک میں اس کا خصوصی اہتمام ہوتا، اور آخری عشرے میں تو
 مزید بڑھ جاتا۔

۱۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل العشر احيى الليل
 وابقظ اهله وجد وشد المنزر (مسلم ۱/۳۷۲، واللفظ لہ، بخاری ۱/۲۷۱، مشکوٰۃ ۱۸۳)

جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 راتوں کو بیدار رہتے، اپنے گھروالوں کو بھی بیدار کرتے، خوب محنت کرتے اور کمر
 ہمت باندھ لیتے، (ازواج سے جدا ہو جاتے)

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوقظ اہلہ فی العشر
 وَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ (ترمذی/۱/۹۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرے میں اپنے اہل خانہ کو (بھی) بیدار کرتے تھے۔
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتهد فی العشر الاواخر مالا
 یجتهد فی غیرہ (ترمذی/۱/۹۸، مسلم/۱/۳۷۲، مشکوٰۃ/۱۸۴)
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں عبادت
 میں پہلے سے زیادہ اہتمام فرماتے۔

امام نووی لکھتے ہیں: لَفِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّهُ يَسْتَحِبُّ أَنْ يَزِدَّ مِنَ
 الْعِبَادَاتِ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَاسْتِحْبَابِ أَحْيَاءِ لَيْالِهِ بِالْعِبَادَاتِ
 (نووی بر مسلم/۱/۳۷۲)
 اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کی راتوں میں شب
 بیداری کرتے ہوئے عبادت بجالانا مستحب ہے۔

وہابیوں اور دیوبندیوں کی حدیث میں شرمناک تحریف لفظی

امام ابو حبابہ نواب صدیق حسن خان نے حدیث مذکور یوں لکھی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتهد فی رمضان مالا
 یجتهد فی غیرہ (الاتقارار ج ۱ ص ۶۱)

اور مفتی ملت دیوبندیہ، رشید احمد لدھیانوی کراچی نے بھی اس حدیث کو
 یونہی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو! اسن الختاوی جلد نمبر ۳۔

جبکہ یہ ان دونوں چچیرے بھائیوں کی حدیث مذکور میں زبردست تحریف اور
 شرمناک رد و بدل ہے..... کیونکہ حدیث بالاسم ”نی رمضان“ کا جملہ نہیں ہے.....

مغفرت کا عشرہ: اس عشرے کی آخری رات کو روزے داروں کو مغفرت و
 بخشش کی نوید سنادی جاتی ہے لہذا یہ مغفرت و بخشش کا بھی عشرہ ہے۔

۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت کو رمضان المبارک میں پانچ ایسی چیزیں ملی
 ہیں، جو کسی نبی کو بھی مجھ سے قبل نہیں ملیں، ان پانچوں میں سے آخری بات کا بیان
 کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

واما الخامسة فانه اذا كان اخر ليلة غفر لهم جميعاً فقال رجل من
 القوم اهي ليلة القدر فقال لا الم تر الى العمال يعملون فاذا فرغوا من
 اعمالهم ولوا اجورهم (شعب الایمان ۷/۲۱۱، الترغیب والترہیب ۲/۹۲)

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ جب رمضان المبارک کی آخری رات آتی
 ہے تو ان تمام (روزہ داروں) کو بخش دیا جاتا ہے، ایک آدمی نے عرض کیا:
 حضور کیا یہ کام لیلۃ القدر کو ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں کیا تم نہیں جانتے کہ
 مزدور اپنا کام کرتے ہیں پس جب وہ اپنے کاموں سے فارغ ہوتے ہیں تو
 انہیں ان کا پورا بدلہ دے دیا جاتا ہے۔

۲۔ اسی مضمون کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے
 (مسند احمد ۲/۲۹۲، شعب الایمان ۷/۲۱۰)

ان روایات سے واضح ہے کہ روزے داروں کو ان کا اجر و ثواب آخری عشرے کی آخری رات کو حطا فرمادیا جاتا ہے۔

۳۔ ایک روایت میں ہے، کہ جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور جب اللہ کسی بندے کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے تو اسے عذاب نہ دے گا اور ہر روز دس لاکھ لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب انیسویں رات ہوتی ہے تو میں نے بھر میں جتنے آزاد کیے ہوتے ہیں ان کے مجموعہ کے برابر اس ایک رات میں آزاد فرماتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

اعتکاف کا عشرہ رمضان المبارک کے آخری دس دن اعتکاف کے دن ہیں، ہمارے نبی رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ اس عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

۱۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان فلم یعتکف عاماً فلما کان فی العام المقبل اعتکف عشرين (ترمذی/۱/۹۹، مشکوٰۃ ۱۸۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے، آپ نے ایک سال اعتکاف نہ کیا جب اگلا سال آیا تو بیس دنوں کا اعتکاف فرمایا۔

۲۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان فساہراً عاماً فلما کان من العام المقبل اعتکف عشرين يوماً۔ (ابن ماجہ ۱۲، ابوداؤد ۱۸۲، مشکوٰۃ ۱۸۲)

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعکاف فرماتے تھے آپ نے ایک سال سزا اختیار کیا (جسکی وجہ سے اعکاف نہ کیا) تو آئندہ سال میں دنوں کا اعکاف فرمایا۔

اس حوالے سے متعدد روایات گزر چکی ہیں۔

لیلۃ القدر کا عشرہ اس عشرے کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اس میں وہ عظیم و طویل رات ہے جسے ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس عشرے کا اعکاف بھی لیلۃ القدر کو پانے کیلئے کیا جاتا ہے اور اسی عشرے میں اسے تلاش کرنے کا حکم ہے جیسا کہ

۱- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان (بخاری، ۱/۲۷۰، برتذی)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

۲- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

التمسوها فی العشر الاواخر فی الوتر۔ (بخاری، ۱/۲۷۰)

(آپ نے فرمایا) اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

شب قدر کو آخری عشرے میں تلاش کرو اگر کوئی کمزور ہو یا مجبور ہو جائے تو آخری

ہفتہ عشرہ) میں اس پر (نیند کی وجہ سے) غلبہ نہیں ہونا چاہیے۔ (تفسیر مظہری ۱۰/۳۱۳)

طاق راتوں سے مراد رمضان المبارک کی اکیسویں (۲۱)، بیسویں (۲۲)

بچیسویں (۲۵)، ستائیسویں (۲۷)، اور تیسویں (۲۹) راتیں ہیں۔

○ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ليلة القدر في العشر

البواقي من فامهن ابتغاء حسنهن فان الله تبارك وتعالى يغفر له ما تقدم من

ذنبه وما تاخر الحديث (مسند احمد ۵/۳۲۳، مجمع الزوائد ۳/۱۷۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری

عشرے میں ہے جو ان میں قیام کرے، ثواب کے ارادہ سے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے گنہگار پچھلے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

ان روایات میں لیلۃ القدر کیلئے کسی ایک رات کو خاص نہیں گیا تاکہ مسلمان

لیلۃ القدر کے فیوض و برکات کے حصول کیلئے جدوجہد کریں، رمضان المبارک کی

زیادہ راتوں میں شب بیداری کا اہتمام کریں اور اپنی محنت و لگن کا بدلہ پا کر اللہ تعالیٰ

کی نوازشات سے بہرہ ور ہو سکیں۔

نزول قرآن رمضان المبارک کے اسی آخری عشرے کو یہ اعزاز بھی حاصل

ہے کہ اس کی ایک رات 'لیلۃ القدر' میں قرآن مقدس جیسی عظیم نعمت کا نزول بھی ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر (القدر)

بے شک ہم نے لیلۃ القدر میں اسے (قرآن کو) اتارا ہے۔

اختتام نزول قرآن لطف یہ ہے کہ اسی عشرے کو لیلۃ القدر میں مسلمانوں

کو قرآن مجید کی لازوال دولت نصیب ہوئی۔ غار حرا کی غلطیوں میں جب خدا کا محبوب
 محو عبادت تھا، تو قرآن مجید کی پہلی وحی (سورہ علق کی ابتدائی آیات) سے نزول
 قرآن کا آغاز کیا گیا۔ اور تیس سال کے طویل عرصے میں موقع بموقع، لمحہ بہ لمحہ،
 ضرورت کے مطابق قرآن نازل ہوتا رہا جب اس ضابطہ حیات کی تکمیل اور اتمام کا
 وقت آیا تو وہ بھی حسن اتفاق سے رمضان المبارک کے اسی آخری عشرے کی ایلیۃ القدر
 کا بابرکت موقع تھا۔ گویا نزول قرآن کا آغاز اور تکمیل قرآن دونوں آخری عشرے
 کے مبارک لمحات میں ہوئے۔

یوم قیام پاکستان پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے جو کہ بے شمار قربانیوں
 کے بعد حاصل ہوا یہ عظیم ملک، مقدس خطہ اور مبارک قطعہ بھی ہمیں رمضان المبارک
 کے آخری عشرے کی ستائیسویں تاریخ کو حاصل ہوا تھا۔ آج ہم خود کو پاکستان کے
 باشندے قرار دیتے ہوئے ”جشن آزادی پاکستان“ تو بڑے جوش و خروش سے مناتے
 ہیں۔ لیکن افسوس! کہ ہم مغربی تہذیب اور انگریزی تاریخ کے اس قدر دلدادہ ہو چکے
 ہیں کہ ہم نے ۱۴ اگست کو ہی اس کام کیلئے غنص کر رکھا ہے، ہمارے اکثر لوگوں کو اتنا
 بھی یاد نہیں کہ اسلامی کیلنڈر کے مطابق قیام پاکستان کا کونسا مہینہ ہے۔ خدا کرے کہ
 ہم حقیقت شناس بنیں۔ اور قیام پاکستان کے مقصد ”نفاذ اسلام“ کی اہمیت کا احساس
 کرتے ہوئے ملک کو اسلامی ائٹیٹ بنا سکیں۔

جمعہ الوداع جمعہ سال کے کسی بھی مہینے کا ہو، اس کی خیر و برکت کے کیا
 کہنے، لیکن رمضان المبارک کا جمعہ اور وہ بھی جمعہ الوداع، یعنی بالکل آخری جمعہ جو کہ
 نور علی نور ہے اس کی فضیلت کو جاننے کیلئے درج ذیل روایت پر غور فرمائیں امام ابو

یہ سمرقندی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں ہر روز اظہار کے وقت دس لاکھ ایسے دوزخیوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے، جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہو، جسرات اور دن کو ہر گھڑی دس لاکھ جہنمی آزاد کیئے جاتے ہیں اور جمعہ الوداع کے موقع پر جتنے دوزخی نکم رمضان سے اب تک آزاد کیے جا چکے تھے ان تمام کی گنتی کے برابر دوزخی آزاد کیے جاتے ہیں۔ (تہذیب الفقہاء المسلمین)

گناہ گارو!، خطا کارو، سیاہ کارو، مبارک ہو، اٹھو، کمر ہمت باندھو، رمضان المبارک کا آخری عشرہ..... اعکاف کا حسین لمحہ..... لیلة القدر کا پر نور موقعہ..... اس کا آخری جمعہ اور رمضان کی آخری ساعت تمہاری مغفرت، بخشش، معافی، دوزخ سے آزادی اور جہنم سے رستگاری کیلئے موجود ہے اسے ضائع مت کرو، اسے گنوا نہ لو، ورنہ پچھتاتے رہو گے، دیکھو بارانِ رحمت و کرم کس قدر موسلا دھار بن کر نازل ہو رہی ہے، اے مسلمان! ہمت نہ ہار بلکہ

ہے	ڈرتا	کیا	کر	باندھ	ٹاٹھ
ہے	کرتا	کیا	خدا	دیکھ	پھر

فضیلت لیلة القدر

یوں تو پورا رمضان المبارک ہی برکتوں اور سعادتوں کا مہینہ ہے، لیکن اس کی ایک رات جسے لیلة القدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس کی عظمت کا اندازہ اس امر سے کر لیا جائے کہ صرف اسی ایک رات کی قدر و منزلت بیان کرنے کیلئے قرآن مجید

میں پوری سورت القدر نازل ہوئی اسی رات میں قرآن مجید نازل ہوا، اس رات میں فرشتوں اور جبرئیل امین کا نزول ہوتا ہے، اس ایک رات کو ہزار مہینوں (تراسی سال اور چار ماہ) سے بہتر قرار دیا گیا ہے اور یہ امت محمدیہ کیلئے خصوصی علیہ ہے۔

لیلۃ القدر صرف امت محمدیہ کو عطا ہوئی حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ وہب لا متی لیلۃ القدر لم یعطھا من کان قبلھم (تفسیر درمنثور ۶/۲۷۱، کنز العمال ۸/۵۳۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر میری امت کو عطا فرمائی ہے ان سے پہلے لوگوں کو عطا نہیں فرمائی۔

شان نزول لیلۃ القدر کیوں نازل ہوئی، اس کے متعلق اہل علم نے متعدد اور مختلف واقعات ذکر کیے ہیں، چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ امام مالک علیہ الرحمۃ نقل کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُرْمی اعمار الناس قبلہ او ماشاء اللہ من ذالک فکانہ تقاصر اعمار امتہ ان لا یبلغوا من العمل مثل الذی بلغ غیر ہم فی طول العمر فاعطاه اللہ لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔ (موطا امام مالک ۲۶۰، تفسیر کبیر، مظہری وغیرہ)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے لوگوں کی عمریں دکھائی گئیں، جو خدا نے چاہا تو آپ نے اپنی امت کی عمر کو کم سمجھا، کہ میری امت کے لوگ (اپنی تھوڑی عمر

میں) ان لوگوں کے برابر عمل نہیں کر سکیں گے، جو وہ اپنی طویل عمر میں کریں گے۔ تو اللہ نے آپ کو ہزار مہینوں سے بہتر لیلۃ القدر عطا فرمائی۔

۲۔ حضرت مجاہد علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں:

كان في بنى اسرائيل رجل يقوم الليل حتى يصبح ثم يجاهد العدو بالنهار حتى يمسي ففعل ذلك الف شهر فانزل الله هذه الآية ليلة القدر خير من الف شهر قيام تلك اللية خير من عمل ذلك الرجل (تفسیر ابن جریر ۳/۱۲۷)

بنی اسرائیل میں ایک ایسا آدمی تھا جو رات کو قیام کرتا حتیٰ کہ صبح ہو جاتی، پھر دن کے وقت دشمن کے ساتھ جہاد کرتا حتیٰ کہ رات ہو جاتی، اس نے یہ عمل ہزار ماہ تک جاری رکھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، لیلۃ القدر ہزار ماہ سے بہتر ہے تو اس ایک رات کا قیام اس آدمی کے عمل (عبادت) سے بہتر ہے۔

۳۔ حضرت مجاہد سے مروی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

ان النبي صلى الله عليه وسلم ذكر رجلاً من بنى اسرائيل ليس السلاح في سبيل الله الف شهر فعجب المسلمون من ذلك فانزل الله عز وجل انا انزلناه في ليلة الی قوله خير من الف شهر التي ليس ذلك الرجل في سبيل الله الف شهر (سنن کبریٰ ۳/۶۰۶ تفسیر کبیر)

نبی کریم نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر کیا جس نے ایک ہزار ماہ خدا کے راستے میں ہتھیار پہنے رکھا اور (اور جہاد کرتا رہا) تو مسلمانوں کو اس کے اس عمل پر بڑا تعجب ہوا، پس اللہ تعالیٰ نے انا انزلنا فی لیلۃ القدر کو خیر من الف شھر تک نازل فرما

کرتا دیا کہ اس میں عبادت کرنا اس آدمی سے بہتر ہے جس نے ہزار ماہ جہاد کیلئے ہتھیار پہنا تھا۔

۳۔ یہی روایت حضرت یحییٰ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے
(تفسیر قرطبی ص ۱۳۲، جلد ۱۰، ج ۲۶۶، تفسیر عزیزی)

لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہے لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہے کسی اور ماہ میں نہیں، اس پر قرآن وحدیث کی واضح تصریحات موجود ہیں
۰۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: انا انزلنا فی لیلۃ القدر (القدر)
ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے۔

۰۔ دوسرے مقام پر فرمایا: شہور رمضان الذی انزل فیہ القرآن (البقرہ)
رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے۔
دونوں آیتوں کو ملانے سے واضح ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہے، جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔

۰۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے متعلق سوال کیا..... فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان، تو آپ نے فرمایا: وہ رمضان میں ہے۔ (مسند احمد ۵/۳۱۸)
۰۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا اسمع عن لیلۃ القدر
فقال ہی فی کل رمضان (ابوداؤد ۱/۱۹۷، مشکوٰۃ ۱۸۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے متعلق پوچھا گیا میں سن رہا تھا آپ نے فرمایا وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے۔

۵۔ حضرت زبیر بن حبیبش نے حضرت ابی بن کعب سے عرض کیا:

اخبرنی عن لیلۃ القدر یا ابا المنذر فان صاحبنا سئل عنها فقال
من یقم الحول یصیبہا فقال رحم اللہ ابا عبد الرحمان واللہ لقد علم
انہافی رمضان (ابوداؤد/۱۹۵)

اے ابو منذر! مجھے لیلۃ القدر کے متعلق خبر دیجئے! کیونکہ ہمارے دوست
(حضرت عبداللہ بن مسعود) فرماتے ہیں جو پورا سال قیام کرے وہ اسے پالے گا (یعنی
ان کے خیال میں لیلۃ القدر پورے سال میں ہے) تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت
ابو عبدالرحمان پر رحم فرمائے، خدا کی قسم! وہ جانتے ہیں کہ بے شک وہ رمضان میں ہے۔

۵۔ یہ روایت مسلم اور ترمذی ۱/۹۸ پر بھی ہے

لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر رمضان
البارک میں ہی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم گنہگاروں پر مزید کرم
فرماتے ہوئے اسکا تعین بھی فرمادیا ہے کہ وہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی
طاق راتوں میں ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

ان رجالا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارادوا لیلۃ القدر
فی المنام السبع الاوخر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ارادوناکم قد طوطا طات فی السبع الاوخر فمن کان متحریرھا فلیتحر

ہافی السبع الاواخر۔ (مسلم/۱، ۳۶۹، بخاری مکتوٰۃ ۱۸۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ کو (رمضان کے) آخری ہفتہ میں لیلۃ القدر خواب میں دکھائی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری سات راتوں کے موافق ہے، پس جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہے وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

۲۔ ایک روایت میں ہے:

رای رجل ان لیلۃ القدر لیلۃ سبع وعشرين فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ازی رؤیا کم فی العشر الاواخر فاطلبوہا فی الوتر منها (مسلم/۱، ۳۶۹)

ایک شخص نے رمضان کی ستائیسویں رات میں لیلۃ القدر کو خواب میں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری دس دنوں میں واقع ہوا ہے، پس لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

۳۔ ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیلۃ القدر ان ناساً منکم قد اروا انها فی السبع الاول واری ناس منکم انها فی السبع الغواہر فالتمسوہا فی العشر الغواہر (مسلم/۱، ۳۶۹)

میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگوں نے شب قدر کو (رمضان المبارک کے) ابتدائی سات دنوں میں دیکھا اور کچھ لوگوں نے آخری سات دنوں میں دیکھا، تم اس کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔

۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اريت ليلة القدر ثم ايقظني بعض اهلي فانسيها فاتمسوها في العشر الغوابر (مسلم/۱/۳۶۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خواب میں شب قدر دکھائی گئی پھر مجھے گھر کے کسی فرد نے جگایا اور میں بھول گیا اب اس کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔

۵- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کے درمیانی عشرے میں اعکاف کرتے تھے، پھر جب بیس راتیں گذر جاتیں اور اکیسویں شب کی آمد ہوتی تو آپ گھر جاتے اور آپ کے ساتھ جو صحابہ اعکاف کرتے وہ بھی گھر جاتے پھر ایک ماہ آپ نے اسی رات میں اعکاف کیا جس شب میں آپ پہلے گھر چلے جاتے تھے (یعنی اکیسویں رات میں اعکاف فرمایا) آپ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہ احکام آپ نے لوگوں کو بیان کیے پھر آپ نے فرمایا پہلے میں اس (درمیانی) عشرے میں اعکاف کرتا تھا پھر مجھ پر ظاہر ہوا کہ میں اس آخری عشرے میں اعکاف کروں جو شخص میرے ساتھ بیٹھا ہے وہ اپنے اعکاف کی جگہ میں رات بسر کرے، مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی پھر بھلا دی گئی، فانتمسوها في العشر الاواخر في كل وتر۔ تم اسے رمضان المبارک کے آخری عشرے کی ہر طاق رات میں تلاش کرو۔ (مسلم/۱/۳۶۹، ابوداؤد/۱/۱۹۶)

۶- ایک روایت میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرے میں اعکاف کیا، پھر ایک ترکیخیمہ میں رمضان کے درمیانی عشرے میں اعکاف کیا،

جس کے دروازے پر چٹائی لگی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے وہ چٹائی ہٹائی اور خیمہ کے ایک کونے میں کر دی، پھر خیمہ سے سر باہر نکالا اور لوگوں سے مخاطب ہوئے لوگ آپ کے قریب ہو گئے، آپ نے ان سے فرمایا: میں اس رات کی تلاش میں پہلے عشرے میں اعتکاف کرتا تھا، پھر میں درمیانی عشرہ میں بیٹھا، پھر میرے پاس کوئی (فرشتہ) آیا میری طرف وحی کی گئی کہ یہ (لیلۃ القدر) آخری عشرے میں ہے تم میں سے جس شخص کو پسند ہو تو وہ اعتکاف کرے، لوگوں نے آپ کے ساتھ اعتکاف کیا آپ نے فرمایا میں نے شب قدر کو طاق راتوں میں دیکھا ہے (مسلم ۱/۳۷۰، مشکوٰۃ ۱۸۱، بخاری)

۷۔ ایک روایت میں یوں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا جس میں آپ لیلۃ القدر کا علم دیئے جانے سے پہلے اس کو تلاش کرتے تھے۔ جب درمیانی عشرہ مکمل ہو گیا تو آپ نے خیمہ کو کھولنے کا حکم دیا پھر آپ کو علم دیا گیا کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے آپ نے خیمہ لگانے کا حکم دیا پھر آپ صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے آیا تھا، پھر دو شخص لڑتے ہوئے آئے جن کے ساتھ شیطان تھا پھر میں اس کو بھول گیا، اب یہ رات رمضان کے آخری عشرے کی نویں، ساتویں، اور پانچویں رات میں ڈھونڈو۔

(مسلم ۱/۳۷۰، ابوداؤد ۱/۱۹۶)

۸۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تحجرو ليلة القدر في

العشر الاواخر من رمضان (مسلم/۳۷۰، بخاری، مکتوٰۃ ۱۸۱، ترمذی/۹۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔

۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التمسوها فی العشر الاواخر من رمضان فی تسعة تبقى و فی سابعة تبقى و فی خامسة تبقى۔ (ابوداؤد/۱۹۶، بخاری، مکتوٰۃ ۱۸۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرے کی جب نو (9) راتیں باقی رہ جائیں (اکیسویں رات میں) اور سات راتیں باقی رہ جائیں (سائیسویں رات میں) اور جب پانچ راتیں باقی رہ جائیں تو (بچیسویں رات میں) تلاش کرو۔

۱۰۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول التمسوها یعنی لیلة القدر فی تسع یقن و فی سبع یبقین او فی خمس یقین او ثلث او اخر لیلة (ترمذی/۹۸، مکتوٰۃ ۱۸۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ لیلة القدر کو (رمضان المبارک کے آخری عشرے کی) نویں رات، ساتویں رات، پانچویں رات، تیسری رات یا آخری رات میں تلاش کرو۔

یعنی 21 ویں 23 ویں 25 ویں 27 ویں 29 ویں رات میں۔

۱۱۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خرج النبي صلى الله عليه وسلم ليلة القدر فتلاخى رجلان من المسلمين فقال خرجت لاخبركم ليلة القدر فتلاخى فلان وفلان فرفعت وعسى ان يكون خبير الكرم فالتسوها في التاسعة والسابعة والخامسة (بخاری، مشکوٰۃ ۱۸۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دیں تو دو مسلمان لڑ رہے تھے تو آپ نے فرمایا میں تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے آیا تھا جبکہ فلاں اور فلاں جھگڑ رہے تھے ایسے اسکا تعین اٹھایا گیا ہے لہذا تم اسے (آخری عشرے کی) نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

۱۲۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ليلة القدر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان فالتسوها في العشر الاواخر فانها في وتر في احدى وعشرين او ثلاث وعشرين او خمس وعشرين او سبع وعشرين او تسع وعشرين او في آخر ليلة (مسند احمد ۳۱۸/۵، طبرانی کبیر، مجمع الزوائد ۷۵/۳)

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ رمضان میں ہے، تم اسے رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو، ۲۱ ویں، ۲۳ ویں، ۲۷ ویں، ۲۹ ویں یا آخری رات میں ڈھونڈو۔

ان روایات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک

کی ہی آخری دس طاق راتوں میں ہے۔

ستائیسویں رات کے لیلة القدر ہونے پر قرآن: لیلة القدر رمضان المبارک کی کوئی رات ہے، اسکے متعلق اہل علم کے اقوال کافی مختلف ہیں تاہم جمہور امت کا رجحان ستائیسویں رات کی طرف ہے حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اکیسواں قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے، یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہ اور بعض شافعیہ سے بھی یہی روایت ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی نظریہ ہے فتح الباری ۳/۲۶۶

حضرت زربن حبیش تابعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سالت ابی ابن کعب فقلت ان اخاك ابن مسعود يقول من يقم الحول يصب ليلة القدر فقال رحمه الله اراد ان لا يتكل الناس اما انه قد علم انها في رمضان وانها في العشر الاواخر وانها ليلة سبع وعشرين لم حلف لا يستثنى انها ليلة سبع وعشرين الحديث
(مسلم ص ۱/۳۷۰، ترمذی ۱/۹۶، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

میں نے حضرت ابی بن کعب سے عرض کیا آپ کے بھائی عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جو آدمی پورے سال میں رات کو قیام کرے گا وہ لیلة القدر کو پالے گا (یعنی لیلة القدر پورے سال کی کوئی ایک رات ہے) آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے انکا ارادہ تھا کہ کہیں لوگ (صرف رمضان المبارک کی راتوں پر ہی) اکتفا نہ کر لیں (اور قیام چھوڑ دیں) ورنہ وہ جانتے ہیں کہ لیلة القدر رمضان المبارک میں

ہے اور اس کے آخری عشرے میں ہے اور وہ ستائیسویں رات ہے، پھر حضرت ابی بن کعب نے مضبوط قسم اٹھائی کہ وہ یقیناً رمضان المبارک کی 27 ویں رات ہے۔

۲- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلة القدر قال لیلة القدر لیلة سبع وعشرین (ابوداؤد، صحیح ابن حبان ۸/۳۳۷، سنن کبیری ۳/۳۱۲، معجم کبیر ۱۹/۳۰۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لیلة القدر ستائیسویں رات ہے۔

۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اس وقت دیگر صحابہ کرام بھی اٹکے ہاں موجود تھے آپ نے ان سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لیلة القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرے میں تلاش کرو، تمہارا اس کے متعلق کیا خیال ہے کہ وہ کونسی رات ہو سکتی ہے؟ بعض نے کہا کہ وہ اکیسویں رات ہے، بعض نے تیسویں رات، بعض نے پچیسویں اور بعض نے ستائیسویں رات کے متعلق اظہار خیال کیا، میں خاموش بیٹھا رہا، حضرت عمر نے فرمایا کیا وجہ ہے آپ کیوں نہیں بولتے؟ میں نے عرض کیا: آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ جب وہ بات کھل نہ کر لیں، تم نہ بولنا، آپ نے فرمایا: میں نے آپ کو اسی لیے پیغام بھیجا تھا کہ آپ بھی کچھ بولیں، تب حضرت ابن عباس نے کہا:

انی سمعت اللہ یذکر السبع فذکر سبع سموت ومن الارض

مثلہن وخلق الانسان من سبع ونبت الارض سبع فقال عمر هذا خبر

تنی ما اعلم اراہت مالا اعلم قولک نبت الارض سبع قال قلت قال اللہ عزوجل انا خلقنا الارض خلقا فانبتنا فيها حبا وعنبا ولقضا وزیتونا ونخلا وحدائق غلبا وفاکھة وابا۔ قال فالحوائق غلب الحيطان من النخل والشجر وفاکھة وابلالابل ما نبت الارض مما یاکل الدواب والانعام ولا ینا کله الناس فقال عمر لا صحابه اعجزتم ان تقولوا کما قال هذا الغلام الذی لم یحون رأسه واللہ انی لاری القول کما قلت (شعب الایمان ص ۳۳۰ جلد ۳)

میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات کا ذکر فرمایا ہے (گویا سات کا عدد اسکا پسندیدہ ہے) چنانچہ اس نے سات آسمانوں اور سات زمینوں کا ذکر فرمایا۔ اور انسان کو سات درجات میں پیدا فرمایا۔ اور زمین کی جڑی بوٹیاں سات ہیں (لہذا شب قدر بھی آخری عشرے کے ساتویں عدد یعنی ستائیسویں رات کو ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو چیزیں آپ نے ذکر کی ہیں ان کا تو ہمیں علم ہے، میرے علم میں آپ کی یہ بات نہیں آئی کہ زمین کی جڑی بوٹیاں بھی سات ہیں۔ انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے زمین کو پھاڑا تو ہم نے آسمیں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون، اور کھجور اور گنجان باغ، اور میوے اور چارہ پیدا کیا، میں نے کہا، حدائق سے مراد کھجوروں، درختوں اور میووں کے گنجان باغات ہیں۔ اور اب سے مراد زمین سے نکلنے والا چارہ ہے، جسے جانور کھاتے ہیں، اور انسان نہیں کھاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: جو بات اس بچے نے کی ہے، جس کے سر پر بال بھی مکمل نہیں ہو پائے، تم وہ بات کہنے سے عاجز رہو۔ اور بخدا میرا بھی یہی خیال ہے جو انہوں نے کہا ہے۔

۴۔ حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں، سات آسمان (ہفتہ کے) سات دن بتائے۔ زمانہ بھی سات کے عدد میں گھومتا ہے انسان کی تخلیق بھی سات درجات میں فرمائی۔ انسان سات زمینی چیزیں کھاتا ہے سات اعضاء پر مجبہ کرتا ہے طواف میں سات چکر ہیں اور شیاطین کو سات سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ (فضائل الاوقات للہمستی ۲۴۳)

۵۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے سحیح ثانی (سورہ فاتحہ کی سات آیتیں) عطا فرمائی، جن عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے نکاح حرام کیا وہ بھی سات قسم پر ہیں، قرآن مجید میں سات قسم کے لوگوں کے حصے بیان فرمائے ہیں اور صفا و مردہ کے بھی چکر سات ہی ہیں۔ (در منثور)

۶۔ امام رازی علیہ الرحمۃ نے حضرت ابن عباس کا یہ قول بھی نقل فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر کے حرف نو ہیں اور یہ لفظ قرآن مجید میں تین بار ذکر کیا گیا ہے جن کا حاصل ضرب ستائیس ہے اس لیے یہ رات ستائیسویں شب ہے۔ (تفسیر کبیر ۳۲/۳۰)

۷۔ حضرت عبدہ بن ابی لبابہ تابعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

میں نے رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کو سمندر کا پانی چکھا تو وہ نہایت

شریں تھا (شعب الایمان ص ۳۳۲ جلد ۳)

۸۔ امام رازی لکھتے ہیں:

حضرت عثمان ابن ابوالعاص کا ایک غلام تھا جو سال ہا سال سے جہازوں کی ملاجی کرتا تھا ایک دن اسے کہنے لگا کہ دریا کے عجائبات میں ایک چیز میرے تجربے میں آئی ہے کہ میری عقل حیران ہے کہ دریا کے شور کا پانی سال میں ایک رات بیٹھا ہو جاتا

ہے، حضرت عثمان نے فرمایا کہ جب وہ رات آئے تو مجھے بتانا، تاکہ میں معلوم کروں کہ وہ کونسی رات ہے اور اسکی عظمت کیا ہے اس نے رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کے متعلق کہا کہ یہ وہی رات ہے (تفسیر کبیر)

۹۔ یہ واقعہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں بھی درج کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح روایات میں آیا ہے کہ عجمی بن ابی میسرہ بیان کرتے ہیں:

میں نے رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کو بیت اللہ کا طواف کیا مجھے دکھائی دیا کہ فرشتے فضا میں بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں (یعنی یہی لیلۃ القدر ہے) کیونکہ اسی رات فرشتوں کا نزول ہوتا ہے (شعب الایمان ص ۳۳۳ جلد ۳)

۱۰۔ ابو عثمان الزاہد کہتے ہیں میں نے ابو محمد مصری کو مکہ مکرمہ میں بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ میں مصر کی ایک مسجد میں محکف تھا میرے پاس ابو علی الملکنی تشریف لائے تھے، مجھے نیند آگئی میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور فرشتے بکبیر و جہیل کرتے ہوئے اتر رہے ہوں چنانچہ میں بیدار ہوا اور جی میں کہنے لگا کہ آج کی رات ضرور لیلۃ القدر محسوس ہوتی ہے یہ ستائیسویں رات کی بات ہے (فضائل الاوقات ۲۳۹)

۱۱۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی سورۃ القدر میں ہی حتیٰ مطلع الفجر میں ہی ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے اور یہ اس سورت کا ستائیسواں کلمہ ہے اس اشارے سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کی ستائیسویں رات ہے۔ (تفسیر کبیر ۳۰/۳۲)

شب قدر کو مخفی رکھنے کی حکمت

اگر شب قدر کو مخفی بھی مان لیا جائے تو اس کی متعدد وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو اپنی حکمتوں کی وجہ سے مخفی رکھا ہے۔
اللہ تعالیٰ بندے پر کس عبادت سے راضی ہوا اسے مخفی رکھا، کس گناہ سے ناراض ہوا اسے مخفی رکھا، تاکہ بندہ ہر عبادت میں کوشش کرے اور ہر گناہ سے بچے۔
ولی کی علامت کو مقرر نہیں کیا گیا اسے مخفی رکھا تاکہ انسان ہر نیکو کار کی تعظیم کرتے قبولیت تو بہ کو پوشیدہ رکھا تاکہ بندہ مسلسل توبہ کرتا رہے۔

موت اور قیامت کے وقت کو چھپائے دکھا تاکہ بندہ ہر گھڑی گناہوں سے باز رہے اور نیکی کی کوشش کرے اور اسی طرح لیلۃ القدر کو مخفی رکھنے کی یہ حکمت ہے کہ لوگ رمضان المبارک کی ہر رات کو لیلۃ القدر سمجھ کر اس کی تعظیم کریں اور اس کی ہر رات میں جاگ جاگ کر عبادت کریں (تفسیر کبیر ۳۲/۲۸)

شب قدر کے فضائل

شب قدر کی فضیلت و اہمیت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ القدر کو نازل فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ○ وما ادراک ما لیلۃ القدر ○ لیلۃ القدر
خیر من الف شہر ○ تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل
امر ○ سلام ہی حتی مطلع الفجر ○

ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا ہے اور تمہیں کیا معلوم کہ لیلۃ

القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور روح (جبرئیل) اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں، سراسر سلامتی والی ہے، وہ ہجر کے طلوع ہونے تک ہے۔

احادیث مبارکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان ايماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه و من قام ليلة القدر ايماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه (بخاری ص ۲۷۰ جلد ۱، مسلم ص ۲۵۹ جلد ۱ مشکوٰۃ ۱۷۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان المبارک کے روزے رکھے، اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور جس نے لیلۃ القدر میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اسکے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔

۲۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ نے فرمایا: فمن قامها ابتغاءها ايماناً واحتساباً ثم وفتت له غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخو (مسند احمد ص ۳۱۸ جلد ۵، طبرانی کبیر، مجمع الزوائد ص ۷۵ جلد ۳)

جسے شب قدر کو تلاش کرتے ہوئے ایمان اور ثواب کی نیت سے اس میں قیام کیا پھر وہ اسے دینی بھی گئی تو اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں

۳۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شهر فيه ليلة خير من الف شهر الحديث

(مشکوٰۃ ۱۷۳، شعب الایمان ص ۲۱۶ جلد ۷)

اس ماہ میں ایک ایسی رات (لیلۃ القدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

۴۔ ایک روایت میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ليلة القدر فی العشر البواقی من قامهن ابتغاء حسبتهن فان اللہ تبارک وتعالیٰ یغفر له ماتقدم من ذنبه وما تاخر الحدیث (مسند احمد ص ۳۲۳ جلد ۵، مجمع الزوائد ص ۱۷۵ جلد ۳)

رسول اللہ نے فرمایا لیلۃ القدر آخری عشرے میں ہے جو ان میں ثواب کی نیت سے قیام کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے گا۔

نزول ملائکہ اس رات میں فرشتے اور حضرت جبرائیل امین کا خصوصی نزول ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

تنزل الملائكة والروح فیہا باذن ربهم من کل امر سلام الایہ (القدر) یعنی اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے اذن سے ہر کام کی سلامتی لے کر اترتے ہیں۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا كان ليلة القدر نزل جبریل علیہ السلام فی کبکبة من الملائكة يصلون علی کل عبد قائم او قاعد یدکر اللہ عزوجل (الحدیث) (شعب الایمان ص ۳۴۳ جلد ۳، مشکوٰۃ ۱۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں اترتے ہیں اور ہر اس بندے پر رحمت کی دعا کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے خدا کا ذکر کرتا ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی طویل روایت میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

إذا كانت ليلة القدر يا مر الله عز وجل جبريل عليه السلام فيهبط في كعبة من الملائكة الى الارض ومعهم لواء اخضر فيركز اللواء على ظهر الكعبة وله مائة جناح منها جناحان لا ينشرهما الا في تلك الليلة فنشرهما في تلك الليلة فيجاوز والمشرق الى المغرب فيحث جبريل عليه السلام الملائكة في هذه الليلة فيسلمون على كل قائم وقاعد ومصل وذاكر ويصافحو نهم فيؤمنون على دعائهم حتى يطلع الفجر فاذا اطلع الفجر ينادى جبريل معاشر الملائكة الرحيل الرحيل فيقولون يا جبريل فما صنع الله في حوائج المؤمنين من امة محمد صلى الله عليه وسلم فيقول نظر الله اليهم في هذه الليلة فعفا عنهم وغفر لهم الا اربعة قلنا يا رسول الله من هم قال مدهن خمرو عاق والديه وقاطع رحم ومشاحن قلنا وما المشاحن قال هو المصارم (فضائل الاوقات، ۲۵۱، الترغيب والترهيب ص)

جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرماتا ہے، تو وہ فرشتوں کے جھرمٹ میں زمین کی طرف نزول فرماتے ہیں، ان کے پاس سبز جھنڈا ہوتا ہے، جسے وہ کعبہ کی چھت پر نصب کرتے ہیں اور حضرت جبرئیل کے سو پر ہیں، جن میں دو پر ایسے ہیں، جنہیں وہ صرف اس رات میں کھولتے ہیں تو وہ مشرق سے مغرب تک دراز ہو جاتے ہیں پھر جبرئیل اس رات فرشتوں کو ابھارتے ہیں کہ وہ

بر کھڑے، بیٹھے، نماز پڑھنے والے اور ذکر کرنے والے کیلئے سلامتی کی دعا کریں اور ان سے مصافحہ کریں، تو وہ ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں فجر طلوع ہونے تک، پس جب فجر طلوع ہو جاتی ہے تو جبرئیل پکارتے ہیں، اے فرشتو! کوچ کرو، کوچ کرو، تو وہ پوچھتے ہیں: اے جبرئیل اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی حاجات کے بارے میں کیا فیصلہ فرمایا ہے جبرئیل کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس رات میں انہیں نظر رحمت سے دیکھا ہے اور انہیں معاف کر دیا اور بخش دیا ہے، سوائے چار افراد کے ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ چار افراد کون سے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: شراب کا عادی، والدین کا نافرمان رشتے توڑنے والا اور مشاحن ہم نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! مشاحن کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا مصارم یعنی کینہ پرور۔

۳۔ ایک روایت کے مطابق یہ ہے کہ

حضرت جبرئیل علیہ السلام اس رات عبادت کرنے والے ایمانداروں سے مصافحہ بھی کرتے ہیں جسکی نشانی یہ ہے کہ دل نرم پڑ جاتے ہیں، آنکھیں بہہ جاتی ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں (تفسیر ابن کثیر ص ۵۳۵ جلد ۴)

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک طویل روایت کا ترجمہ درج ذیل ہے: جب لیلۃ القدر آتی ہے اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل کو حکم فرماتا ہے کہ سدرۃ المنتہی کے سائکوں کو اپنے ساتھ لے کر زمین کی طرف چلے جاؤ، چنانچہ وہ سات ہزار فرشتے نور کے نیزے لے کر زمین پر نازل ہوتے ہیں تو حضرت جبرئیل اپنا جھنڈا زمین پر گاڑ دیتے ہیں اور فرشتے چار مقامات پر اپنے نیزے نصب کرتے ہیں، کعبہ کے قریب، روضہ نبوی کے قریب، مسجد اقصیٰ کے قریب اور مسجد طور سینا کے قریب پھر حضرت

جبرئیل فرشتوں سے فرماتے ہیں: بکھر جاؤ، وہ پھیل جاتے ہیں اور کوئی مکان، کوئی حجرہ، کوئی گھر اور کوئی کشتی ایسی نہیں چھوڑتے جس میں کوئی مومن مرد یا عورت ہو مگر اس تک پہنچ جاتے ہیں، ہاں جس گھر میں کتا، سور، شرابی زانی یا تصویر ہو وہاں نہیں جاتے۔ وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تقدیس اور تکبیر کرتے رہتے ہیں اور امت محمدیہ کیلئے دعائے بخشش۔ جب فجر کا وقت ہوتا ہے تمام فرشتے آسمان طرف چلے ہیں آسمان دنیا (پہلے آسمان) کے فرشتے ان کا استقبال کرتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ضروریات کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بخش دیا ہے اور ان کی شفاعت سے گناہ گاروں کو معاف فرمانے کا وعدہ کیا ہے یہ سن کر آسمان دنیا کے فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثناء بلند آواز سے کرتے ہیں اور اس امت کو جو بخشش اور رضا مندی نصیب ہوتی ہے اس پر اسکا شکر ادا کرتے ہیں پھر وہ اگلے آسمان والے فرشتوں کے پاس جاتے ہیں اور وہ ان کا استقبال کرتے ہیں اسی طرح ساتوں آسمانوں پر استقبال ہوتا ہے اور نعمت خداوندی کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔ بعد ازیں حضرت جبرئیل فرماتے ہیں تمام فرشتے اپنی اپنی جگہوں پر چلے جاؤ چنانچہ وہ اپنے اپنے مقامات پر چلے جاتے ہیں اور سدرۃ المنتہی کے فرشتے بھی اپنی جگہ چلے جاتے ہیں، سدرہ المنتہی کے فرشتے دریافت کرتے ہیں تم کہاں تھے؟ وہ پہلے آسمان والے فرشتوں کی طرح کا جواب دیتے ہیں تو وہ بھی خدا کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثناء میں اپنی زبانیں حرکت میں لاتے ہیں اور بلند آواز سے یہ عمل بجالاتے ہیں، ان کی آوازوں کو جنت الملائی کے فرشتے سن لیتے ہیں، پھر جنت نعیم، جنت عدن، جنت فردوس اور پھر عرش الہی ان کی

آوازیں سنتا ہے اور اللہ کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثناء میں اپنی آواز بلند کرتا ہے اور نعمت خداوندی پر شکر بجالاتا ہے، اللہ تعالیٰ خوب جاننے کے باوجود فرماتا ہے، اے میرے عرش! تو اپنی آواز کو کیوں بلند کرتا ہے؟ وہ عرض کرتا ہے مولانا! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تو نے امت محمدیہ کے عبادت گزاروں کو بخش دیا ہے، اور ان کی شفاعت کو گناہگاروں کے حق میں قبول فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے عرش تو نے سچ کہا، امت محمدیہ کیلئے میرے پاس نوازش اور انعام و اکرام کی اس قدر کثیر چیزیں ہیں، جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گذرا

(تفسیر مجمع البیان ص ۵۲۰ جلد ۱۰، روح المعانی ص ۳۲۳ جلد ۱۵، تفسیر قرطبی ص ۱۳۷ جلد ۱۰، ج ۲۰)

شب قدر کی خصوصی دعا

لیلۃ اللہ کی اصل عبادت قیام، یعنی نماز ہے اس لیے اس رات زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھنے اور توبہ و استغفار میں کوشش کرنی چاہئے، بعض صالحین نے اس رات کی عبادت کے مخصوص طریقے بتائے ہیں، مختلف نوافل ذکر کیئے ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر میں لیلۃ القدر کو پالوں، تو کونسی دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا یہ دعا مانگنا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ رَحِيْمٌ الْعَفْوُ فَاَعْفُ عَنِّيْ.....

(مسند احمد ص ۲۰۸ ج ۶، المسند رک ص ۵۳۰، ج ۱، ترمذی ص ۱۹۱ ج ۲، ابن ماجہ ۳۸۴،

شعب الایمان ص ۳۳۹ ج ۳)

اے اللہ! تو معاف فرمانے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے تو مجھے بھی معاف فرما!

شب قدر کی علامت:

بعض روایات میں شب قدر کی چند علامات بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ:

۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ: یہ ایک گرم، چمکدار رات ہے نہ گرم نہ سرد، اسکی صبح کو سورج کمزور اور سرخ طلوع ہوتا ہے (شعب الایمان ص ۲۳۰ ج ۳، ابن خزیمہ ص ۳۳۱ ج ۳)

۲- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

وہ چمکدار کھلی ہوتی ہے، صاف و شفاف اور معتدل، نہ گرم نہ سرد گویا اس میں چاند کھلا ہوا ہے اور اس کے بعد کی صبح کو سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے بالکل برابر، نکیہ کی طرح، جیسا کہ چودھویں رات کا چاند، شیطان اس دن کے سورج کیساتھ نہیں نکل سکتا۔ (مسند احمد ص ۳۲۳ ج ۵، مجمع الزوائد ص ۱۷۵ ج ۳)

۳- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے کہ اسکی صبح کو سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے، (مسلم ص ۱۳۷ ج ۱، ابوداؤد ص ۱۷۵ ج ۳)

شب قدر سے محروم لوگ: لیلۃ القدر خدا کا عظیم انعام ہے، اسے پانے کی کوشش کرنی چاہیے، اس سے محرومی بہت بڑی بے برکتی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ماہ میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے من حرمها فقد حرم الخیر کلہ ولا یحرم خیرھا الا کل محروم (ابن ماجہ ص ۱۴۰، مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

جو اس رات سے محروم ہو گیا وہ ہر طرح کی بھلائی سے محروم ہوا اور اس کی

بھلائی سے بالکل بے نصیب ہی محروم ہوتا ہے۔

روایات میں موجود ہے کہ عادی شراب خور، والدین کا نافرمان، رشتے ناٹے توڑنے والا اور کینہ پرور اس سے محروم رہتا ہے۔

نوید جانفزا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سارے رمضان میں عشاء باجماعت پڑھی اس نے لیلۃ القدر کو پایا، (شعب الایمان ۳/۳۴۰)

○ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جسے پورے رمضان میں عشاء باجماعت پڑھی اس نے لیلۃ القدر کا دافر حصہ پایا۔ (ایضاً)

○ حضرت نبی ﷺ فرماتے ہیں: جسے پورا رمضان نماز عشاء باجماعت سے پڑھی اس نے شب قدر کا قیام (کرنے کی فضیلت کو پایا) کر لیا۔ (شعب الایمان ۳/۳۴۰)

○ حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں: جو شخص شب قدر کو عشاء کی نماز باجماعت پڑھے اس نے اس کا ثواب حاصل کر لیا (ایضاً و موطا امام مالک ۲۶۰)

جب رمضان مکمل ہوتا ہے

ماہ رمضان المبارک جب آتا ہے تو رحمتوں کا انعام، برکتوں کا پیغام، افطاری، سحری اور تراویح کا پروگرام لاتا ہے اس کی نوازشوں اور رحمتوں کا کیا کہنا ارشاد نبوی ہے:

لَوْ يَعْلَمُ الْعِبَادُ مَا فِي رَمَضَانَ لَتَمَنَّتْ أُمَّتِي أَنْ يَكُونَ رَمَضَانَ السَّنَةَ كُلَّهَا،

اگر بندوں کو معلوم ہو جائے کہ ماہ رمضان میں کیا برکات ہیں تو میری امت یہ
کرتی کہ سارا سال ہی رمضان رہے۔

ماہ رمضان المبارک خالق کائنات کا عظیم تحفہ اور بلند ترین عطیہ ہے جس کی
قدردانی کرنی چاہیے اور اس خدائی مہمان کی پوری پوری عزت کرنی چاہیے۔

چشم حقیقت بین اور دل جیسا اس حقیقت کا ادراک و احساس کرتا ہے کہ جب
عظیم المرتبت ماہ آتا ہے تو کس قدر خیر و برکت لاتا ہے اور جب وہ ہم سے رخصت ہو

جاتا ہے تو اہل ایمان کس قدر عظیم دولت اور بیش بہا نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں
ہمیں اس کی جدائی کو کتنی سنجیدگی سے محسوس کرنا چاہیے، اور اس پر کتنا زیادہ مغموم

ہونا چاہیے، خدا جانے آئندہ سال یہ سنہری لمحات کے نصیب ہوتے ہے، کون اگلے سال
اسکا استقبال کر سکے گا یہ سنہری موقع دوبارہ کس خوش نصیب کو میسر آتا ہے کون خوش بخت

اس کی خیرات، برکات اور انوار و تجلیات سے پھر سے شاد کام ہوتا ہے۔

الوداع،	الوداع،	الوداع	ہے
ماہ	رمضان!	بس	الوداع
چل	دیا ہے	جو	تو رب کی جانب
اہل	ایمان	کے	پرغم ہیں قالب
قلب	عشرت	بھی	غم سے بھرا ہے
ماہ	رمضان!	بس	الوداع

(عزت کوہری)

آخر رمضان المبارک کے چلے جانے پر غم کیوں نہ ہو؟ افسردگی کیوں نہ

دیتے ہیں یوں لگتا ہے جیسے انہوں نے بادل خواستہ ان پابندیوں کو قبول کر رکھا تھا۔
 ارادہ یہی تھا کہ کب رمضان کی گنتی پوری ہوتی ہے، پھر ہمیں آزادی ملتی ہے
 یہی وجہ ہے کہ.....

عید الفطر کا چاند نظر آتے ہیں، وہی عیش و طرب، وہی لہو و لہجہ، وہی مریضی
 و فحاشی، وہی بد اخلاقی و بد عملی، سرکشی و طغیانی اس میں کچھ فرق نہیں آیا، نفس کے
 تقاضے اور خواہشات نفسانی میں ذرا خلل واقع نہیں آیا، یاد خدا سے غافل، فکر آخرت
 سے عاری، شرم نبی سے تہی دامن، قبر کی تنگ و تاریک کونجری سے بے خوف، خدا کے
 عذاب و غضب سے پر امن میلوں، جمیلوں، اور مخلوط تفریح گاہوں و سیر گاہوں میں
 شور و شغب اور ہنجرے اڑاتے ہیں، احکام خدا، ان کو پامال اور طریقہ نبوی کو بھول
 پشت ڈال دیتے ہیں عیش و طرب میں اپنے انجام اور آمل کو فراموش کر بیٹھتے ہیں۔

قرآن نے روزوں کی فرضیت کی علت عانی اور مقصد حقیقی تقویٰ و پرہیز
 گاری، بتلایا تھا، آخر ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہئے کہ پورا رمضان بھوک،
 پیاس اور نفس کے تقاضوں کو ترک کر کے کیا ہم نے روزے کے مقصد کو حاصل کیا؟
 کیا ہم خود کو متقی، پرہیزگار، کہہ سکتے ہیں؟ کیا تقویٰ کا کوئی معمولی حصہ اور جزو بھی
 ہمیں نصیب ہوا؟..... کیا پورے ماہ کی پریکٹس، ٹریننگ اور جدوجہد و محنت و مشقت
 کے باوجود ہماری ارواح،..... اجسام..... افکار..... گفتار..... کردار..... رفتار اور.....
 خیالات و تصورات میں کوئی تبدیلی رونما ہوئی؟.....

اگر نہیں..... تو پھر ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم نے پورا ماہ محنت کر کے کیا کمایا؟.....
 کیا حاصل کیا؟..... کیا پایا؟..... کس قدر رمضان المبارک سے مستفید و مستفیض.....

ہیں اور ہمیں رمضان میں رکھے گئے اپنے روزوں کے حلق کیا رائے قائم
 کیا ہے؟ - سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

زکوٰۃ فطر کی اہمیت

رمضان المبارک کی تکمیل پر عید الفطر سے قبل جو خیرات کی جاتی ہے اسے
 صدقۃ الفطر اور "زکوٰۃ الفطر" کہا جاتا ہے
 صدقہ کا معنی خیرات..... اور فطر، کا معنی چھوڑ دینا، ترک کر دینا
 کیونکہ روزوں کی تعداد پوری ہو جانے پر انہیں ترک کر دیا جاتا ہے اور انہیں
 چھوڑ دینے پر یہ صدقہ، ادا کیا جاتا ہے۔

صدقۃ فطر کا لزوم:

صدقہ فطر ہر اس مسلمان پر لازم ہے جو عاقل، بالغ اور صاحب نصاب ہو،
 اس میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں۔ صدقہ فطر کا لزوم احادیث صحیحہ سے ثابت
 ہے..... چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں!

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ان رسول اللہ ﷺ فرض زکوٰۃ الفطر من رمضان علی الناس
 صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر علی کل حر او عبد ذکر او انثی من
 المسلمین (مسلم، بخاری ص ۲۰۳ ج ۱، مشکوٰۃ ۱۶۰)

رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے سب سے ہر مسلمان خواہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا
 عورت پر ایک صاع (ساڑھے چار سیر) کھجور یا ایک صاع صدقہ فطر مقرر فرمایا
 ۲۔ ایک روایت میں ہے:

فرض النبی ﷺ صدقة رمضان على الحر والعبد والذکر و
الانثی (الحديث) (مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر آزاد اور غلام اور ہر مرد اور عورت پر
رمضان کا صدقہ مقرر فرمایا ہے۔

نوٹ: بعض لوگوں کا فرض اور زکوٰۃ کے لفظوں سے اس کی فرضیت کا دعویٰ کرنا
محض جہالت ہے، کیونکہ ان سے فرض کا ثبوت قطعی نہیں ہے، لفظ فرض، محض ثبوت و
تقرر کیلئے بھی شائع و ذائع ہے۔

۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے رمضان کے آخری دن فرمایا
اخرجوا صدقة صومکم فرض رسول اللہ ﷺ هذه الصدقة
الحديث (بوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ ۱۶۰)

اپنے روزوں کا صدقہ ادا کرو، یہ صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے مقرر فرمایا ہے۔

۳- عمرو بن شعیب اپنے باپ وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

ان النبی ﷺ بعث منادیا فی فجاج مكة الا ان صدقة الفطر
واجبة على كل مسلم ذکر او انثی الحديث (ترمذی، مشکوٰۃ ۱۶۰)

نبی کریم ﷺ نے ایک منادی کو مکہ کی گلیوں میں یہ اعلان کرنے کیلئے بھیجا کہ آگاہ
ہو جاؤ! بے شک صدقہ فطر ہر مرد و عورت مسلمان پر لازم ہے۔

فرض اور زکوٰۃ کے لفظوں سے "فرضیت" کشید کرنے والوں کو اس روایت کے
"صدقہ" اور "واجبہ" کے الفاظ سے چشم پوشی کر کے اپنے کمزور مسلک کو ناقص سہارا

دینے کی مذموم کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

روزے لگے رہتے ہیں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ ﷺ صوم شهر رمضان معلق بين السماء والارض ولا يرفع الا بكوة الفطر (الترغيب والترهيب ۱۵۲/۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ماہ رمضان المبارک کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان لگے رہتے ہیں، اور صدقہ فطر کے بغیر درجہ قبولیت حاصل نہیں کرتے۔ یعنی جب صدقہ فطر ادا کر دیا جائے تو روزے مقبول ہو جاتے ہیں۔

صدقہ فطر کا سبب:

امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک صدقہ فطر کے وجوب کا سبب رمضان ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس کے وجوب کا سبب عید کا دن ہے، حتیٰ کہ جو بچہ عید کی صبح کو پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے، جیسا کہ درج ذیل روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں:

فرض رسول اللہ ﷺ زكوة الفطر صاعاً من تمر او صاعاً من شعير على كل عبد او حر صغير او كبير (مسلم/بخاری/مکتوٰۃ صفحہ ۱۶۰)

رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر مقرر فرمایا ہے، خواہ آزاد ہو یا غلام، بچہ ہو یا بڑا۔

چنانچہ بعض الناس کا یہ کہنا کہ چونکہ روزے میں کچھ کمی رہ جاتی ہے اور علی وجہ

الکمال روزہ نہیں رکھا جا سکتا اس لیے اس کی عطا کیلئے صدقہ فطر لازم ہے۔ صحیح نہیں، یہ وجہ اور علت جامع اور کامل نہیں، کیونکہ صدقہ فطر بچوں کی طرف سے بھی ادا کرنا ضروری ہے، حالانکہ وہ بیوزے کے مکلف نہیں اور مسلمانوں کے تمام بچے روزے رکھتے بھی نہیں ہیں، تو ان کیلئے یہ وجہ اور سبب مجرب و تحقیق نہیں ہوتا لہذا یہ موقف درست نہیں، تو ثابت ہوا کہ صدقہ فطر کے وجوب کا سبب روزے نہیں، عید ہے۔

صدقہ فطر کے فوائد: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر طہرۃ للصیام من اللغو والرفث و طعمۃ للمساکین (ابوداؤد/مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو اس فائدے کیلئے مقرر کیا کہ روزے بے عودگی اور بدکاری کی آمیزش سے پاک ہو جائیں اور مسکینوں کیلئے کھانے کا انتظام ہو، یعنی روز صدقہ فطر کے دو بڑے فوائد ہیں:

۱- روزے کی حالت میں روزے دار سے لہو و لعب، بے عودگی و جنس گوئی اور روزے کے تقاضوں کے برعکس جو افعال صادر ہوئے ہوں، صدقہ فطر کی وجہ سے روزے ان کی آمیزش سے پاک ہو جاتے ہیں۔

۲- عید الفطر ایک ملی تہوار اور مذہبی خوش کا دن ہے، اس میں ہر مسلمان کو پورا پورا شریک ہونا چاہیے، امت کے افراد میں غریب و مسکین حضرات بھی موجود ہیں، اگر وہ اپنی مفلسی اور غربت و ناداری کی حالت میں ہی رہیں تو ان کا اس اجتماعی خوشی میں شامل ہونا ممکن نہیں، لہذا مسلمان اپنے ان غریب اور تنگ دست بھائیوں کی امداد

کریں، صدقہ فطر ان تک پہنچادیں، تاکہ وہ بھی صدیک خوشیوں میں شامل ہو سکیں، تو صدقہ فطر مستحقین تک پہنچا دینے سے وہ لوگ بھی اپنی خوشیوں کا انتظام کر لیں گے۔

غریب کیا کریں؟ صدقہ فطر اس مسلمان پر لازم ہے جو صاحب نصاب ہو، غریب، مسکین اور مفلس و نادار پر واجب نہیں ہے، کیونکہ لا یكلف الله نفسا الا وسعها (البقرہ) اللہ تعالیٰ ہر جان کو اس کی وسعت کے مطابق ہی حکم دیتا ہے۔

اور اسلام کا قانون بھی یہی ہے کہ زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ، اغنیاء سے لے کر غریب و مساکین کو دیئے جاتے ہیں، جیسا کہ ذیل کی روایات میں ہے۔

۱۔ تو خذ من غنیہم فطرۃ علی فقیر ہم (بخاری ۲/۱۰۹۶)

یعنی مالداروں سے وصول کر کے غریبوں کو دی جاتی ہے۔

۲۔ زکوٰۃ الفطر طہرۃ للصیام من اللغو و الرث و طعمۃ للمساکین (ابوداؤد/مشکوٰۃ ۱۶۰)

یعنی صدقہ فطر روزوں کو پاک کرتا ہے اور مساکین کی خوراک ہے۔

جس سے واضح ہے کہ مسکین اور غریب لوگوں سے اس کی ادائیگی اٹھالی گئی

ہے اور بجائے ادا کرنے کے وہ خود اس صدقہ کے حقدار ہیں۔

بعض لوگوں کا غریب پر صدقہ فطر ”فرض“ قرار دینا درست نہیں، اگر بے چارے غریب و مساکین پر بھی ادا کرنا فرض ہے، تو صدقہ فطر کے مصرف کے طور پر کوئی اور ہی مخلوق تلاش کریں، جو نہ امیر ہو اور نہ غریب۔ بات صرف یہ ہے کہ غریب پر فرض نہیں، لیکن اگر کسی غریب کو اس قدر امداد پہنچی کہ وہ نصاب کا مالک ہو گیا تو اب وہ غریب رہا ہی نہیں، وہ امیر اور مالدار کے زمرے میں ہے، اب اس پر بھی صدقہ فطر

واجب ہوگا اسلئے اسے صرف ماستق کا اعتبار کرتے ہوئے غریب کہہ سکتے ہیں، اور اگر کوئی غریب اپنی طرف سے اس میں شمولیت کرتے ہوئے، اور صدقہ فطر کی برکات کو حاصل کرنے کی غرض سے ”فطرانہ“ ادا کرتا ہے تو اسے اس کا اختیار ہے، اور اسے فائدہ کیا ہوگا؟، حدیث نبوی میں ہے:

قال رسول اللہ ﷺ صاع من بر او قمع على كل اثنين صغير او كبير حرا و عبد ذكر او انثى اما غنيكم فيزكبه الله تعالى و اما فقيركم فيزكاه الله تعالى عليه اكثر مما اعطاه (ابوداؤد/ ۲۳۸ مکتوٰۃ صفحہ ۱۶۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک صاع گندم دو آدمیوں کی طرف سے، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت..... اگر تمہارا غنی (ادا کرے) تو اللہ اسے پاک کر دے گا اور اگر کم مالدار (ادا کرے) تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے زیادہ واپس کر دے گا جو اس نے ادا کیا۔

اس حدیث شریف میں ”امیر“ کا لفظ زیادہ مالدار اور ”فقیر“ کا لفظ کم مالدار کیلئے مستعمل ہے۔ تفصیل کیلئے مرقاة ملاحظہ ہو۔

اور اگر اسے فقیر بمعنی نادار، تنگ دست اور مفلس کے معنی میں لیں تو پھر وہی مطلب ہے جو اوپر گزر چکا ہے کہ اس پر فطرانہ دینا لازم نہیں لیکن اگر ادا کرے گا تو اجر پائے گا۔

مخالفین کا عجیب و غریب قیاس اور قلابازی و حجابی حضرات اول تو غریبوں پر صدقہ فطر کو ”فرض“ ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے ہیں اور جب کچھ بن نہیں پڑتا، اور اپنے موقف کو کمزور ترین دیکھتے ہیں تو پھر یوں قلابازی لگاتے ہیں کہ:

صدقے کی ادائیگی ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے چاہے امیر ہو یا غریب، اس لیے غریب کو بھی اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق اور اس پر ایمان رکھتے ہوئے صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے تاہم کوئی بالکل ہی غریب ہو اور کسی ایسی جگہ رہائش پذیر ہو کہ جہاں اسے دیگر مسلمانوں کی طرف سے تعاون نہ ملے تو اس کے لئے گنجائش نکل سکتی ہے یا پھر وہ نصف صاع ادا کر دے، شاید وہی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے

(تحدہ رمضان، ص ۱۰۴، ۱۰۵ از عبدالمظکور اثری)

دیکھیے دہائیوں کے نزدیک کیسا فرض ہے کہ جسمیں روزوں کی تطہیر، خدا کی رضا اور ثواب کی امید ہرگز نہیں، بلکہ اس کی ادائیگی محض اس غرض سے ہے کہ مجھے مال ملے۔ ان کے نزدیک اس ارادہ سے تو فطرانہ ادا کرنا فرض ہے اور اسکی گنجائش بھی ہے اور اگر کسی طرف سے تعاون ملنے کا گمان نہ ہو تو دہائی شریعت میں پھر غریب آدمی کیلئے اس کی کوئی گنجائش نہیں اور طرفہ یہ ہے کہ ایک طرف نصف صاع کی تمام روایات کو مرجوع، مردود اور درجہ اعتبار سے ساقط قرار دیا جا رہا ہے۔ (ص ۱۰۷)

اور دوسری طرف محض، سینہ زوری، اور شریعت میں من مانی کرتے ہوئے اس کے اثبات کے لئے غریب کو نصف صاع کی ادائیگی کی اجازت عنایت کر رہے ہیں اور مستزاد یہ کہ کسی آیت یا روایت کی ضرورت نہیں۔ بس ایک ہی "بات کہ مستند ہے میرا فرمایا ہوا"

کس جنس سے ادا کریں؟

شریعت کی طرف سے صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے کہ ایک صاع کھجور، مٹی، جو یا نصف صاع گیہوں میں سے جوئی جنس دینا چاہے، دے سکتا ہے۔ اگر گندم کا آٹا دینا

واجب ہوگا سلیئے اسے صرف ماستق کا اعتبار کرتے ہوئے غریب کہہ سکتے ہیں، اور اگر کوئی غریب اپنی طرف سے اس میں شمولیت کرتے ہوئے، اور صدقہ فطر کی برکات کو حاصل کرنے کی غرض سے "فطرانہ" ادا کرتا ہے تو اسے اس کا اختیار ہے، اور اسے فائدہ کیا ہوگا؟، حدیث نبوی میں ہے:

قال رسول اللہ ﷺ صاع من بر او قمع علی کل اثنين صغیر او کبیر حرا و عبد ذکر او انثیٰ اما غنیکم فیز کبہ اللہ تعالیٰ و اما فقیر کم فیز داہ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر مما اعطاه (ابوداؤد/۲۳۸ مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک صاع گندم دو آدمیوں کی طرف سے، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت..... اگر تمہارا غنی (ادا کرے) تو اللہ اسے پاک کر دے گا اور اگر کم مالدار (ادا کرے) تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے زیادہ داپس کر دے گا جو اس نے ادا کیا۔

اس حدیث شریف میں "امیر" کا لفظ زیادہ مالدار اور "فقیر" کا لفظ کم مالدار کیلئے مستعمل ہے۔ تفصیل کیلئے مرقاة ملاحظہ ہو۔

اور اگر اسے فقیر بمعنی نادار، تنگ دست اور مفلس کے معنی میں لیں تو پھر وہی مطلب ہے جو اوپر گزر چکا ہے کہ اس پر فطرانہ دینا لازم نہیں لیکن اگر ادا کرے گا تو اجر پائے گا۔

مخالفین کا عجیب و غریب قیاس اور قلابازی و حجابی حضرات اول تو غریبوں پر صدقہ فطر کو "فرض" ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے ہیں اور جب کچھ بن نہیں پڑتا، اور اپنے موقف کو کمزور ترین دیکھتے ہیں تو پھر یوں قلابازی لگاتے ہیں کہ:

صدقے کی ادائیگی ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے چاہے امیر ہو یا غریب، اس لیے غرباء کو بھی اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق اور اس پر ایمان رکھتے ہوئے صدقہ فطر ادا کرنا چاہیے تاہم کوئی بالکل ہی غریب ہو اور کسی ایسی جگہ رہائش پذیر ہو کہ جہاں اسے دیگر مسلمانوں کی طرف سے تعاون نہ ملے تو اس کے لئے گنجائش نکل سکتی ہے یا پھر وہ نصف صاع ادا کر دے، شاید وہی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے

(تحفہ رمضان، ص ۱۰۳، ۱۰۵ از عبدالغفور اثری)

دیکھئے وہابیوں کے نزدیک کیسا فرض ہے کہ جسمیں روزوں کی تطہیر، خدا کی رضا اور ثواب کی امید ہرگز نہیں، بلکہ اس کی ادائیگی محض اس غرض سے ہے کہ مجھے مال ملے۔ ان کے نزدیک اس ارادہ سے تو فطرانہ ادا کرنا فرض ہے اور اسکی گنجائش بھی ہے اور اگر کسی طرف سے تعاون ملنے کا گمان نہ ہو تو وہابی شریعت میں پھر غریب آدمی کیلئے اس کی کوئی گنجائش نہیں اور طرفہ یہ ہے کہ ایک طرف نصف صاع کی تمام روایات کو مرجوع، مردود اور درجہ اعتبار سے ساقط قرار دیا جا رہا ہے۔ (ص ۱۰۷)

اور دوسری طرف محض، سینہ زوری، اور شریعت میں من مانی کرتے ہوئے اس کے اثبات کے لئے غرباء کو نصف صاع کی ادائیگی کی اجازت عنایت کر رہے ہیں اور مستزاد یہ کہ کسی آیت یا روایت کی ضرورت نہیں۔ بس ایک ہی 'بات کہ مستند ہے میرا فرمایا ہوا'

کس جنس سے ادا کریں؟

شریعت کی طرف سے صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے کہ ایک صاع کھجور، مٹھی، جو یا نصف صاع گیہوں میں سے جوئی جنس دینا چاہے، دے سکتا ہے۔ اگر گندم کا آٹا دینا

چاہے، تو اسی مقدار کے مطابق دے سکتا ہے، اگر قیمت دینا چاہے تو گذشتہ چاروں چیزوں میں سے جسکی قیمت چاہے دے سکتا ہے، علاوہ ازیں اگر چاول، جوار، باجرہ اور کوئی غلہ دینا چاہے تو قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا۔ یہاں تک کہ مذکورہ اجناس کی روٹی یا ستودے تو بھی صاع یا نصف صاع کی قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا اجناس مذکورہ کا ثبوت احادیث ذیل میں ہے۔

۱- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسلمانوں میں سے ہر (مالک نصاب) غلام، آزاد، مرد، عورت، بچے اور بڑے پر رسول اللہ ﷺ نے ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جو صدقہ فطر مقرر فرمایا (بخاری ۲۰۴/۱)

۲- حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم عہد نبوی میں عید الفطر کے روز ایک صاع طعام، (صدقہ فطر) ادا کرتے تھے۔ ان دنوں ہمارا طعام جو، مٹھی، پنیر اور کھجور ہوتا تھا۔ (بخاری ۲۰۵۲۰۶/۱)

۳- دوسری روایت میں ہے کہ ہم ایک صاع طعام، جو یا ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع مٹھی ادا کرتے تھے۔ (بخاری ۲۰۴/۱)

گندم کا نصف صاع: احادیث کثیرہ میں یہ تصریح ہے کہ گندم کا نصف صاع فطرانہ ادا کرے۔

۱- امام ابو داؤد صحیح سندوں کیساتھ حضرت ثعلبہ یا حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

قام رسول اللہ ﷺ خطیباً فامر بصدقۃ الفطر صاع تمر او صاع شعیر
عن کل راس زاد علی فی حدیثہ او صاع بر او قمح بین النین
الحدیث (ابو داؤد ص ۲۲۸ جلد)

ناصر اللہ بن البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے (صحیح سنن ابی داؤد ۱/۳۰۴ رقم ۱۳۲۷)
یعنی رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو آپ نے کسی ایک صاع کھجور،
ایک صاع جو اور ایک صاع گندم دو آدمیوں کی طرف سے ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

○ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بعمرہ میں آخر رمضان میں خطبہ دیا، اور
فرمایا: اپنے روزوں کا صدقہ دو، لوگ اس بات کو نہیں سمجھے، آپ نے فرمایا۔ یہاں
شہر والوں میں ایک قوم ہے ان کو تعلیم دو، کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ
صدقہ مقرر فرمایا ہے، صاعاً من تمر او شعیر او نصف صاع من قمح علی
کل حر او مملوک ذکر او انشی صغیر او کبیر (ابوداؤد ص ۲۳۱ جلد)

کھجور یا جو کا ایک صاع یا گندم کا نصف صاع ہر آزاد یا غلام مرد یا عورت اور
چھوٹے اور بڑے پر نبی کریم ﷺ نے مکہ کی گلیوں میں اعلان کر دیا، لوگو! ہر مسلمان
پر صدقہ فطر واجب ہے، ہر مرد اور عورت پر، آزاد اور غلام پر، چھوٹے اور بڑے پر

مدان من قمح او صاع مما سواہ من الطعام (دارقطنی ۱۳۱/۲)

دو (نصف صاع) گندم اور باقی چیزوں کا مکمل صاع.....

○ اسی طرح حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہم سے
مردی روایات میں نصف صاع گندم کی تصریح ہے۔ (دارقطنی ۱۳۲/۲، ۱۳۳، ۱۳۷)

○ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نصف صاع گندم کا مسئلہ بیان کیا تو
صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا (بخاری)

○ علامہ یحییٰ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں، نصف صاع گندم ادا کرنا حضرت ابو بکر حضرت عمر
، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ
، حضرت ابن زبیر، حضرت ابن عباس، حضرت معاویہ، حضرت اسماء بنت صدیق (رضی اللہ

عنہم) کا مذہب تھا اور تابعین میں سے سعید بن مسیب، عطاء مجاہد، سعید بن جبیر، عمر بن عبد
العزيز، طاؤس نخعی، شعبی، حلقہ، اسود، عروہ، ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف، ابوقلابہ، عبد
الملک بن محمد وغیرہم (علیہم الرحمۃ) کا مسلک ہے، (عمدة القاری، ۱۱۳/۹)

صدقہ فطر کب ادا کیا جائے: عید کے دن صبح صادق ہوتے ہی صدقہ فطر
واجب ہو جاتا ہے، نماز عید سے قبل جب چاہے ادا کر سکتے ہیں اگر نماز عید ادا کر لینے
تک بھی ادا نہ کیا جائے تو صدقہ فطر محاف نہیں ہوتا، بعد میں بھی ادا کرنا ضروری ہے
○ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ مروی ہیں:

امر بھان توذی قبل عروہ الناس الی الصلوة (بخاری، مسلم/مشکوٰۃ ص ۱۶۰)
یعنی آپ ﷺ حکم دیتے کہ صدقہ فطر نماز عید کے لئے جانے سے قبل ادا کیا جائے۔

۲- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز
عید کے لئے نکلنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا فکان ابن عمر یؤدیھا
قبل ذلك بالیوم والیومین (ابوداؤد ص ۱/۲۲۷)

حضرت ابن عمر عید سے ایک دن یا دو دن پہلے ادا کر دیتے تھے

○ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے

من اداھا قبل الصلوة فھی زکوٰۃ مقبولة ومن اداھا بعد

الصلوة فھی صدقة من الصدقات (ابوداؤد ص ۱/۲۲۷)

جس نے نماز سے پہلے ادا کیا تو وہ مقبول صدقہ ہوگا (جس پر پورا اجر ملے

گا) اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا تو وہ صرف ایک صدقہ ہوگا

کن لوگوں کو صدقہ دیا جائے؟ جن حضرات کو زکوٰۃ دی جاتی ہے انہیں

صدقہ فطر بھی دیا جاسکتا ہے۔ مثلاً غریب، مسکین، مسافر، قرض دار، دینی مدارس کے مستحق طلباء۔ اپنی اصل یعنی باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی کو نہیں دے سکتے اور ایسے ہی فرع یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، بھوڑا، بھوڑی کو بھی نہیں دیا جاسکتا۔ بہو اور داماد ہوتے ہیں یا باپ، زوجہ کی اولاد یا شوہر کی اولاد کو دے سکتے ہیں۔

چند ضروری مسائل:

صدقہ فطر چونکہ روزہ کی وجہ سے واجب نہیں ہوتا۔ اس لیے اگر کسی عذر کی وجہ سے مثلاً سفر، مرض، بلاحالی کی وجہ سے یا بغیر عذر کے روزہ نہ رکھا، جب بھی واجب ہے۔ صدقہ فطر شخص پر واجب ہے مال پر نہیں، لہذا اگر مر گیا تو اس کے مال سے ادا نہیں کیا جائے گا۔ اگر وصیت کی تو تہائی مال سے ضرور ادا کیا جائے گا۔ جو شخص صبح صادق سے پہلے مر گیا، یا غنی تھا فقیر ہو گیا، تو معاف ہے۔ اگر صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا، بچہ پیدا ہوا، فقیر غنی ہو گیا، تو اس پر بھی واجب ہے۔ اگر بچہ مالک نصاب نہیں تو والد اپنے تمام چھوٹے بچوں کی طرف سے ادا کرے، اگر باپ نہیں تو دادا ادا کرے۔ ماں پر فطرانہ لازم نہیں۔ اپنی عورت اور عاقل و بالغ اولاد (اگر ان کا مال الگ الگ ہو تو ان) کا فطرانہ اس کے ذمے نہیں۔

ماں، باپ، دادا، دادی، نابالغ بھائی اور دیگر رشتے داروں کا فطرانہ اس کے ذمے نہیں، ان کے حکم کے بغیر ادا کیا تو ادا نہ ہوگا، اگر ان کے اذن سے کیا تو ادا ہو گیا۔

تفصیلات کے لئے علماء اہلسنت سے رابطہ کریں اور بہار شریعت جلد اول، حصہ کا مطالعہ کریں۔

میت کی طرف سے روزے

علامہ نووی لکھتے ہیں: جمہور مسکے یہ ہے کہ میت کی طرف سے مطلقاً روزہ نہ رکھا جائے خواہ روزہ نذر کا ہو یا غیر نذر کا، علامہ ابن منذر نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ کا بھی یہی نظریہ ہے حسن اور زحری سے بھی یہی روایت ہے امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور قاضی عیاض وغیرہ نے کہا کہ جمہور کا یہی قول ہے۔ (نووی، مسلم جلد اول ص ۳۶۲)

علامہ شمس الدین سمرحسی نے لکھا ہے:

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً اور مرفوعاً روایت ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے (موطا امام مالک ص ۲۳۵) دوسری دلیل یہ ہے کہ زندگی میں عبادت کی ادائیگی میں کوئی شخص کسی کا نائب نہیں ہو سکتا، لہذا موت کے بعد بھی نہیں ہو سکتا، جس طرح کہ نماز میں سب کا اتفاق ہے کیونکہ عبادت کا مکلف کرنے سے یہ مقصود ہے کہ مکلف کے بدن پر اس عبادت کی مشقت ہو اور نائب کے ادا کرنے سے مکلف کے بدن میں کوئی مشقت نہیں ہوتی۔ البتہ اس کی طرف سے ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا، کیونکہ اب اس مکلف کا خود روزہ رکھنا ممکن نہیں ہے، تو فدیہ اس کا قائم مقام ہو جائیگا، جیسا کہ شیخ فانی کے مسئلہ میں ہے اور جب اس نے فدیہ کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے کھانا کھلانا لازم ہے۔ اور اگر وصیت نہیں کی تو کھانا کھلانا لازم نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً کھانا کھلانا لازم ہے خواہ

وصیت کرے یا نہیں، کھانے کے فدیہ کی مقدار ہمارے نزدیک ہر مسکین کے لئے نصف صاع (۲،۱۳۵ کلوگرام) گندم ہے اور امام شافعی کے نزدیک ایک مد (۱۶۲ کلوگرام) ہے۔ (المبسوط ص ۸۹ ج ۳ دار المعرفۃ بیروت الطبعة الثانية ۱۴۰۰ھ) (ماخوذ از شرح صحیح مسلم جلد ثالث)

احادیث مبارکہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر کسی شخص پر روزے ہوں تو اس کا ولی، وارث اس کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا، البتہ اگر اس نے کفارہ ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے اس کی وصیت پوری کرنا لازم ہے۔ ورنہ مستحب ہے، آپ کے موقف پر چند احادیث ملاحظہ ہوں!

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات و عليه صيام شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مسكين (ترمذی ۱/۹۰) ابن ماجہ ۱۲۷۱ واللفظ لشرح السنہ ۳۲۷/۶ مشکوٰۃ ۱۷۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص فوت ہو گیا اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں تو اس کے ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لا يصلي احد عن احد ولا يصوم احد عن احد ولكن يطعم عن كل يوم مدين حنطة (الجوهري ص ۲۵۷ ج ۳)

کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ ہی کوئی کسی اور کی طرف سے

روزہ رکھے لیکن اس کی طرف سے ہر روز کھانا کھلایا جائے۔
اس حدیث کو نقل کر کے امام ابن ترکمانی لکھتے ہیں۔

هذا سند صحيح على شرط الشيخين خلا ابن عبد الاعلى فاته
على شرط مسلم (الجوهري ۳/۲۵۷)

یہ سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے سو امام ابن عبد کے کیونکہ
وہ امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی میت کی طرف سے روزہ رکھنے
سے منع فرماتی تھیں۔ (عمدة القاری ۱۱/۶۰)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لا يصوم احد عن احد ولا يصلى احد عن احد

(موط امام مالک ۲۳۵، مشکوٰۃ ۱۷۸)

کوئی شخص دوسرے کی طرف سے نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے

۵۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے:

لا يصلي احد عن احد ولا يصوم من احد عن احد ولكن ان كنت

فاعلاً تصدقت عنه او اهديت۔ (مصنف عبدالرزاق ۹/۶۱۸)

کوئی شخص کسی کی طرف سے ہرگز نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے اور اگر تم نے

اس کا کفارہ ادا کرنا ہو تو ان نمازوں یا روزوں کا فدیہ میت کے (ایصال ثواب کے)

لئے صدقہ یا ہدیہ کر دو۔

ان احادیث صحیحہ میں میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور

جن روایات میں مرفوع کی تصریح نہیں ہے وہ بھی حکماً مرفوع ہی ہیں، کیونکہ یہ بات ان امور سے ہے جو اپنی رائے اور قیاس سے نہیں کہے جاتے۔

علامہ نووی کا تسامح: علامہ نووی کو دریں مسئلہ تسامح لاحق ہوا ہے کہ

انہوں نے کہا ہے مع عدم المعارض لہا (نووی بر مسلم ۱/۳۶۴)

کہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے والی حدیث کا کوئی معارض نہیں ہے ان کا یہ کہنا صحیح نہیں، کیونکہ ہم نے احادیث صحیحہ پیش کر دی ہیں جو ان روایات کے معارض ہیں، اور ان میں صراحت ہے کہ میت کی طرف سے روزے نہ رکھے جائیں۔
نوٹ: کسی محدث یا عالم سے کسی مسئلہ میں تسامح کا واقع ہونا یا کسی حدیث اور کسی مسئلہ کا ازبر نہ ہونا دور کی بات نہیں۔ ایسا نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہے۔ اس میں کسی حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی کی کوئی تفریق نہیں ہے۔

لیکن وہابی حضرات نے یہ مکروہ و حنداً شروع کر رکھا ہے کہ عوام الناس کو فقہ حنفی سے بددل کرنے کے لئے احناف کے تسامحات دکھاتے رہتے ہیں۔ اور اپنے کفریہ عقائد اور شرکیہ نظریات و خود ساختہ افکار سے نظریں چرا لیتے ہیں۔

اگر احناف اس لئے مطعون ہیں کہ ان سے تسامحات واقع ہوتے ہیں تو پھر کائنات میں کوئی محدث، فقیہ، اور عالم قابل اعتماد، لائق استناد اور صاحب اعتبار نہیں رہ جائیگا، کیونکہ ہم، لغزش اور تسامح سے کون محفوظ ہے۔ لہذا غیر مقلدین ہر امام اور ہر محدث سے ہاتھ اٹھالیں۔ ورنہ اپنے غیر اخلاقی رویے پر نظر ثانی کریں۔

معارض احادیث کا محمل جن احادیث میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے

وہ ان احادیث سے منسوخ اور متروک ہیں۔

۱۔ امام مالک فرماتے ہیں صحابہ و تابعین میں سے کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔ (نصب الراية ۳/۶۳)

۲۔ ان احادیث میں بعض اسانید کے اعتبار سے ضعیف ہیں۔ امام مسلم نے حضرت عائشہ کی جو روایت ذکر کی ہے اس کی سند میں عبید اللہ بن ابو جعفر ہے، امام احمد نے کہا یہ قوی نہیں ہے۔ (تہذیب المعجم ۶/۶۷)

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت چکے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں، یہ روایت غیر محفوظ ہے۔ (کتاب الام ۱۰۵/۲)

۳۔ ان احادیث پر عمل نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میت کی طرف سے نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ اس لئے قیاس (جس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے) کا تقاضہ یہ ہے کہ روزہ بھی نہ رکھا جائے۔ کیونکہ دونوں کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جس شخص نے نمازوں یا روزوں کی نذر مانی پھر فوت ہو گیا تو اس کی طرف سے روزوں کا کفارہ دیا جائے گا۔ نہ روزے رکھے جائیں گے، نہ نماز پڑھی جائے گی اور نہ ہی نماز کا کفارہ ادا کیا جائے گا۔ اگر کوئی کہے کہ حج، نماز اور روزے میں کیا فرق ہے، کیونکہ میت کی طرف سے حج کیا جاتا ہے، روزے کا کفارہ ادا کیا جاتا ہے اور نماز کا نہ کفارہ ہے اور نہ ہی نماز میت کی طرف سے ادا کی جاتی ہے؟ تو میں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے احکام میں فرق کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا اور رسول اللہ ﷺ نے میت کی طرف سے حج بدل مشروع فرمایا اور حج کے سوا کسی اور عبادت کا بدل اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے جاری نہیں کیا اور روزے کا

ماقد یہ اور کفارہ اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں (اور جو شخص روزے کی قضا کرنے سے پہلے فوت ہو گیا وہ اس حکم میں داخل ہے) اور حائضہ عورت اپنے ایام میں نماز نہیں پڑھتی اور اس کی نماز کا اللہ اور اس کے رسول نے کوئی بدل مقرر نہیں کیا، نہ کوئی کفارہ اور نہ یہ مشروع کیا، نماز اور روزے کے بدل نہ ہونے اور حج کے بدل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حج میں مال خرچ ہوتا ہے اس لیے میت کے مال سے حج کیا جائے گا اور نماز اور روزہ محض عبادت فرضیہ ہے اس لیے ان کا بدل نہیں مشروع کیا اگر یہ کہا جائے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے کے بارے میں حضرت ابن عباس سے حدیث مروی ہے تم اس پر عمل کیوں نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔

(کتاب الامم ص ۱۰۵ ج ۲، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعة الثانیہ ۱۳۹۳ھ)

(ماخوذ از شرح صحیح مسلم، جلد ثالث)

۴۔ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایات گزر چکی ہیں کہ میت کی طرف سے روزے نہ رکھیں..... تو قاعدہ یہ ہے کہ جب راوی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ روایت اس راوی کے نزدیک منسوخ ہے یا پھر وہ روایت اس راوی سے ثابت نہیں۔

۵۔ ایک جواب کا یہ بھی ہے کہ ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ ان کا ولی ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ یہ مفہوم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی مرفوع روایت میں موجود ہے جو ایک نمبر کے تحت گزر چکی ہے۔

نماز تراویح

تراویح کی وجہ تسمیہ رمضان المبارک میں نماز عشاء کے بعد تراویح سے قبل جو نماز ادا کی جاتی ہے اسے ”نماز تراویح“ کہا جاتا ہے۔ تراویح تراویح کی جمع ہے، جس کا مادہ رَوِيَ سارا حُوة ہے بمعنی آرام تراویح (باب تعطیل کا مصدر ہے جس) کا معنی آرام پانا ہے اور تراویح کا معنی ہوا ایک بار آرام پانا۔

اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس نماز میں طویل قیام کی وجہ سے ہر چار رکعتوں پر اپنے بدن کو آرام پہچاننے کیلئے کچھ دیر تک بیٹھتے تھے۔ جیسا کہ زید بن وہب سے مروی ہے کان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیروحنافی رمضان۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۹۷)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیں رمضان میں (ہر چار رکعت کے بعد) آرام کا وقفہ دیتے تھے بدیں وجہ اس نماز کی ہر چار رکعتوں کا نام تراویح بھوا، (یعنی ایسی چار رکعتیں جن کے بعد جسم کو آرام پہنچایا جائے۔

وہابیوں نے لکھا ہے: چونکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام پانچ تراویح (جن کا مجموعہ بیس رکعت ہے) پڑھا کرتے تھے۔ کانوا یتروحون بعد اربع صحابہ کرام چار رکعتوں کے بعد آرام کیا کرتے تھے اسی مناسبت سے اسے نماز تراویح کہا گیا (ہفت روزہ الجہد ص 20 مارچ 1992ء)

تراویح آٹھ کو نہیں کہتے

اس لغوی اور لفظی بحث میں آٹھ رکعت کو تراویح کہنے کا کوئی تصور نہیں ابھرتا۔ کیونکہ لفظ اور عمل کی مطابقت نہیں رہتی ہاں بیس رکعت کیلئے تراویح کا صیغہ بولنا بالکل

درست ہے اس کے شواہد درج ذیل ہیں:

○..... امام محمد بن احمد الباقری لکھتے ہیں:

الترویحة اسم لكل اربع ركعات فانها في الاصل ايصال الراحة

وهي الجلسة سميت اربع ركعات في اخرها الترویحة

(التراية على حاش الفتح ۱/۳۰۶ مکتبہ خانہ پشاور، الکفاہ فی ذیل الفتح ۱/۳۰۷، ایضاً)

ترجمہ: ترویجہ ہر چار رکعت کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا معنی ہے راحت پہنچانا اور

وہ (چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر) بیٹھنا ہے پھر جن چار رکعتوں کے بعد تھوڑی دیر

وقفہ کیا جاتا ہے انہیں ترویجہ کہا جاتا ہے۔

○..... عن الليث انه قال سميت صلوة الجماعة في ليالي

رمضان بالتراويح لانهم اول ما اجتمعوا عليها كانوا يستريحون بين

تسليمتين قدر ما يصلى الرجل كذا وكذا ركعة (زرقاتی شرح مؤطا امام

مالک ۱/۲۱۳، باب ماجاء في قيام رمضان)

حضرت لیث بن سعد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رمضان کی راتوں میں

باجماعت نماز کا نام تراویح اس لیے رکھا گیا کہ جب لوگوں نے جماعت کے ساتھ

تراویح پڑھنا شروع کی تو وہ ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر آرام کرتے تھے کہ جتنی دیر

میں آدمی اتنی (مزید چار) رکعتیں پڑھ سکے۔

○... والتراويح جمع ترویحة وهي في الاصل مصدر بمعنى

الاستراحة سميت به لارباع ركعات المخصوصة لا ستلنر امها

الاستراحة بعد ما كما هو السنة فيها (بحر الرائق ۲/۶۶)

تراویح تردیجہ کی جمع ہے اور وہ اصل میں صدر ہے استراحت کے معنی میں چار مخصوص رکعتوں کا نام تردیجہ اس لیے رکھا گیا کہ سنت کے مطابق ان چار رکعتوں کے بعد آرام پانا لازم ہے۔

○..... علامہ شیخ محمد رواس قلحی اور علامہ حامد صادق متقی لکھتے ہیں:

التروایح مفردہا ترویحة وهي الاستراحة قيام شهر رمضان وسمي بالتروایح لانه يعقب كل اربع ركعات منه ترويحة (جلسة استراحة)
(مجملة الفتاوى، حرف التاء، التروایح، ۱۲۷، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)
تراویح اسکا واحد تردیجہ ہے جس کا معنی ہے آرام پہنچانا۔ ماہ رمضان کی مخصوص نماز کو تراویح کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی ہر چار رکعت کے بعد ایک تردیجہ یعنی بیٹھ کر آرام کرنے کا موقع آتا ہے۔

○..... علامہ امیر ایمینس لفظ تراویح پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

(التروایح) جمع ترويحة وهي في الاصل اسم للجلسة مطلقا، ثم سميت به الجلسة التي بعد اربع ركعات في ليالي رمضان لا استراحة الناس بها ثم سميت كل اربع ركعات ترويحة مجازاً واصلا المصدر
(المجم الوسيط، باب الراء، التروایح ج ۱ ص ۳۰۸، تہران)
تراویح، تردیجہ کی جمع ہے یہ اصل میں مطلقاً بیٹھنے کو کہتے ہیں پھر رمضان کی راتوں کی (مخصوص نماز) کی ہر چار رکعتوں کے بعد بیٹھنے کا نام تردیجہ رکھ دیا گیا ہے کیونکہ لوگ اس کیساتھ اپنے آپ کو راحت پہنچاتے ہیں، پھر مجازی طور پر ہر چار رکعت کو تردیجہ کہہ دیا گیا۔ تردیجہ اصل میں صدر ہے۔

○..... ما تھا میں فجر مستقانی لکھے ہیں:

والتراويح جمع لترويح وهي المرة الواحدة من الراحة
كسليمة من السلام سميت الصلوة في الجماعة في ليالي رمضان
التراويح لانهم اول ما اجتمعوا عليها كانوا يستريحون بين كل
تسليتين (فتح الباری ۳/۳۵۰)

تراویح، ترویج کی جمع ہے اور ترویج ایک بار ہوتا ہے، یہ راحت سے مشتق ہے جیسے
تسلیمتہ اسلام سے۔ جو نماز رمضان المبارک کی راتوں میں باجماعت پڑھی جاتی ہے اسکا
نام تراویح الصلیئے رکھا گیا ہے کہ جب ابتداء میں لوگ اس نماز کو باجماعت پڑھنے لگے تو ہر
دو سلاموں (چار رکعتوں) کے بعد آرام کرتے تھے۔

○..... علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا ہے:

(ترجمہ) تراویح، ترویج کی جمع ہے اور اس کا معنی ایک دفعہ آرام کرنا ہے، جیسے سلام
سے تسلیمتہ ایک دفعہ سلام کرنا اور ترویج رمضان کے مہینہ میں آرام کرنا ہے اسکا نام
لوگوں کے ہر چار رکعت کے بعد آرام کرنے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ (لسان العرب)

○..... امام بیہقی نے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت، کان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم بصلی اربع رکعات فی اللیل ثم يتروح (رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم رات کو چار رکعت پڑھ کر آرام فرماتے تھے) نقل کر کے لکھا ہے فہذاصل
فی تروح الامام فی صلوة التراويح یہی معمول صلوة التراويح کے دوران ہر چار
رکعت کے بعد امام کے آرام کرنے کی دلیل ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۳۹۷)

○..... غیۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۶ میں ہے وہی عشرون رکعة يجلس

عقب لکل رکعتیں، دو مسلم ٹہلے، صوبہ حات کل اربعہ منها ترویحة
 تراویح میں رکعت ہیں، ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے، اسکے پانچ
 ترویحے ہیں ہر چار رکعت کا نام ایک ترویحہ ہے۔

لہذا پانچ ترویحے میں رکعت ہوتیں۔ علاوہ ازیں یہی مضمون

○ امام شمس الدین ابن قدامہ نے "الشرح الکبیر علی متن المتع" جلد اول
 ۷۸۱ مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔

○ امام ابن اشیر الجزری نے "انصاہ" باب الرأ مع الواو، جلد ۲ ص ۷۲ طبع قم

○ امام محمد بن طاہر الغنی نے "مجمع بحار الانوار، باب الرأ مع الواو جلد ۲ ص ۳۹۲
 طبع دار الایمان، مدینہ المنورہ پر بھی نقل کیا ہے۔

دعاہیوں کی تائید:

تراویح کا معنی اور اسکی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے غیر مقلد دعاہیوں نے یہی بھی
 امور ذکر کیے ہیں، حوالہ جات درج ذیل ہیں:

- ۱۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور..... ۳ جولائی ۱۹۸۱ء
- ۲۔ ہفت روزہ الحمدیٹ۔ ص ۱۰-۲۰ مارچ ۱۹۹۲ء
 مضمون از محمد اعظم آف گوجرانوالہ۔
- ۳۔ فتاویٰ علمائے حدیث۔ ج ۲ ص ۲۳۰-۲۳۱
- ۴۔ رسائل بہاولپوری ص ۱۰۱۔ از عبداللہ بہاولپوری
- ۵۔ لغات الحمدیٹ، کتاب "باب الرأ مع الواو" ج ۲ ص ۱۳۵، طبع میرٹھ،
 کراچی، از وحید الزمان حیدر آبادی۔

تراویح کی شرعی حیثیت:

نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے جس کا ترک گناہ اور جرم ہے۔

○..... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:.....

شهر جعل اللہ صیامہ فریضة و قیام لیلہ تطوعا (شعب الایمان

ج ۷ ص ۲۱۷، درمنثور ج ۱ ص ۱۸۸، صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۹۱، مشکوٰۃ ۱۷۳، الترغیب

والترہیب ج ۲ ص ۹۴، کنز العمال برقم ۲۳۷۱۳)

ماہ رمضان ایسا مہینہ ہے کہ جس کے روزے اللہ نے فرض کیئے اور راتوں کا

قیام اضافی عبادت قرار دیا۔

○..... حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:.....

ان اللہ تبارک و تعالیٰ فرض صیام رمضان علیکم و سنت لکم

قیامہ (نسائی ج ۱ ص ۳۰۸، ابن ماجہ ۹۵، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۱، ۱۹۵، مختصر قیام اللیل

۱۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۱۵)

بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کیئے اور میں نے

اس کا قیام سنت بنا دیا ہے۔

○..... عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرهم فیہ بعزيمة (بخاری ۲۶۹/۱،

مسلم ۲۵۹/۱، ترمذی ۱۰۰۰/۱، ابوداؤد ۲۰۱/۱، نسائی ۳۰۷/۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی ترغیب دیتے لیکن اسے لازم (فرض یا واجب) نہیں فرماتے تھے۔

○.....وفی الباب عن عائشة رضی اللہ عنہا (ترمذی ج ۱ ص ۱۰۰)

اور یہ مضمون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

○.....حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک کی

آمد پر خطبہ ارشاد فرمایا:.....

ان هذا الشهر المبارك الذي فرض الله صيامه ولم يفرض قيامه

(وفی لفظ) كتب الله عليكم صيامه ولم يكتب عليكم قيامه

(قیام لیل ۱۵۲، مطبوعہ رحیم یار خان)

بے شک یہ مہینہ برکت والا ہے جس کے روزے اللہ نے فرض کیے اور قیام فرض

نہیں کیا۔ ایک روایت میں ہے اس کے روزے اللہ نے فرض کیے ہیں قیام فرض نہیں فرمایا۔

○.....رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ رمضان المبارک کی آمد کا

اعلان فرمایا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا:

ناد فی الناس لوگوں میں ندا کر دو، فنادی فی الناس ان یقوموا وان

یصوموا تو انہوں نے اعلان کیا کہ لوگ رمضان کا قیام بھی کریں اور روزے بھی

رکھیں۔ (سنن دارقطنی ۲/۱۵۹، نشر السنہ لاہور)

○.....حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے عید الفطر کے روز خطبہ دیا، حمد و ثنا

کے بعد فرمایا:

ان هذا شهر فرض الله صيامه وسن رسول الله صلى الله عليه

وسلم قيامه الحديث (قیام لیل ص ۱۵۲)

بے شک یہ مہینہ وہ ہے جس کے روزے اللہ نے فرض کیے اور اسکا قیام
رسول اللہ ﷺ نے سنت بنایا۔

ان تمام روایات میں قیام رمضان، سے مراد نماز تراویح ہے اور ہر چند واضح
ہے کہ وہ فرض یا واجب نہیں بلکہ مسنون عمل ہے۔

نماز تراویح کی مختصر تاریخ:

احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنی ظاہری زندگی میں صرف تین راتیں جماعت کیساتھ نماز تراویح ادا فرمائی ہے، پھر
ارشاد فرمایا اگر ہم باقاعدہ مسجد میں باجماعت تراویح پڑھتے رہیں گے تو خدشہ ہے کہ کہیں
یہ تم پر فرض نہ ہو جائے۔ لہذا تم اسے اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو۔ اس وقت سے لے
کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع زمانے تک لوگ اسی طرح متفرق
طور پر ہی نماز ادا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اب اس نماز کے فرض ہو جانے کا ڈر ختم ہو گیا ہے لہذا
آپ نے نماز تراویح کو باجماعت ادا کرنے کا انتظام فرمایا، اس وقت سے لے کر آج
تک تمام مسلمان پورے اتفاق سے اس نماز کو باجماعت ادا کر رہے ہیں یوں انہیں سنت
نبوی اور سنت فاروقی پر عمل کرنے کا دو ہر ثواب حاصل ہو رہا ہے۔ اس بارے میں

چند روایات ملاحظہ ہوں!.....

○..... حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

صمنا مع رسول اللہ ﷺ رمضان فلم یقم بنا شیئا من الشهر

حتى بقى سبع فقام بنا حتى ذهب ثلث الليل فلما كانت السادسة لم
 يقم بنا فلما كانت الخامسة قام بنا حتى ذهب شطر الليل ... فلما
 كانت الرابعة لم يقم فلما كانت الثالثة جمع اهله ونساءه والناس فقام
 بنا حتى خشينا ان يفوتنا الفلاح قال قلت وما الفلاح قال السحور ثم
 لم يقم بنا بقية الشهر (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۵ واللفظ لابن سني / ۱، ۲۳۸، ابن ماجه
 ۹۵، ترمذی / ۱، ۱۹۹، مشکوٰۃ ۱۱۳)

یعنی ہم نے ماہ رمضان کے روزے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
 رکھے لیکن آپ نے نماز (تراویح) ہمیں نہ پڑھائی یہاں تک کہ سات دن باقی رہ
 گئے تو اس (تیسویں کی) رات آپ نے ہمیں نماز (تراویح) اتنی دیر تک پڑھائی کہ
 رات کا ایک تہائی حصہ گزر گیا پھر اگلی رات آپ نے ہمیں تراویح نہ پڑھائی پھر اگلی
 (بچیسویں) رات اتنی دیر تک نماز (تراویح) پڑھائی کہ آدمی رات گزر گئی اس کے
 بعد ایک رات (تراویح) نہ پڑھائی۔ اگلی (ستائیسویں) رات (تراویح) پڑھائی اور
 اتنی طویل کی کہ ہم ڈر گئے کہ کہیں فلاح فوت نہ ہو جائے میں نے پوچھا فلاح کیا ہے؟
 کہا سحری کا وقت پھر (باقی دنوں میں) آپ نے ہمیں (تراویح) نہ پڑھائی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے
 سات روز باقی رہتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تین راتیں (درمیان میں ایک
 ایک رات چھوڑ کر) نماز باجماعت پڑھائی۔ یعنی آپ نے تیسویں، چھیسویں اور
 ستائیسویں رات کو جماعت سے نماز تراویح ادا فرمائی۔

○ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ حجراً فی المسجد من
حصیر فصلىٰ فیہا لیلالی حتی اجتمع علیہ ناس ثم فقدوا اصوته لیلۃ
وظنوا انه قد نام فجعل بعضهم یتحنح لینخرج الیہم فقال ما زال بکم
الذی رأیت من صیعیکم حتی خشیت ان ینکب علیکم ولو کب
علیکم ما قمتم بہ فصلوا ایہا الناس فی بیوتکم

(بخاری ج ۱ ص ۱۰۱، مسلم ج ۱ ص ۲۶۶، مشکوٰۃ ۱۱۳ ادا للفظ لا)

یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (ماہ رمضان میں) مسجد میں کجھور کی
چٹائی سے ایک حجرہ بنا لیا اس حجرے میں آپ نے (اعتکاف کے دوران) چند راتیں
(تین راتیں) لوگوں کے ساتھ باجماعت نماز تراویح ادا فرمائی پھر اس کے بعد لوگوں
نے آپ کی آواز نہ سنی، انہوں نے خیال کیا کہ شاید آپ سو گئے ہیں تو بعض حضرات
نے کھٹکارنا شروع کیا، تاکہ آپ ان کے پاس (باہر) تشریف لے آئیں، آپ نے
ارشاد فرمایا (نماز تراویح کے شوق میں) دیر سے جو کچھ تم کر رہے ہو میں نے سب کچھ
دیکھا ہے، مجھے اس بات کا خوف تھا کہ (باقاعدہ نماز ادا کرنے سے) کہیں تم پر فرض
نہ ہو جائے اور اگر تم پر (تراویح) فرض کر دی گئی تو تم اسے نبھانہ سکو گے تو اے لوگو!
اب تم اس نماز کو اپنے گھروں میں پڑھو۔

معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات تک باجماعت نماز ادا
فرما کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ اب تم یہ نماز اپنے گھروں میں ہی پڑھ لو کہیں
ایسا نہ ہو کہ یہ تم پر فرض کر دی جائے اور تم اسے نبھانہ سکو۔

○..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فہو فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا مر علیٰ ذالک ثم
 كان الامر علیٰ ذالک فی خلافة ابی بکر و صدرا من خلافة عمر علی
 ذلک (مسلم ج ۱ ص ۲۵۹ بخاری ج ۱ ص ۲۶۹، مشکوٰۃ ۱۱۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو اس وقت نماز کا معاملہ یوں ہی تھا
 (کہ لوگ بغیر جماعت کے الگ الگ مسجد میں یا اپنے گھروں میں نماز پڑھتے تھے)
 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی معاملہ یوں ہی رہا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
 کے دور خلافت کے شروع میں بھی یہی طریقہ کار تھا۔

پھر کیا ہوا؟

○ حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری فرماتے ہیں:

خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة في رمضان الى المسجد فاذا
 الناس اوزاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه ويصلي الرجل لرجل
 بصلوته الرهط فقال عمر اني اري لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد
 لكان امثل ثم عزم لجمعهم على ابى بن كعب ثم خرجت معه ليلة
 اخرى والناس يصلون بصلوة قارئهم قال عمر نعم البدعة هذه
 الحديث۔ (بخاری ۱/۲۶۹ واللفظ لـ، السنن الكبرى ۲/۳۹۳، موطا امام مالک ص
 ۹۷، شرح السنن ۲/۵۱۰، مشکوٰۃ ۱۱۵)

میں ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو لوگوں کو الگ
 الگ انداز میں نماز پڑھتے دیکھا، کوئی تو تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کے ساتھ چند اور
 لوگ بھی نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں

ایک قاری پر جمع کر دوں تو بہت مثالی کام ہوگا۔ پھر آپ نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا
 لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر اکٹھا کر دیا پھر ایک رات میں حضرت
 رضی اللہ عنہ کیساتھ مسجد کی طرف آیا تو دیکھا کہ لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے
 تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کتنی اچھی بدعت (نئی چیز) ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا ہر نئی چیز بدعت بمعنی گمراہی نہیں ہوتی بلکہ وہ نئے امور جو
 حوالہ دین سے نکراتے ہوں وہ بدعت سیدہ اور گمراہی ہیں۔

مذکورہ بالا روایات سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم نے تین رات نماز تراویح باجماعت ادا فرما کر صرف اس خدشہ سے ترک فرمائی
 تھی کہ مبادا آپ کی امت پر فرض نہ ہو جائے اور دور فاروقی میں چونکہ وہ خدشہ ختم ہو
 گیا تھا اس لیے آپ نے ایک امام کی اقتداء میں تمام مسلمانوں کو جمع فرما کر باجماعت
 نماز تراویح کو جاری فرمادیا۔

تراویح کے لیے جماعت شرط نہیں

نماز تراویح کو باجماعت ادا کرنا شرط نہیں بلکہ افضل واوبی ہے۔ اگر جماعت
 شرط ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین رات نماز ادا فرمانے کے بعد صحابہ
 کرام رضی اللہ عنہم کو گھروں میں نماز ادا کرنے کا حکم نہ دیتے اور دور صدیقی اور خلافت
 فاروقی کے ابتدائی ایام میں یہ نماز عمومی طور پر بغیر جماعت کے نہ پڑھی جاتی۔
 علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

وقال عيسى بن ابان وبكار بن قتيبة والمزني من اصحاب الشافعي

واحمد بن عمران رحمہم اللہ تعالیٰ الجماعة احب وافضل المشہور عن عامة العلماء رحمہم اللہ تعالیٰ وهو الاصح والا وثق۔

عسی بن ابان، بکار بن قتیبہ اور حزنی نے کہا جو کہ اصحاب شافعی سے ہیں اور بن عمران کا بھی یہی قول ہے کہ تراویح میں جماعت احب (زیادہ پسندیدہ) اور افضل (شرط نہیں) اور عام علماء سے بھی یہی مشہور ہے اور یہی زیادہ درست اور زیادہ پختہ ہے۔

البتہ تراویح باجماعت پڑھنے کی فضیلت واقادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ باجماعت تراویح پڑھنے سے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کی تکمیل ہوتی ہے، وہاں سنت فاروقی کی بھی تکمیل ہو جاتی ہے اور آپ نے ارشاد فرمایا: ... علیک بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين (ابوداؤد ج ۲ ص ۴۷۹)

یعنی تم پر میری سنت اور میری خلفاء راشدین محمدین کی سنت لازم ہے

۵ امام کے پیچھے نماز ادا کرنے سے پوری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الرجل اذا صلى مع الامام حتى ينصرف حسب له قيام ليلة

الحدیث (ابوداؤد/۱۹۵ واللفظ لہ، ابن مابہ، ۹۵، ترمذی/۱، ۱۹۹، مشکوٰۃ/۱۱۳، شریح السنن/۵۱، نسائی/۱/۲۳۸)

بے شک آدمی جب امام کے ساتھ نماز (قیام رمضان) سے فارغ ہوتا ہے تو اسے پوری رات قیام کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

۵ تراویح باجماعت ادا کرنے سے پورا قرآن مجید سننے کی سعادت ملتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من استمع الى اية من كتاب الله تعالى كتب له حسنة مضاعفة
 من تلاها كانت له نورا يوم القيامة (جامع صغير ۲/۱۶۲، مسند احمد ۲/۳۳۱، تفسير
 ۲/۲۸۱)

جس نے کتاب اللہ کی ایک آیت کو سنا اسے دو گنا ثواب ملتا ہے اور جو قرآن مجید
 ایک آیت تلاوت کرتا ہے تو وہ قیامت کے دن اس کے لیے نور ہوگی۔
 معلوم ہوا قرآن سننے والے کو دو ہر ثواب ملتا ہے، عام طور پر ایک حرف کے
 بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۵، مشکوٰۃ ص ۱۸۶)

تو رمضان المبارک میں قرآن سننے والوں کو دو گنا ثواب ملتا ہے یعنی بیس
 لیاں ملتی ہیں، یوں تراویح میں قرآن سننے والے ثواب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ حاصل
 لیتے ہیں۔

○..... تراویح باجماعت ادا کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ عوام الناس
 احسان اور توجہ سے اسے برموقع اور پابندی سے ادا کر لیتے ہیں ورنہ گھریلو معاملات
 برخواستگی امور میں الجھنے کی بناء پر اسکے قضا ہونے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔

ماز تراویح کی فضیلت:

نماز نماز تراویح ادا کرنے والوں کو کس قدر فضیلت، ثواب اور درجات ملتے
 ہیں ملاحظہ فرمائیں!

○... گذشتہ دلائل سے واضح ہے کہ نماز تراویح، سنت نبوی ہے اور حضرت
 رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من احب سنتي فقد احبني ومن احبني كان معي في الجنة (بخاری)
 جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے
 سے محبت رکھی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

نماز تراویح سے محبت رکھنے والوں کو جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 رفاقت حاصل ہوگی۔

..... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی
 اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شهر جعل الله صيامه فریضة وقيام ليله تطوعا من تقرب ليا
 بخصلة من الخير كان كمن اذى فریضة ليعا سواه (شعب الایمان
 ۷/۲۱۷، صحیح ابن خریزہ ۳/۱۹۱، بخاری ۱۷۳)

اس (رمضان کے) مہینے کے روزے اللہ نے فرض کئے ہیں اور اس کی رات
 کی عبادت کو نفل ٹھہرایا ہے، اس ماہ میں جو شخص ایک نیک خصلت (نظمی عبادت) کے
 ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اسے دیگر ایام میں فرض
 ادا کرنے کا ثواب ملے گا۔

معلوم ہوا کہ نماز تراویح ادا کرنے والوں کو ایک تراویح کے بدلے ایک فرض
 ادا کرنے کا درجہ نصیب ہوتا ہے۔

..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 بڑے اہتمام سے رمضان میں تراویح ادا کرنے کا شوق دلایا کرتے تھے لیکن اسے
 فرض نہیں فرماتے تھے پھر آپ فرماتے: من قام رمضان ايماناً و احتساباً غفر له

حافظ من ذنبہ (بخاری/۱، ۲۶۹، مسلم/۱، ۲۵۹، ترمذی/۱، ۱۰۰، مشکوٰۃ/۱۱۵)

جو آدمی ایمان اور خلوص کے ساتھ رمضان کی راتوں میں نماز تراویح ادا کرے
اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

○..... حضرت عمرو البجینی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

ان شهدت ان لا اله الا الله وانك رسول الله واصلت الصلوات
الخمسة واديت الزكوة وصمت رمضان وقمته فممن انا؟ قال من
الصديقين والشهداء.....

(ابن خزیمہ/۳، ۳۳۰، ابن حبان/۲، ۱۸۳، الترغیب والترہیب/۲، ۱۰۶)

اگر میں گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں
اور پانچ وقت نمازیں پڑھوں، زکوٰۃ ادا کروں، رمضان المبارک کے روزے رکھوں
اور رمضان کا قیام کروں (نماز تراویح پڑھوں) تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟
آپ نے فرمایا: تب تو صدیقوں اور شہیدوں میں سے ہوگا۔

○..... حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے
فرض کیے ہیں اور میں نے تمہارے لئے اس قیام (نماز تراویح) کو سنت مقرر کیا ہے۔

فمن صامه وقامه ايمانا واحتسابا خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه

(نسائی/۱، ۳۰۸، مسند احمد/۱، ۱۹۱، شعب الایمان/۷، ۲۲۲)

جس نے اس کے روزے رکھے اور قیام کیا ایمان اور خلوص کیساتھ وہ اسے

اس دن کی طرح پاک ہو جاتا جس دن اس کی ماں نے اسے جنما۔

○ ... خرید فرمایا:

من قام رمضان ايماناً واحتساباً خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه

(نسائی/۱/۳۰۸)

جس نے ایمان اور خلوص نیت کیساتھ رمضان کا قیام کیا وہ گناہوں سے اس

طرح پاک ہوا جس طرح اس دن پاک ہوا تھا جب اسکی ماں نے اسے جنم دیا۔

○ ... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ماہ رمضان کی فضیلتیں بیان کرتے

ہوئے ارشاد فرمایا:

ليس عبد مومن يصلى في ليلة فيها الاكتب الله له الفاً وخمسة

مائة حسنة بكل سجدة وبني له بيتا في الجنة من ياقوتة حمراء لها

ستون الف باب لكل باب منها قصر من ذهب موشح بياقوتة حمراء

(شعب الایمان)

یعنی جو صاحب ایمان رمضان کی راتوں میں قیام کرتا ہے تو ضرور اللہ تعالیٰ

اسے ہر سجدے کے بدلے اس کے لیے پندرہ سو نیکیاں لکھے گا اور جنت میں اس کیلئے

سرخ یا قوت کا ایک شاندار گھر بنائے گا جس کے ساتھ ہزار دروازے ہوں گے اور ہر

دروازے کے اندر ایک ایک سونے کا محل ہوگا جس کے حاشیوں پر آرائش کیلئے سرخ

یا قوت کی لڑیوں والی جھالریں پہنائی گئی ہوں گی۔

نماز تراویح ادا کرنے والے کو ہر سجدے کے بدلے میں پندرہ سو نیکیاں ملتی

ہیں، نماز تراویح ہر روز بیس رکعت پڑھی جاتی ہے اور ہر رکعت میں دو سجدے ہوتے ہیں، تو بیس رکعت میں چالیس سجدے ہوئے اور ایک مہینے (تیس دنوں) میں نماز تراویح کے سجدے، تیس ضرب چالیس، بارہ سو ہوئے، اب ایک سجدے کا ثواب پندرہ سو نیکیاں ہیں تو بارہ سو سجدوں کو پندرہ سو نیکیوں سے ضرب دیں تو اٹھارہ لاکھ نیکیوں کا ثواب بنتا ہے تو ایک مہینے (تیس دنوں) میں تراویح پڑھنے والے کو اٹھارہ لاکھ نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور جنت میں ایسے گھر اس پر مستزاد جو سرخ یا قوت سے تیار شدہ ہوں گے اور جن میں ساٹھ ہزار سونے کے شاندار محل ہوں گے۔

مکہ مکرمہ میں تراویح کا ثواب حجاز مقدس (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) میں عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر کا اپنا ہی لطف ہے کیونکہ وہاں ہر نیکی کا ثواب دیگر مقامات کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ ملتا ہے۔ وہاں خصوصی انوار و برکات اور قبولیت کے لمحات ہوتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں تو عام حالات میں بھی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ملتا ہے۔ ماہ رمضان کے کیا کہنے؟ ارشاد نبوی ہے.....

من ادرك شهر رمضان بمكة فصامه وقام منه ما تيسر كتب الله له مائة الف شهر رمضان فيما سواه وكتب له بكل يوم عتق رقبة وبكل ليلة عتق رقبة وكل يوم حملان فرس في سبيل الله وفي كل يوم حسنة وفي كل ليلة حسنة (ابن ماجہ)

جس نے مکہ مکرمہ میں ماہ رمضان پایا اور اسکے روزے رکھے اور قیام کیا (نماز تراویح پڑھی) جتنا اسے میسر آیا تو اللہ تعالیٰ اسے دوسری جگہوں کے ایک لاکھ رمضان

کا ثواب لکھے گا اور اسکے لیے ہر دن اور ہر رات کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھے گا اور ایک مجاہد کو جنگی سامان دینے کا اور ہر دن اور ہر رات میں ایک شاندار نیکی کا ثواب لکھے گا۔

رکعات تراویح کی تحقیق

سطور ذیل میں نماز تراویح کی رکعات پر تحقیقی بحث پیش خدمت ہے:

رسول اللہ رمضان المبارک میں آٹھ رکعت سے زیادہ نماز پڑھتے: عام طور پر رسول اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ رات کے وقت اکثر گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے، جن میں آٹھ رکعات نماز تہجد اور تین رکعات نماز وتر ہوتے۔

○ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی احدى عشرة

رکعة (بخاری/۱/۱۵۱)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت نماز پڑھتے تھے۔

لیکن جب رمضان المبارک جلوہ گر ہوتا تو آپ کی نماز کی تعداد بڑھ جاتی

○..... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتهد فی العشر الاواخر

مالا یجتهد فی غیرہ (مسلم/۱/۳۷۲، نسائی/۱/۲۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اتنی زیادہ مشقت

کرتے جو آپ رمضان کے علاوہ نہیں کرتے تھے۔

○..... مزید فرماتی ہیں:

كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا دخل شهر رمضان شد
مهنزده (شعب الایمان ۳/۳۱۰)

نبی کریم ﷺ ماہ رمضان کی آمد پر (عبادت کیلئے) خوب کمر بستہ ہو جاتے تھے
○..... آپ فرماتی ہیں:

كان اذا دخل رمضان تغير لونه و كثرت صلاته

(شعب الایمان ۳/۳۱۰)

جب رمضان آجاتا تو آپ کا رنگ خیر ہو جاتا اور نماز کی تعداد زیادہ ہو جاتی۔
ان روایات سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم رمضان المبارک میں جس قدر نماز ادا فرماتے تھے اس کی تعداد اس نماز سے زیادہ
ہوتی تھی جو آپ رمضان المبارک کے علاوہ پڑھتے تھے۔ اگر عام حالات میں وتر سمیت
گیارہ رکعات ہوتی تھیں تو دو ٹوک فیصلہ ہو گیا کہ رمضان المبارک میں اس سے زیادہ
رکعات پڑھتے تھے۔ لہذا تراویح کے متعلق آٹھ اور گیارہ رکعات کا موقف صحیح نہ رہا.....
غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خان نے کھلے لفظوں میں مسئلہ
تراویح پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

یعلم من حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتهد فی
رمضان مالا یجتهد فی غیرہ رواہ مسلم ان عددہا کثیر (الاتقارالرجح ص ۶۱)
حدیث کے اس جملہ سے کہ آپ رمضان میں جتنی مشقت فرماتے تھے اتنی
عام دنوں میں نہیں فرماتے، معلوم ہوتا ہے کہ آپکی تراویح کا عدد (آٹھ سے) زیادہ تھا

اب آئیے معلوم لریں! کہ جب آپ کی تراویح کی تعداد میاں روہ سے کہیں زیادہ تھی تو وہ کتنی تھی؟ - سطور ذیل میں ہم ان احادیث صحیحہ کی تائید میں کثیر روایات نقل کر رہے ہیں جن میں میں رکعات کی صراحت ہے۔

عمل نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرين رکعة
 والوتر (مصنف ابی شیبہ ۲/۳۹۳، بطبرانی کبیر ۱۱/۳۹۳، سنن کبیری ۲/۳۹۶، مجمع
 الزوائد ۳/۱۷۲، کرمانی شرح بخاری ۹/۱۵۶، مسند عبد بن حمید ص ۲۱۸، قنادی
 عزیزی ص ۱۳۰، رزقانی شرح موطا ۱/۳۵۵، کتاب الوقا ۱/۵۶۰، موطا امام
 ۱۳۲ حاشیہ، تہذیب الکمال ۱/۶۰، معجم اوسط ۱/۳۳۳، تخیص الحیر ج ۲/۲۱، ذیل
 تاریخ بغداد لابن نجار ۳/۱۹۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں میں رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔

غیر مقلدین اپنا سارا زور اس روایت کو ضعیف کہنے اور اس کے راوی ابو شیبہ پر
 جرح کرنے پر لگا دیتے ہیں حالانکہ اگر یہ روایت ضعیف بھی ہو تو بھی قبول ہے، کیونکہ
 یہ ان احادیث صحیحہ کی تائید کر رہی ہے جن میں ثابت ہے کہ آپ رمضان میں زیادہ
 رکعتیں پڑھتے تھے، اور خود وہابیوں کو بھی تسلیم ہے کہ صحیح کی تائید میں ضعیف پیش کرنا
 منع نہیں، لہذا درست ہے۔

نوٹ۔ یاد رہے جس طرح ایک طرف اس حدیث کو حدیث صحیح سے تائید دل

رضی ہے ایسے ہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اپنے دور خلافت میں ہمیں تراویح کو رائج فرمانا، صحابہ و تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاء و محدثین اور اولیائے امت کا ہمیں تراویح پر عمل کرنا (اگر ہو بھی تو) اسے درجہ ضعف سے اٹھا کر قوت کے اعلیٰ پائے میں پہنچا دینا ہے۔ اور ہمیں پراجماع اسے سنادی دلائل سے بے نیاز کر دینا ہے۔

غیر مقلدین کا فیصلہ

۱۔ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام شام اللہ امرتسری نے لکھا ہے:.....

بعض ضعف ایسے ہیں جو امت کی تلقینی یا قبول سے رفع ہو گئے ہیں۔

(رسالہ الحمدیث، امرتسر ۱۹، اپریل ۱۹۰۷ء)

۲۔ ایسے ہی زبیر علی زئی نے مانا ہے کہ متواتر مسئلہ اسنادی دلائل کا محتاج نہیں ہوتا۔

(نور العینین ۲۳۷)

۳۔ اور نواب صدیق حسن بھوپالوی نے تلقینی یا قبول والی روایت سے استدلال

کو درست قرار دیا ہے۔ (الروضۃ الندیہ ص ۶)

معلوم ہوا کہ اگر اجماعی مسئلہ پر ضعیف احادیث بھی وارد ہوں تو کچھ مضائقہ

نہیں کیونکہ اسناد کا ضعف اجماع کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے۔ لہذا یہ حدیث صحیح ٹھہری۔

وہابیوں کے دلائل

اس کے رد میں وہابی حضرات جو روایات پیش کرتے ہیں وہ یا تو صحیح اور صریح نہیں

اگر صریح ہیں تو ان کا مسئلہ تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسا کہ حدیث عائشہ کو پیش کر دیا جاتا

ہے اس حدیث میں اضطراب بھی ہے اور اس کا تعلق نماز تہجد کیساتھ ہے۔ اس حدیث کے

محمد شین اور بھی کئی جوابات دیئے ہیں جو اپنے مقام پر آئیں گے۔ انشاء اللہ العزیز

وقع تعارض

خدا جانے کسی خوش فہمی سے دہا بی حضرات اس روایت کے مقابلہ میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو بطور معارض پیش کر دیتے ہیں اور پھر بظلمتیں بجاتے ہیں کہ دیکھو!..... فلاں فلاں عالم نے اسے معارض بتایا ہے لیکن انہیں اتنا شعور بھی نہیں رہتا کہ ان کے نزدیک خود نبی کی رائے حجت نہیں تو امتی کا قول کیسے حجت ہو گیا؟..... جب ان کے نزدیک اکابر فقہاء سے غلطی ہو سکتی ہے تو ایک روایت کو دوسری روایت کے معارض بتانے میں بھی علماء سے چوک ہو سکتی ہے.....

اور حقیقت بھی یہی ہے جس کی تفصیل آٹھ تراویح کے دلائل کا مختصر جائزہ میں ذکر ہوگی اس پر متعدد محدثین کی گواہیاں موجود ہیں، لہذا متحد افراد کے مقابلہ میں چند حضرات کی رائے معتبر نہیں اور خود احادیث مبارکہ بھی ہماری تائید کرتی ہیں لہذا تعارض نہ رہا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وقدم سبق ان يتوهم معارضاً له اعنى حديث ابي سلمة عن عائشة

(فتاویٰ عزیزی)

کہ وہم کی بناء پر اس حدیث ابن عباس کا معارض حدیث عائشہ کو سمجھ لیا گیا ہے، ورنہ حقیقت میں اس کی معارض نہیں ہے۔

لہذا حدیث ابن عباس جرح سے سالم ہے۔ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صحیح

اسناد سے مروی آثار سے اس کی تاکید ہوتی ہے۔ جیسا کہ سنن کبریٰ بخاری میں ہے۔
 ۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چوبیس رکعات (۴ عشاء کے فرض اور ۲۰ تراویح) پڑھائیں، اور آپ نے وتر پڑھائے، (تاریخ جرجان ص ۲۷۵)

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت پڑھ کر ترویج کرتے تھے (سنن کبریٰ ۲/۳۹۷)
 ۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائیں۔ (تفہیم الحیبر ۲/۵۳۰ حدیث نمبر ۵۴۰ سند صحیح)

اس روایت پر عدد کے تعین کے متعلق اعتراض کا رد کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی نے بیس رکعت تراویح کے ثبوت میں مزید دو روایتوں سے تائید کر کے اس اعتراض کا قلع قمع کر دیا ہے۔ لجزاہ اللہ خیرا

عمل فاروقی:

عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی رمضان بثلاث وعشرین رکعة
 (موطا امام مالک ۹۸، السنن الکبریٰ ۲/۴۹۶، مرقاة ۳/۱۹۲، زرقانی شرح موطا ۱/۳۵۵، فتح الباری ۳/۲۰۴، آثار سنن ۲۵۳)

حضرت یزید بن رومان (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ لوگ (صحابہ و تابعین) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان میں تیس رکعات

(میں تراویح + تین وتر) پڑھا کرتے تھے۔

۵ امام شافعی کہتے ہیں کہ قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب مؤطا امام مالک ہے (حجۃ

اللہ البالغہ ۱/۱۰۶، المجلد ۵۸ المللو اب صدیق حسن المنجدی)

۵ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے لکھا ہے کہ مؤطا کی تمام احادیث صحیح ہیں۔

(حجۃ اللہ البالغہ ۲/۲۴۱ اردو)

۵ زبیر علی زئی نے بھی اس کی تائید کی ہے (تغابہ ص ۷۹)

لیکن انہوں نے تین صفحات بعد 82 پر صرف اپنے مذہب کو بچانے کیلئے اس

قانون کا بھی خود ہی خون کر دیا۔ لہذا یہ روایت صحیح ہے۔

بعض الناس اسے مرسل کہہ کر جان چھڑاتے ہیں جبکہ مرسل تمہور علماء کے

نزدیک حجت ہے۔ خصوصاً جبکہ اسکی تائید میں کوئی دوسری روایت بھی ہو۔ ملاحظہ ہو!

(مقدمہ مشکوٰۃ ص ۴، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۳)

۲۔ عن یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون

علی عہد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شہر رمضان بعشرین

رکعت۔ (آثار السنن ۲۵۰، السنن الکبریٰ ۲/۳۹۶، معرفۃ السنن والآثار ۱/۳۲، المغنی

لابن قدامہ ۲/۱۶۷)

حضرت سائب بن یزید (صحابی) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ

(صحابہ و تابعین) عہد فاروقی میں رمضان المبارک کے مینے میں بیس رکعت

(تراویح) ادا کرتے تھے۔

۵ امام سیوطی نے اسے باسناد صحیح کہا ہے (المجاہد للعلما ص ۱/۳۳۸)

- ۰..... علامہ ابن قدامہ نے بھی اسناد صحیح کہا، (المغنی ۲/۱۶۷)
- ۰..... امام نووی نے المصاحف میں اور ابن العربی نے شرح التقریب میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (التعلیق الحسن علی حاشیہ آثار السنن ص ۲۵۲)
- ۰..... صاحب بلوغ الامانی نے بھی اسناد صحیح کہا۔ (بلوغ الامانی علی حاشیہ فتح الربانی ۵/۱۷)
- نوٹ: اس کے مقابلہ میں ”محمد بن یوسف عن السائب بن یزید“ کی روایت کو پیش کیا جاتا ہے جبکہ محمد بن یوسف کے پانچ شاگردان سے الگ الگ تعداد نقل کرتے ہیں مثلاً:
- ۱۔ امام مالک: گیارہ رکعات..... لیکن اس روایت میں رمضان کا ذکر نہیں ہے۔ (موطا ص ۹۸، بیہقی ۲/۳۹۶)
- ۲۔ یحییٰ بن سعید: گیارہ رکعات..... اس میں بھی رمضان کا ذکر نہیں (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۱)
- ۳۔ عبدالعزیز بن محمد: ہم گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے..... اس میں حضرت عمر کا حکم نہیں اور نہ ہی حضرت ابی وحیم داری کا ذکر۔ (الحاوی للفتاویٰ ۱/۳۳۹)
- ۴۔ محمد بن اسحاق: ہم زمانہ فاروقی میں ماہ رمضان میں تیرہ رکعات پڑھتے..... اس میں بھی حکم کا ذکر نہیں (قیام اللیل، آثار السنن ۲۵۰)
- ۵۔ امام عبدالرزاق: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اکیس رکعات کا حکم دیا (التعمید ۸/۱۱۸، مصنف عبدالرزاق ۳/۲۶۵، فتح الباری ۳/۲۱۹)
- معلوم ہوا کہ محمد بن یوسف کی روایت میں اضطراب ہے، گیارہ، تیرہ اور اکیس رکعات کا ذکر ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ خود محمد بن یوسف کی ایک روایت میں تیس رکعات کا ذکر ہے ملاحظہ ہو! (مصنف عبدالرزاق ۳/۲۶۵، عمدۃ القاری ۱۱/۱۲۷)

التمہید لابن عبدالبر ۸/۱۱۸، آغا السنن ص ۲۳۹)

جبکہ حضرت سائب کے دوسرے دو شاگرد یزید بن خصیفہ اور حارث بن ابی ذباب کی روایت میں اضطراب نہیں، بلکہ وہ متفق اللفظ ہے۔ دیکھیے (السنن الکبریٰ ۲/۳۹۶، معرفۃ السنن والآثار ۱/۳۲، عمدۃ القاری، التمهید ۸/۱۱۳)

اور یزید بن خصیفہ کے اپنے دو شاگرد بھی اس متن پر متفق ہیں، لہذا اضطراب پر عمل نہیں ہوگا..... شفا.....

۱- ابو ذب عن یزید بن خصیفہ:..... میں رکعات (سنن کبریٰ ۲/۳۹۶)

۲- محمد بن جعفر عن یزید بن خصیفہ میں رکعات (معرفۃ السنن والآثار ۱/۳۲)

جمہور کے نزدیک ابن خصیفہ کی روایت کو ترجیح ہے یہی وجہ ہے کہ وہ مقبول و معمول بجا ہے۔

فیصلہ: اس روایت کو امام مالک نے موطا ص 98 پر نقل کیا لیکن:

۱- کسی صحیح سند سے ثابت نہیں کہ آپ نے گیارہ رکعت کو اپنا موقف بنایا ہو، تو گویا یہ روایت خود ان کے نزدیک بھی قابل عمل نہیں۔

۲- امام مالک نے اس (گیارہ رکعت) والی روایت کے فوراً بعد میں رکعت والی روایت کو پیش کر کے اس کی ترجیح ثابت کر دی (موطا امام مالک ص ۹۸)

۳- تیسری روایت یہ درج کی ہے کہ اس زمانہ میں قاری صاحب سورہ بقرہ آٹھ رکعتوں میں ختم کرتے تھے پس جب وہ اس کو بارہ رکعتوں میں ختم کرتے تو لوگ کہتے نماز میں آسانی ہوگئی۔ (موطا ص ۹۹)

معلوم ہوا تراویح آٹھ نہیں زیادہ ہوتی تھیں اور آٹھ کی روایت درست نہیں۔

۳۔ امام مالک کا مذہب آٹھ تیس رکعات نقل کیا گیا ہے (ترمذی ۱/۹۹، الحاوی للفتاویٰ ۱/۳۳۸، قیام اللیل ۱۵۹، بدلیۃ الجہد ۱/۲۰۲، المدونۃ الکبریٰ ص وغیرہ) آٹھ تیس کی تقسیم اس طرح ہے میں تراویح + سولہ اضافی نوافل + تین وتر + دو نفل = ۳۱ ملاحظہ ہو (الحاوی للفتاویٰ ۱/۳۳۸)

۵۔ موطا امام مالک کی گیارہ رکعت والی روایت کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ علامہ ابن عبدالبر نے کہا: اس روایت میں گیارہ کا لفظ صرف مالک کا وہم ہے، باقی راوی اکیس کا لفظ ذکر کرتے ہیں اور وہی صحیح ہے گیارہ کا قول وہم ہے (موطا ص ۹۸، حاشیہ نمبر ۳) دوسرے محدثین نے اس میں اکیس رکعتیں نقل کی ہیں اور یہی صحیح ہے علامہ نیوی لکھتے ہیں: اغلب یہ ہے کہ گیارہ کا قول وہم ہے (التعلیق الحسن علی آثار السنن نقلا عن الرزقانی فی شرح الموطا ۲۵۰)

○ محمد بن یوسف کی روایت میں تعارض کا ذکر حافظ ابن حجر نے فتح الباری ۳/۲۱۹ پر بھی کیا ہے۔

لہذا زبیر علی زئی کا لکھنا کہ: بعض متعصب لوگوں کا پندرہویں صدی میں اسے مضطرب کہنا باطل اور بے بنیاد ہے (تعاقب ۸۰) یہ بذات خود باطل، مردود، بے بنیاد اور اس کے تہم نیا تحقیق ہونے کی بین دلیل ہے۔

۳۔ عن یحییٰ بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بہم عشرين رکعة (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳، آثار السنن ۲۵۲)

یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک امام

کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت (تراویح) پڑھائے۔

○ محدث نبوی فرماتے ہیں اس کی سند مرسل قوی ہے (آثار السنن ۲۵۳)

۵- حافظ ابن حجر عسقلانی نے سند صحیح بیان کیا ہے کہ

امام مالک نے یزید بن حصیلہ سے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ مسلمان بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے (فتح الباری ۳/۲۱۹)

مزید لکھا ہے: "یہ وہاں معمول علی غیر الوتر۔ یہ وتر کے علاوہ کی رکعات ہیں" ○ اسی روایت کو قاضی شوکانی نے نبل الادوار ۳/۵۷، اور نواب صدیق حسن نے عون الباری ۲/۸۶۱ پر بھی نقل کیا ہے۔

واضح رہے کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۶- عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب

بعشرین رکعة و الوتر (معرفۃ السنن والآثار ۳/۴۲، کنز العمال ۸/۲۶۳)

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ ہم لوگ زمانہ فاروقی میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

○ امام نووی نے اس کی سند صحیح کہا ہے (شرح المہذب ۳/۳۲)

○ علامہ سبکی، امام سیوطی اور مطا علی قاری نے اس کی صحیح کی ہے (حاشیہ آثار

السنن ۲۵۲، الحاوی للفتاویٰ ۱/۳۵۰)

○ امام سبکی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے (الحاوی ۱/۳۵۰)

۷- عن محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان

عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعتو یوترون بثلاث

(قیام اللیل ص ۱۵۷)

محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے کہ لوگ زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں رمضان المبارک کا قیام میں رکعت (تراویح) اور تین وتر کرتے تھے۔

۸۔ عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس على ابي بن كعب فكان يصلي بهم عشرين ركعة (ابوداؤد نسخ مطبوعه عرب ۲۰۲/۱ رقم ۱۳۲۹، مطبوعه نو لکشور ۲۰۲/۱ وسعيد كعبي كراچي ۲۰۲/۱)

حضرت حسن سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے حکم سے) لوگوں کو حضرت ابی کے پیچھے جمع کیا وہ بیس رکعات (تراویح) پڑھاتے تھے، اس حدیث کو درج بالا نسخوں کے علاوہ سنن ابوداؤد کے حوالہ سے

فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۲/۱۴۰-۲۷۲ پر

○ علامہ ابن قدامہ نے المغنی ۲/۱۶۷ پر

○ امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۱/۳۰۰ پر

○ حافظ ابن کثیر نے جامع المسانید پر

○ اور محمد علی صابونی الاستاذ بکلیۃ الشرعیۃ ودراسات الاسلامیہ، جامعہ ام

القری، مکہ المکرمہ نے بھی اپنی

کتاب السعدی النبوی الصحیح فی صلوة التراويح (مترجم) ۵۶ پر نقل کیا ہے۔

لہذا مخالفین کا شور و غوغا ان کی بوکھلاہٹ کی دلیل ہے۔

○ ابن تیمیہ نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں تراویح پڑھاتے

تھے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۲/۱۴۰-۲۷۲)

○ عبدالمتان نور پوری نے لکھا ہے: حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن عبد البر کے

اقوال کا حاصل تو صرف اتنا ہے کہ تیس رکعات حضرت ابی بن کعب سے ثابت ہو صحیح ہے۔ (تعداد تراویح ص ۵۳)

۹۔ عن ابی ابن کعب ان عمر بن الخطاب امره ان یصلی باللیل فی رمضان فصلی بہم عشرين رکعةً (کنز العمال ۴۰۹/۸)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان کی راتوں میں نماز پڑھایا کریں۔ پس آپ انہیں میں رکعت (تراویح) پڑھایا کرتے تھے۔

۱۰۔ عن السائب بن یزید ان عمر بن الخطاب جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب وتمیم الداری علی احدى وعشرين رکعة (عبدالرزاق ۲۶۵/۳)

حضرت سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رمضان میں حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایکس رکعات پر جمع کیا تھا۔

اس روایت میں ایک رکعت زائد کا اضافہ کسی راوی کا وہم ہے۔ ورنہ حقیقت میں سابقہ روایات کے مطابق بیس ہی کا بیان ہے۔

۱۱۔ حضرت سائب بن یزید سے ان الفاظ سے بھی روایت منقول ہے۔

کانوا یقومون فی شہر رمضان بعشرين رکعة (ابن نصر ص ۹۱، بحوالہ حاشیہ مصنف عبدالرزاق ۲۶۱/۳)

کہ لوگ (صحابہ کرام) رمضان میں بیس رکعت ادا کرتے تھے۔

۱۳۱۔ آپ کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:

كنا ننصرف من القيام على عهد عمر وقلدنا لروع الفجر
وكان القيام على عهد عمر لثلاثة عشر من ركعة (مصنف عبدالرزاق
۳/۲۶۲، عمدة القاری ۱۱/۱۲۷)

ہم زمانہ فاروقی میں (بجے قیام کی وجہ سے) فجر کے قریب واپس لوٹتے، اس
وقت تیس رکعات (بیس تراویح + تین وتر) کو ادا کیا جاتا تھا۔

○ امام بخاری کا قول ہے: ماحدث عنه عبد الرزاق من كتابه فهذا اصم
(میزان الاعتدال ۲/۶۱۰)

یعنی امام عبدالرزاق جو حدیثیں اپنی کتاب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں وہ
اصح (زیادہ صحیح) ہیں۔

اور یہ روایت امام عبدالرزاق کی کتاب سے ہی لی گئی ہے۔ غیر مقلدین محض
اپنی قیاس آرائیوں کو سہارا دینے کیلئے ان روایات کا رد کرتے ہوئے مصنف
عبدالرزاق پر بے جا اعتراضات کی بوجھاڑ کر ڈالتے ہیں، جبکہ بخاری و مسلم کے اس
مسلم استاد کا زبردست ترجمہ میزان الاعتدال ۲/۶۱۰، تہذیب و اجتہاد ۶/۲۸۰ پر
موجود ہے، جس میں ان کے شیعہ ہونے اور تلقین قبول کرنے کا جواب موجود ہے۔
مزید تفصیل ”علمی محاسبہ“ میں دیکھیں!.....

غیر مقلدین پر لازم تھا کہ وہ ان کی روایات کو تسلیم کرتے ورنہ بخاری و مسلم
سے بھی ہاتھ اٹھالیں۔ کہ جب ان کے استاذ کی روایات مسخر نہیں تو شاگردوں کی
روایات کا کیا اعتبار؟.....

دعاہیوں کی خوش فہمی کا رد

عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے:

”موسط امام مالک میں گیارہ رکعت پڑھنے والی حدیث ہے، جس میں یہ لفظ ہیں۔ امر عمر کہ حضرت عمر نے گیارہ کا حکم دیا، اب خود ہی سمجھ لیں کہ ترجیح حکم کو ہے یا لوگوں کے پڑھنے کو (فتاویٰ اہلحدیث ۱/۶۶۰)“

○ زیر علی زئی نے لکھا ہے:

اور باقی جو کچھ بھی ہے وہ نہ تو خلیفہ کا حکم ہے اور نہ خلیفہ کا عمل، اور نہ خلیفہ کے سامنے لوگوں کا عمل، ضعیف و منقطع روایات کو وہی شخص پیش کرتا ہے جو خود ضعیف اور منقطع ہوتا ہے۔ (تعاقب ۸۲)

یہ دعاہیوں کا سراسر جھوٹ اور دجل و فریب ہے۔۔۔۔۔ ورنہ۔۔۔۔۔

○ دعاہیوں کی پیش کردہ روایات میں بھی خلیفہ کے حکم و عمل کے علاوہ صرف

لوگوں کے اپنے عمل کا ذکر ہے۔ لہذا دعاہی انہیں پیش کرنے سے توبہ کر لیں!

○ اگر ان میں دیکھنے کی طاقت ہے تو ہماری روایات میں امر اور جمع کے الفاظ

بھی موجود ہیں تو کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس بات کا حکم فرمایا اور جس پر جمع کیا

تھا آپ خود ان کے برخلاف عمل کرتے تھے کیا دعاہی حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول

و فعل میں تضاد ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ العیاذ باللہ

○ درد فارتی میں صحابہ و تابعین کی کثرت تھی۔ ان تمام کا عمل میں تراویح تھا۔ تو

کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس سے روکا؟ حال تو ابرہہ کا حکم ان کتعم صادقین
 ○ وہابیوں کی روایات ضعیف و مضرب ہیں۔ ایسی روایات وہی پیش
 کرتا ہے جو خود ضعیف، مضرب اور باطل و مردود ہوتا ہے۔
 ۱۳۔ امام علی بن الجعد نے لکھا ہے:

حدثنا علي أنا ابن ابي ذئب عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن
 يزيد قال: كانوا ايقومون علي عهد عمر في شهر رمضان بعشرين ركعة
 (مسند ابن الجعد ۳۱۳ برقم ۲۵، ۲۸)

یعنی حضرت سائب بن یزید (صحابی رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ وہ (صحابہ و
 تابعین) زمانہ فاروقی میں بیس رکعت (نماز تراویح) ادا کرتے تھے۔
 نوٹ: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

عمل علوی:

۱۔ عن ابي عبد الرحمن السلمی عن علی قال دعا القرآء فی
 رمضان فامر منهم رجلاً یصلی بالناس عشرين ركعة وکان علی یوتر
 بهم (سنن کبریٰ ۲/۳۹۶ تعلقین الحسن علی آثار السنن ص ۲۵۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قاریوں کو بلایا اور ایک کو
 فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت (تراویح) پڑھایا کرے اور حضرت علی خود انہیں وتر
 پڑھاتے تھے۔

○ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ ۴/۲۲۳ میں اس کی تائید کی اور حافظ ذہبی نے مختصر

میں اس روایت سے استدلال کو قائم رکھا۔ گویا دونوں کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے
(المعنی ص ۵۳۲، بیروت)

۲۔ عن ابی الحسناء ان علیاً امر رجلاً یصلی بہم فی رمضان
عشرین رکعة (حاشیہ آثار السنن ص ۲۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۳/۲، عمدة القاری
۱۱/۱۲۷، کنز العمال ۳/۲۸۳، المعنی ۲/۱۶۷، السنن الکبریٰ ۲/۳۹۶)

ابو الحسناء بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی
کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت (تراویح) پڑھائے۔

۳۔ عن ابی الحسناء ان علی بن ابی طالب امر رجلاً ان یصلی
بالناس خمس ترویحات عشرین رکعة (سنن کبریٰ ۲/۴۱۷، مصنف ابن
ابی شیبہ ۳۹۳/۲)

ابو الحسناء سے مروی ہے، کہ بے شک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک
آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویح (یعنی بیس تراویح) پڑھایا کرے۔

۴۔ حدثنی زید بن علی عن ابیہ عن جدہ عن علی رضی اللہ عنہم
انہ امر الذی یصلی بالناس صلوة القیام فی شہر رمضان ان یصلی بہم
عشرین رکعة یسلم فی کل رکعتین ویروح ما بین کل اربع رکعات
فیرجع ذوالحاجة یتوضأ الرجل وان یوتر بہم من آخر اللیل حین
الاتصاف (مسند الامام زید ص ۱۳۹)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ امام رمضان کے مہینہ میں رات کے
وقت لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے اور ہر چار رکعتوں

کے درمیان ترویج (تھوڑی دیر آرام) کرے تاکہ حاجت مند حاجت پوری کر کے اور وضو کرنے والا وضوہ کر کے واپس آسکے اور وتر کی نماز بعد میں پڑھائے جب وہ (فارغ ہو کر) جانے لگیں۔

دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے دور میں بیس تراویح کو مروج کرنا اور اس وقت موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق ہو گیا تھا۔ تاہم بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے انفراداً بھی بیس تراویح منقول ہیں۔

۱۔ عبدالعزیز بن رفیع بیان کرتے ہیں:

كان ابي بن كعب يصلى بالناس في رمضان بالمدينة عشرين ركعة ويوتر بثلاث (مصنف ابن ابي شيبة/ ۲، ۳۹۳، آثار السنن ۲۵۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

۲۔ محمد بن کعب قرظی کا بیان ہے کہ

كان الناس يصلون في زمان عمر بن الخطاب في رمضان عشرين ركعة (قيام الليل ص ۹۱)

لوگ زمانہ فاروقی میں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیس تراویح پڑھاتے تھے۔

(قيام الليل ص ۹۱، عمدة القاری ۱۱/ ۱۳۷)

۴- حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ میں رکعات پڑھتے۔

(معرفۃ السنن والآثار ۴/۴۲۳، کنز العمال ۸/۲۶۳، شرح المہذب ۳/۳۲)

تابعین و دیگر صالحین کی تراویح: چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں!

۱- حضرت شیبہ بن شکل رمضان المبارک میں تراویح کی جماعت کراتے اور میں

تراویح اور تین وتر پڑھاتے، (السنن الکبریٰ ۲/۴۹۶، مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

۲- حضرت ابوالہثمی پانچ ترویجے یعنی بیس تراویح پڑھاتے

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

۳- حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں (صحابہ و تابعین)

کو بیس تراویح اور تین وتر پڑھتے پایا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳، فتح الباری

۳/۲۰۴) یہ روایت قاضی شعرکانی نے نسل الاوطار ۳/۵۷ پر بھی لکھی ہے۔

۴- حضرت سعید بن غفلہ پانچ ترویجے یعنی بیس رکعت تراویح نماز ادا کرتے

(سنن کبریٰ ۲/۴۹۶)

۵- حضرت نافع کہتے ہیں کہ میں نے (مدینہ منورہ میں) لوگوں کو چھتیس

رکعات (۲۰ تراویح ۱۶ اضافی نوافل طواف کعبہ کے بدلے میں) اور تین وتر پڑھتے دیکھا

ہے (قیام اللیل ص ۹۲، یہ روایت تخریج الاحوذی ۲/۷۳ پر بھی ہے فتح الباری ۳/۲۰۵)

۶- علی بن ربیعہ بھی لوگوں کو پانچ ترویجے یعنی بیس تراویح پڑھاتے (مصنف

ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

۷- حارث ہمدانی بھی رمضان کی راتوں میں امامت کراتے اور بیس رکعات

پڑھاتے (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

۸۔ سعید بن ابوالحسن، عبدالرحمان بن ابوبکرہ اور عمران العبدیجے صالحین بھی

بیس تراویح پڑھتے، (عمدة القاری ۱۱/۱۲۷، قیام اللیل ص ۹۲)

۹۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ابان بن عثمان کے زمانے میں بھی لوگ چھتیس

رکعات (۲۰ تراویح + سولہ اضافی نوافل) پڑھتے، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

۱۰۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بھی لوگوں کو اسی بات کا حکم دیا تھا (قیام اللیل

ص ۹۲، فتح الباری ۳/۲۰۴)

۱۱۔ حضرت سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک بیس رکعت کے قائل تھے

(ترذی ۱/۹۹)

۱۲۔ حضرت ابراہیم نخعی بھی بیس کے قائل تھے (کتاب الآثار ص ۴۱)

۱۳۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بیس رکعات اور امام مالک (سولہ اضافی

نوافل شامل کر کے) چھتیس رکعات کے قائل ہیں ملاحظہ ہو! (رحمة الامة فی اختلاف

الائمة ص ۶۳، میزان الکبریٰ ۱/۱۶۹، بدلیۃ الجحد ۱/۱۹۲-۳۱۰، فتاویٰ قاضی خان

۱/۱۱۳، ترذی ۱/۱۹۹، مختصر المعرفی ۳۱، المغنی ۲/۱۶۷)

اکابرین وہابیہ کے فیصلے اختصار کے ساتھ وحابی اکابرین کے چند

حوالہ جات بھی ملاحظہ ہوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس تراویح پڑھی ہیں۔

۱۔ ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے: بیس رکعتیں در صورت ثبوت کے مستحب ہیں

کیونکہ صحابہ نے پڑھی ہیں۔ (المجدیٹ کا مذہب ص ۹۸)

۲۔ عبدالمنان نور پوری نے مانا ہے: کہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن عبد البر کے

نزدیک حضرت ابی کاہن تراویح پڑھانا ثابت اور صحیح ہے (تعداد تراویح ص ۵۳)

۳۔ وحید الزماں حیدرآبادی نے کہا ہے: میں رکعتیں سنت ہیں خلفاء راشدین

کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمسکوا بسنتی و سنتی الخلفاء

الراشدین (یعنی میرا اور خلفاء راشدین کا طریقہ لازم پکڑو) لہذا سنت خلفاء

راشدین کی مستحب ہے۔ (حاشیہ مؤطا امام مالک مترجم ص ۱۰۱)

۵۔ زبیر علی زئی نے مانا ہے کہ تابعین میں رکعات پڑھتے تھے (تعاقب ص ۳۳)

لیکن اس کا صرف اپنے مذہب کو بچانے کی خاطر سنت مؤکدہ کی شرط لگانا ادانی ہے کیا وہ

ثابت کر سکتا ہے کہ یہ بزرگ اسے غیر مؤکدہ سنت سمجھتے تھے۔

۶۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے: حضرت عمر کا صحابہ کرام کو حضرت ابی بن کعب کی

اقتداء میں بیس رکعت تراویح پر جمع کرنا ثابت ہے (فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۳/۱۱۲)

۷۔ مزید لکھا ہے کہ حضرت علی نے قاریوں کو بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا

(منہاج السنہ ص ۲۳۳)

۸۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے لکھا ہے: تراویح میں رکعت ہیں حضرت عمر

نے اپنے امام کو اسی کا حکم دیا۔ (فتاویٰ ص ۹۵)

۹۔ نواب صدیق نے لکھا ہے: دور فاروقی میں صحابہ بیس رکعت پڑھتے، گویا اسی

پر اجماع ہے (عمون الباری ۳/۳۰۷)

۱۰۔ مزید لکھا ہے: حضرت عمر نے بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا (مسک الختام ۲/۳۳۹)

۱۱۔ عبدالرحمان مبارکپوری نے معتد صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ محدثین سے

میں رکعت تراویح نفل کی ہیں (تختہ الاحوذی ۴/۷۳-۷۴)

۱۲۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ۸ نومبر ۲۰۰۲ء میں ہے کہ یہ ٹھیک ہے کہ زیادہ آثار (صحابہ کرام کے اقوال و اعمال) میں رکعت کے متعلق ہی ہیں۔

۱۳۔ مزید لکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، دوسرے صحابہ کرام اور ائمہ فقہاء محدثین سے بھی ہیں رکعت تراویح ہی منقول ہے۔ (ایضاً)

۱۴۔ نواب وحید الزماں نے بھی لکھا ہے: حضرت عمر صاحب سے بسند صحیح میں رکعتیں پڑھنا منقول ہے (تیسیر الباری ۲/۳۳۳)

۱۵۔ اسماعیل سلمیٰ نے لکھا ہے: بعض صحابہ کرام میں رکعت تراویح پڑھتے تھے، (فتاویٰ سلفیہ ص ۱۰۸)

۱۶۔ ابن تیمیہ نے کہا ہے: حضرت ابی کاثر میں تراویح پڑھانا ثابت ہے اکثر علماء اسی کو سنت کہتے ہیں۔ مہاجرین و انصار کے درمیان یہی طے پایا کسی منکر کو بھی اسکا انکار نہیں ہو سکتا۔ (فتاویٰ ۱۱۴ جلد ۲۳، جدید)

قارئین اندازہ لگائیں کہ میں تراویح کا انکار کر کے منکر کون بنتا ہے؟

۱۷۔ نورالحسن بھوپالوی نے لکھا ہے: میں رکعت تراویح کو بدعت کہنا اچھا نہیں ہے (عرف الجادی ص ۸۴)

۱۸۔ نواب صدیق نے کہا ہے: کہ تراویح کی زیادہ رکعات پڑھنے والا بھی سنت پر عمل کرتا ہے (ہدایہ السائل ص ۱۳۸)

۱۹۔ مزید لکھا ہے: میں رکعت تراویح کو بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں (بدور الاحمد ص ۸۴)

۲۰۔ مزید کہا ہے: میں رکعت حضرت عمر نے پڑھائی، اسکا حال سنت پر عمل کرتا ہے (بدلیۃ السائل ۱۳۸)

۲۱۔ داؤد ظاہری میں تراویح پر عمل کرتے تھے (بدلیۃ الجمہد ۱/۱۹۱)

۲۲۔ ایوب صابر نے لکھا ہے: یہ تو صحیح ہے کہ میں رکعت میں آٹھ شامل ہیں (تحقیق تراویح ص ۱۰۰)

۲۳۔ ناصر الدین البانی اور صادق ظلیل فیصل آبادی نے بھی صحابہ کی میں تراویح کو تسلیم کیا ہے۔ (نماز تراویح ص ۱۳-۱۰ مترجم)

۲۴۔ ثناء اللہ امرتسری نے کہا ہے کہ میں تراویح کو خلاف سنت کہتا چھا نہیں کیونکہ مکہ معظمہ میں بھی بیس رکعت پڑھی جاتی ہیں (الجمہد ص ۲۵، دسمبر ۱۹۳۶ء)

۲۵۔ زبیر علی زئی نے بھی اہل حرمین (مکہ و مدینہ کے لوگوں) کے میں تراویح پڑھنے کی تائید کی ہے ملاحظہ ہو! (تغاب ص ۳۵)

نوٹ: زبیر نے اسے بطور سیاست قرار دے کر ان کا مذاق بھی اڑایا ہے۔

۲۶۔ عبد اللہ روپڑی نے لکھا ہے: (میں تراویح پر) تا بعین بلکہ صحابہ کے اور بھی کئی آثار (روایات) ہیں۔ (فتاویٰ الجمہد ص ۱/۶۶۳)

۲۷۔ قاضی شوکانی نے لکھا ہے: حضرت عطا بن ابی رباح کہتے ہیں میں نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو بیس رکعات پڑھتے پایا۔ (نیل الاوطار ۳/۵۳)

بیس پر اجماع امت:

بیس تراویح پر اجماع ہونے کے متعلق چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

- ۱۔ علامہ کاسانی نے لکھا ہے: ہکون اجماعاً منہم علی ذلك
(بدائع الصنائع ص ۱/۲۸۸) اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا ہے۔
- ۲۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں: اجمع الصحابة علی ان التراويح عشرون
رکعة (مرقاۃ ۱۹۲/۳) صحابہ کا میں تراویح پر اجماع ہے
- ۳۔ شرح الہدایہ ۲/۲۳۱ پر بھی یہی لکھا ہے۔
- ۴۔ امام بخاری نے فرمایا: وهو الصحيح عن ابی بن کعب من غیر
اختلاف من الصحابة (عمدة القاری ۱۱/۱۲۷)
- ۵۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے میں ہی صحیح ہیں اور اس میں صحابہ کا اختلاف نہیں (بلکہ اجماع) ہے۔
۵۔ امام نووی نے لکھا ہے: صلوة التراويح سنة بانفاق العلماء وهي
عشرون رکعة (الادکار ص ۸۳)
- ۶۔ علماء کا اتفاق ہے کہ تراویح میں رکعت مسنون ہیں۔
- ۷۔ ابن قدامہ نے لکھا ہے: میں تراویح پر عمل اجماع کی مثل ہے (المغنی ۱/۳۵)
- ۸۔ شارح بخاری امام قسطلانی نے بھی یہی مضمون لکھا ہے:۔ (ارشاد الساری ۳/۵۱۵)
- ۹۔ شارح احیاء العلوم علامہ زبیدی نے بھی لکھا ہے (اتحاف السادة المتقين ۳/۷۰۰)
- ۱۰۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر علماء میں تراویح کو ہی اپناتے ہیں (ترمذی ۱/۹۹)
- ۱۱۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان میں تراویح ہی
طے پائی، اکثر علماء نے اسی کو سنت کہا ہے۔ (فتاویٰ ۲۳/۱۱۲)
- نوٹ: نواب صدیق نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ تعداد (میں رکعت) جو حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھی اجماع کے مثل ہے (عون الباری ۳/۳۰۷)

اکابرین و صحابہ کا آٹھ رکعت تراویح سے انکار

وہابی حضرات حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے تراویح کو آٹھ قرا دیتے نہیں سمجھتے، جبکہ ان کے اکابر نے اس کی قلمی کھول دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ تراویح کھنول نہیں ہیں چند حوالہ جات درج ذیل ہیں:

۱- نواب صدیق حسن نے لکھا ہے: نماز تراویح سنت ہے کیونکہ آپ نے پڑھا ہے لیکن صحیح مرفوع روایات میں تعداد ثابت نہیں (الانتقاد المرجع ۶۱)

۲- قاضی شوکانی نے کہا: تراویح کی معین تعداد اور خاص مقدار قرآن کا تقریباً سنت سے ثابت نہیں (نیل الارطار ۳/۳۶)

۳- نواب وحید الزماں نے کہا: تراویح کی تعداد رکعات مقرر نہیں ہے۔
(کنز الحقائق ص ۳۰)

۴- حرید لکھا ہے: رمضان کی راتوں میں نماز تراویح کیلئے کوئی تعداد مقرر نہیں (نزل الامرار ۱/۱۲۶)

۵- نواب نور الحسن نے لکھا: رسول اللہ ﷺ سے تراویح کی تعداد کے متعلق کوئی ثبوت نہیں (عرف الجادی ص ۸۴)

۶- ابن تیمیہ نے کہا: یہ گمان کرنا کہ نبی کریم ﷺ سے تراویح کی کوئی تعداد مقرر ہے، غلط ہے (فتاویٰ ابن تیمیہ ۲/۳۰۱، حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۱۵، نمبر ۵)

۷- عبدالستار دہلوی نے لکھا ہے: آٹھ رکعت سے زائد تراویح درست ہے اور باعث اجر ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ۳/۱۹)

وہابی حضرات بتائیں کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں آٹھ

تراویح کا ذکر ہے تو ان لوگوں نے اسکا انکار کیوں کیا؟ کیا یہ غیر حدیث ہیں؟ یا واقعی حدیث مانکر رضی اللہ عنہا کا تعلق نماز چہرہ کے ساتھ ہے۔ ہم سے ناراض ہونے کی بجائے اپنے گریبان میں جھانکیں۔

چند اقوال چند کاروبار و متاخر و مخالف علماء کے اقوال ملاحظہ ہوں!

- ۱۔ امام ترمذی: اکثر علماء میں رکعت تراویح کے قائل ہیں (مختلصاً، ترمذی ۱/۹۹)
- ۲۔ امام نووی: ہمارا مذہب دس مسلمانوں کے ساتھ میں تراویح پڑھنے کا ہے (شرح المکذوب ۲/۳۲)
- ۳۔ امام قسطلانی: تراویح کا میں ہونا پسندیدہ ہے (ماخوذ)۔ (مواعظ لدینہ ۲/۲۶۲)
- ۴۔ امام غزالی: تراویح میں رکعت سنت ہیں۔ (احیاء العلوم ۱/۱۸۰)۔
- ۵۔ ابن قدامہ: جس تراویح سنت مؤکدہ ہیں (المغنی ۲/۱۶۶)
- ۶۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: تراویح کی تعداد میں رکعات ہے (بجہ اللہ بالافس ۱۸ حصہ ۲)
- ۷۔ صاحب مقفع: تراویح باجماعت میں رکعت ہیں، (مقفع ص ۱/۱۸۳)
- ۸۔ ابن ادریس حنبلی: رمضان میں میں رکعات ہیں (کشف القناع ص ۲۷۶)
- ۹۔ غنیۃ الطالبین ص ۱۶ حصہ ۲ پر ہے کہ پانچ ترویحوں کے ساتھ تراویح میں رکعت ہیں۔
- ۱۰۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی: صحابہ و تابعین سے بیس رکعات تراویح ہی مشہور ہوئیں (ماثبت بالنسب ص ۳۶۴)
- ۱۱۔ عبدالحق لکھنوی: تراویح میں رکعت ہیں۔ (تحفۃ الاخیار ص ۲۰۹، عمدۃ

الرعايہ میں ۱۷۵، فتاویٰ حصہ اول (۲۰۶)

۱۲۔ نواب صدیق نے لکھا ہے کہ: جمع از اہل علم ایں نماز بست رکعت قرار دادہ اند۔ (بدورالاحلہ ص ۸۳)

یعنی اہل علم کی ایک جماعت (کثیر تعداد) نے نماز تراویح کی میں رکعات قرار دی ہیں۔

○ امام شافعی فرماتے ہیں: احب الی عشرون (مختصر المرنی ص ۶۱ کتاب الام ص) یعنی مجھے بیس تراویح زیادہ پسندیدہ ہیں۔

کتاب الام میں خود امام شافعی نے بیس کو پسند کیا۔ لہذا وہا بیس کا آپ کے نام سے دھوکہ دینا غلط ٹھہرا۔

○ ابن تیمیہ نے کہا ہے:

قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرين ركعة والوتر بثلاث فرأى اكثر من العلماء ان ذلك هو السنة لانه قام بين المهاجرين والانصار ولم ينكره منكر (فتاویٰ ابن تیمیہ جدید ۱۱۲/۲۳)

یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب لوگوں کو بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے تو اکثر علماء اسی (بیس تراویح) کو سنت سمجھتے ہیں کیونکہ یہی مہاجرین اور انصار کے درمیان طے پایا اور کسی منکر کو بھی اسکا انکار نہیں۔

○ امام ترمذی فرماتے ہیں: واختلف اهل العلم في قيام رمضان فرأى بعضهم ان يصلی احدى واربعين ركعة مع الوتر وهو قول اهل المدينة والعمل على هذا عندهم بالمدينة واكثر اهل العلم على

ماروی عن علی و عمر و غیر ہما من اصحاب النبی ﷺ عشرين
 ركعة وهو قول سفیان الثوری وابن المبارک و الشافعی وقال الشافعی
 وهكذا ادركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة وقال احمد روى
 فى هذا الروان لم يقض فيه شئ وقال اسحق بل نختار احدى واربعين
 ركعة على ماروى عن ابى بن كعب۔ (ترمذی/۹۹)

علماء کا نماز تراویح میں اختلاف ہے بعض وتر سمیت اکتالیس رکعات کے
 قائل ہیں، اور یہ اہل مدینہ کا قول ہے ان کے نزدیک مدینہ منورہ میں اسی پر عمل ہے
 اور اکثر اہل علم حضرت علی، حضرت عمر اور دیگر صحابہ سے مروی روایات کی بناء پر بیس
 تراویح کے قائل ہیں، یہی سفیان ثوری، ابن مبارک اور شافعی کا قول ہے۔ امام شافعی
 نے کہا کہ میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس تراویح ہی پڑھتے پایا ہے اور امام احمد
 نے کہا کہ اس میں مختلف چیزیں مروی ہیں۔ لہذا انہوں نے اس میں کوئی فیصلہ نہیں
 کیا اور امام اسحاق نے کہا ہے بلکہ ہم اکتالیس روایات کو پسند کرتے ہیں اس روایت
 کے مطابق جو حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے۔

کتب شیعہ سے تراویح کا ثبوت

شیعہ حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دشمنی میں تراویح کا انکار کر دیتے لیکن ہم
 ان کی کتب سے اس کا ثبوت پیش کر رہے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت
 میں گھر سے نکلے مسجد میں لوگوں کو جمع ہو کر تراویح پڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: اے اللہ!

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبر الوور کو منور فرمایا جس نے ہماری مسجدوں کو منور کر دیا (مخلصا)۔ (شرح بیج البلاغہ لابن حدید ۳/۹۸)

۵۔ حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے صومالیہ کے مہینہ میں اپنی نماز کو بڑھا دیتے تھے، عشاء کی نماز کے بعد نماز (تراویح) کیلئے کھڑے ہوتے لوگ پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔ اسی طرح کچھ وقفہ (ترویج) کہا جاتا پھر اسی طرح آپ لوگوں کو نماز (تراویح) پڑھاتے (مخلصا)

(فروع کافی ۱/۳۹۶ طبع نولکشور۔ ۱۵۴/۳ طبع ایران، الاستبصار لابن جعفر الطوسی ۱/۲۳۲، ۲۳۱، باب النریادات فی صومر رمضان۔ طبع لکھنؤ، تہذیب الاحکام لٹوسی ۱۳۱، ۱۳۰، باب النریادات فی صومر رمضان، طبع ایران)

۵ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں اپنی نماز میں اضافہ کرتے، روزانہ معمول کے علاوہ میں رکعت نوافل (تراویح) ادا فرماتے تھے۔ (الاستبصار ۱/۲۳۱، طبع نولکشور، ۱/۲۶۲ طبع ایران، فروع کافی ۱۵۴/۳، طبع ایران، ۱/۳۹۶ طبع نولکشور)

آٹھ تراویح کے دلائل کا تجزیہ

جمہور علماء حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اس بات پر متفق ہیں کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی میں رکعت تراویح سے کم کا قائل و عامل نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو! المغنی لابن قدامہ حنبلی ص ۳۵۶ جلد ۱، شرح المہذب ص ۳۲ جلد ۲، للنووی شافعی، المسوط ص ۱۳۴ جلد ۲، للسرخی حنفی، بدایۃ المجتہد ص

دعا ہیوں کا اعتراف: اس حقیقت کا اعتراف دعائی حضرات کو بھی ہے چنانچہ ان کے مجدد اصرع عبد اللہ روپڑی نے دونوں لکھا ہے: "پس تمہور کا عمل

پس ہے" (فتاویٰ اہل حدیث ص ۶۶۳ جلد ۱)

مزید لکھا ہے:

(پس تراویح پر) تابعین بلکہ صحابہ کے اور بھی کئی آثار ہیں۔ (ص ۶۶۳ جلد ۱)

۲۔ مولوی غلام رسول قلعوی نے لکھا ہے:

"بیست و سہ رکعت مذہب جمہور است" (رسالہ تراویح)

تیس رکعت (۲۰ تراویح اور تین وتر) تمہور کا مذہب ہے۔

۳۔ عطاء اللہ حنیف غیر مقلد نے تسلیم کیا ہے کہ عام کتابوں میں شہرت ہے کہ

امام مالک، امام شافعی، امام احمد حنبلوں اور ان کے تبعین میں رکعت (مسنون)

کے قائل ہیں (ماہنامہ محدث لاہور ص ۲۳، نومبر ۲۰۰۲ء)

○ اور زیادہ تر آثار (معمولات صحابہ) میں تراویح کے متعلق ہی ہیں۔ جس کا

دعا ہیہ کو بھی اعتراف ہے۔ مثلاً دعائی مسلک کے مستند ترجمان ہفت روزہ الاعتصام

لاہور ۸ نومبر ۲۰۰۲ء میں ہے:

○ دعائیوں ماہنامہ محدث میں ہے: سعودی عرب کے ائمہ حرمین شریفین کے

متعلق یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ خانہ کعبہ میں دو امام تراویح پڑھتے ہیں ایک دس

پڑھا کر چلا جاتا ہے پھر دوسرا آتا ہے اور وہ بھی دس رکعات تراویح پڑھتا ہے۔

(محدث لاہور ۳۳ ستمبر ۲۰۰۰ء)

”یہ ٹھیک ہے کہ زیادہ آثار میں رکعت کے متعلق ہی ہیں۔“

مزید حضرت عمر رضی اللہ عنہ، دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ فقہاء و محدثین سے بھی میں رکعت تراویح ہی مقبول ہیں۔

لیکن اس کے جواب میں وحابی حضرات محض اپنے انگریزوں سے الٹا شدہ مسلک کو زمین دوز ہونے سے بچانے کی غرض سے متروک، غیر مشہور اور غیر مستند اقوال، غیر متعلق احادیث اور غیر مستحکم آثار سے آٹھ رکعت تراویح کا اثبات کرتے ہیں، جو کہ سراسر نامناسب اور بے بنیاد ہے۔

آٹھ تراویح کی تاریخ:

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء یہ بتایا جائے کہ (چشم بد دور)، آٹھ تراویح کی تاریخ ”ولادت“ کیا ہے اور اس کی جنم بھومی کونسی ہے؟ اس حقیقت کو وحابیہ کے مستحکم بزرگ مولوی غلام رسول قلعوی کے قلم سے ہی بے نقاب ہونا دیکھیں۔ ان کا فتویٰ ملاحظہ ہو! اس فتویٰ کا شان نزول یہ ہے کہ انگریزی حکومت سے وحابی مذہب کو ”الحدیث“ کے نام سے الٹا کرانے والے محمد حسین بنالوی وحابی نے جب پہلی بار آٹھ رکعت تراویح کا فتویٰ دیا تو وحابیوں کے شیخ الملک نذیر حسین دہلوی کے شاگرد رشید غلام رسول آف قلعہ مہیاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ نے اس کا تعاقب کیا اور رسالہ تراویح کے نام سے ایک کتابچہ تحریر کیا۔ جو ۱۲۹۰ھ میں لکھا گیا اور ۱۳۹۱ھ ہجری میں مطبع محمدی لاہور نے اسے شائع کیا۔

محمد حسین بنالوی نے میں رکعت تراویح کو بدعت اور خلاف سنت قرار دیا اس

کے جواب میں مولوی غلام رسول نے اسے غالی قرار دیتے ہوئے لکھا کہ: صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) تابعین، ائمہ اربعہ اور حضرت فاروق اعظم سے لے کر آج تک مشرق و مغرب میں مسلمانوں کے سوا دا عظم (کثیر تعداد) کا یہ عمل ہے کہ تیس رکعتیں (دو سو سمیت) ہی پڑھتے رہے ہیں بخلاف اس عالی مقامی (بنالوی) کے کہ وہ اس کو بدعت اور مخالف سنت کہتا ہے اور افراط کے راستے پر دوڑتا ہے۔ (رسالہ تراویح)

دیدہ صبرت سے پڑھیں!..... کہ بیس تراویح کو بدعت اور خلاف سنت قرار دینے والے، راہ راست سے ہٹنے والے اور شرعی حد کو توڑنے والے (غالی) ہیں یہ بھی واضح ہوا کہ بیس تراویح صحابہ، تابعین، فقہاء، محدثین اور جملہ اہل اسلام کا عمل ہے جبکہ آٹھ تراویح کا فتویٰ ۱۲۹۰ ہجری میں معرض وجود میں آیا اور اب ۱۴۲۸ ہجری ہے۔ اس اعتبار سے آٹھ تراویح کی کل عمر صرف ۱۳۸ برس ہے۔

اب غیر مقلدین بتائیں کہ انہیں ۱۲۹۰ھ سے پہلے کا دین چاہیے یا اس سے بعد کا بنالوی صاحب کا بنایا ہوا اسلام پسند ہے؟

پسند اپنی اپنی مقام اپنا اپنا

غیر مقلدین کا متضاد دعوئی:

دیگر مسائل کی طرح مسئلہ تراویح میں بھی وہابیہ نے متضاد و متعارض دعوے کیلئے ہیں۔ جس کی نشاندہی درج ذیل ہے:

پہلا دعوئی: وہابیوں کا پہلا دعوئی یہ ہے کہ تراویح کی رکعات کی تعداد متعین ہی نہیں..... چنانچہ:

۱۔ قاضی شوکانی نے لکھا ہے:

قصر الصلوة المسماة بالتراویح علی عدد معین وتخصیصها
بقراءة مخصوصة لم ترد به سنة (نیل الاوطار ص ۵۸ ج ۳)

یعنی نماز تراویح کو معین تعداد اور مخصوص قراءت سے خاص کرنے پر کوئی حدیث نہیں۔

۲۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے لکھا ہے:

ولم یات العدد فی الروایات الصحیحة المعروفة (الاتقادر ج ۱ ص ۶۱)
تراویح کی تعداد رکعات صحیح مرفوع روایات میں نہیں ہے۔

۳۔ نواب وحید الزماں حیدرآبادی نے لکھا ہے:.....

ولا یتعین لصلوة لیلالی رمضان یعنی التراویح عدد معین

(نزل الامرار ص ۱۳۶ ج ۱)

یعنی رمضان کی راتوں میں پڑھی جانے والی نماز تراویح کی کوئی تعداد معین نہیں۔

۴۔ نواب نور الحسن بن صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے:.....

وبالجمله عدد معین دار مرفوع نیا مدہ (عرف الجادی ص ۸۴)

کسی بھی مرفوع حدیث میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) تراویح کی کوئی تعداد
مقرر نہیں ہے۔

دوسرا دعویٰ: ان کا دوسرا دعویٰ ہے کہ تراویح میں رکعت سنت ہیں۔ چنانچہ

۱۔ مولوی غلام رسول قلعوی نے لکھا ہے:

لهذا روایت چند از ثقات نقل کرده میشود کہ سنت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادا مشود و سنت خلفاء راشدین نیز
مع زیادت اجز (رسالة تراویح)

یعنی چنانچہ (بیس تراویح) پر ثقہ حضرات سے چند روایات نقل کی جاتی ہیں کہ
اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ادا ہو جاتی ہے اور خلفاء راشدین کی
سنت بھی، اور اس میں اجز بھی زیادہ ہے۔

اس کے بعد انہوں نے بیس تراویح پر روایات لکھی ہیں اور انہیں خلاف سنت
کہنے والے کو عالی اور شتر مرغ کی چال چلنے والا قرار دیا۔

مزید لکھا ہے:..... کہ حضرات صحابہ کرام، تابعین، ائمہ اربعہ اور مسلمانوں کی
بڑی جماعت کا عمل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور سے لے کر اس وقت تک
مشرق و مغرب میں (تین و تیسیت) تیس رکعتیں پڑھتا ہے۔

۲..... ابوالبرکات احمد نے مانا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس تراویح پڑھی
ہیں..... (فتاویٰ برکاتیہ ۸۴)

نوٹ: اس سے متعلقہ کچھ حوالہ جات گذر چکے ہیں۔

۳..... مولوی غلام رسول نے مزید لکھا ہے: اتے وچہ ماہ رمضان دے ۲۰ نال دساں
سلا ماں دے پیچھے عشار دے سا گے ورت دے:۔ (پکی روٹی ۲۶)

○ مزید لکھا ہے کہ:

آٹھ تراویح پڑھنے والے سنت کو بدلتے ہیں۔ (رسالہ)

۳۔ نواب مدتی حسن نے لکھا ہے:۔

پس آئی زیادت عامل بسنت ہم باشد (ہدایۃ السائل ص ۱۳۸)

زیادہ (بیس) تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عمل کرتا ہے۔

○ نواب صدیق نے مزید لکھا ہے کہ..... اور جو کام اصل اس کی شکل اس کے شریعت سے ثابت ہے گو وہ کام بعینہ آں حضرت ﷺ کے زمانے میں نہ ہوا ہو وہ بدعت نہیں حکما سنت میں داخل ہے، جیسے ۲۰ رکعت تراویح کی جماعت ”(غیۃ العسی فی ترجمۃ اربعین من احادیث النبی ﷺ)

تیسرا دعویٰ: تیسرا دعویٰ یہ ہے کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں۔

۱- عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے:

تراویح اصل میں آٹھ ہی ہیں۔ (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۶۶۳)

چونکہ یہ دوہائیوں کا عام دعویٰ ہے، جس پر مزید دلائل دینے کی ضرورت نہیں تاہم تحقیقی دستاویز کی درستی کے پیش نظر ان کے معتبر فتاویٰ کا حوالہ پیش کر دیا گیا ہے۔

چوتھا دعویٰ: تراویح گیارہ رکعت ہیں۔

۱- زبیر علی زئی نے لکھا ہے:

گیارہ رکعات سنت رسول ﷺ، سنت خلفائے راشدین اور سنت صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔ (امین اوکاڑوی کا تعاقب ص 83)

۲- ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے:

الجمہریت کا مذہب ہے کہ رمضان کے مہینے میں آٹھ رکعت مع وتر گیارہ رکعت تراویح سنت ہیں۔ (الجمہریت کا مذہب ص ۹۰)

پانچواں دعویٰ: بیس رکعات بطور نفل جائز ہیں۔

۱۔ زیر علی زئی نے لکھا ہے:
 اگر کوئی شخص بطور لعل میں یا چالیس وغیرہ پڑھتا ہے تو کوئی شخص بھی اسے
 بدعت نہیں کہہ سکتا۔ (امین اوکاڑوی کا تعاقب ص 35)
 اگر بدعت نہیں تو سنت ہونی چاہئے کیونکہ بدعت کی ضد سنت ہے۔

۲۔ ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے:
 میں رکعتیں در صورت ثبوت کے مستحب ہیں، کیونکہ صحابہ نے پڑھی ہیں۔
 (المحدیث کا مذہب ص 98)

خدا کرے کہ وہابیوں کو بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس عمل کو اپنانے کی توفیق مل جائے
 ۳۔ صادق یا لکھنوی نے لکھا ہے:

زائد رکعات مستحب اور نفل ہوں گی۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۲۸۳، ۲۸۵)
 ۴۔ عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے:

(ہم) بیزاران سے ہوں گے جو میں کو سنت سمجھ کر پڑھتے ہیں۔

(فتاویٰ المحدثین ج ۱ ص ۶۷۳)

یعنی میں تراویح کو سنت سمجھ کر نہیں بلکہ نفل کے طور پر پڑھنے والوں سے
 روپڑی صاحب کے بقول وہابیوں کو کوئی بے زاری نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ حنفیوں
 سے خواہ مخواہ ان کی دل آزاری ہوتی ہے۔

چھٹا دعویٰ: میں تراویح بدعت ہیں۔

۲۔۱۔ اخبار المحدثین امرتسر میں اسے بدعت قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو!

اخبار المحدثین ۳۱ جنوری ۱۹۳۰ اور ۱۳ دسمبر ۱۹۱۸۔

عوام الناس کو درغلانے کیلئے دھابوں کا یہ معمول بن چکا ہے کہ وہ یہ کہتے نہیں شرماتے کہ ہمارا مذہب صرف اور صرف قرآن وحدیث ہے۔ فقہ و اختلاف اور تضاد کا مجموعہ ہے۔ اس لیے اسے خیر باد کہہ دیجیے! گویا وہ لوگوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن وحدیث تضادات کا مجموعہ ہے..... اب ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ صرف قرآن وحدیث کو ماننے والوں کا یہ ایک ہی مسئلہ پر اس قدر شدید تضاد، تعارض اور اختلاف کیوں ہے؟ اصل فقہ کا اختلاف تو کسی بھی مسئلہ کے متعلق نصوص کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ جو کہ دھابیوں کو کسی صورت برداشت نہیں۔ بتائیے! ان کا یہ شدید اختلاف اور تضاد کیوں ہے؟ ہم ان کے کس موقف کے متعلق خیال کریں کہ وہ قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے اور کس دھابی کو قرآن وسنت کے خلاف قرار دیں۔

دیسے دھابیوں، نجدیوں، غیر مقلدوں کے ہاں مسائل میں اس طرح کا معاملہ اور جھگڑا کوئی انہونی چیز نہیں ان کے تضاد اور متعارض مذہب کی تفصیلات کیلئے راقم الحروف کی کتاب ”دھابیوں کا متضاد مذہب“ دیکھئے!.....

چونکہ عام طور پر دھابی، آٹھ تراویح، کی عیث لگاتے ہیں اس لیے سطور ذیل میں ان کے پیش کردہ دلائل کا تحقیقی تجزیہ سپرد قلم کیا جاتا ہے۔

پہلی دلیل، حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا

دریں مسئلہ دھابیوں کی سب سے پہلی دلیل حدیث ذیل ہے:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے سوال کیا:

۳۔ ناصر الدین البانی نے بھی گیارہ سے زیادہ کو بدعت قرار دیا ہے

(نماز تراویح مترجم ص ۸۶)

ساتواں دعویٰ: ہمیں تراویح خلاف سنت یعنی بدعت نہیں۔

۱۔ امام الوحاہیہ نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے:

اما آنکہ از اہل علم این نمازست رکعت قرار دادہ اند..... این معنی

صادق است کہ انہ صلوات وانہ فی رمضان پس حکم مبتدع چہ

معنی۔ (بدور الاحلہ ۸۳)

یعنی علماء کی جماعت نے تراویح میں رکعت قرار دی ہیں انہیں بدعت

قرار دینے کا کیا مطلب؟

۲۔ ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے:

ہمیں رکعت تراویح پڑھنے والوں کو خلاف سنت کہنا اچھا نہیں ایسے امور میں اختلاف

حرام ہے۔ (اخبار الحمد ص ۱۱۳، ۲۵ دسمبر ۱۹۳۶ء)

یعنی اسے بدعت کہنا غلطی اور جہالت جبکہ اس میں اختلاف کرنا حرام ہے اب

بولیئے! وحاہی حضرات اختلاف کر کے حرام کام میں کیوں پڑھتے ہیں۔

۳۔ ناصر الدین البانی نے لکھا ہے کہ

”آٹھ نہ پڑھنے والا گمراہ نہیں ہے“ (نماز تراویح مترجم ص ۵۳)

۵۔ حرید لکھا ہے کہ: آٹھ نہ پڑھنے والا بدعتی نہیں (۵۱)

نوٹ: صادق ظلیل فیصل آبادی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

کیف كانت صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان فقالت ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة يصلى اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم يصلى اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم يصلى ثلاثا قالت عائشة فقلت يا رسول الله اتنام قبل ان توتر فقال يا عائشة ان عيني تنامان ولا ينام قلبي (بخاری ج ۱ ص ۲۶۹، واللفظ لـ، مسلم ج ۱ ص ۲۵۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک میں نماز کیسی تھی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعت پڑھتے ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو، پھر چار رکعت پڑھتے ان کے حسن و طول کے متعلق نہ پوچھو پھر تین وتر پڑھتے آپ فرماتی ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں فرمایا (ہاں) میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل جاگتا ہے۔

اس حدیث سے وہابیوں کا ناروا سلوک:

چونکہ وہابیوں کے پاس اپنے موقف پر کوئی بھی صحیح، صریح، غیر محتمل مرفوع روایت نہیں ہے اس لیے وہ عوام کو دھوکہ دینے کیلئے بخاری شریف کی اس روایت کا نام لے دیتے ہیں اور جب ان سے اس حدیث سے اپنا دعویٰ ثابت نہیں ہو پاتا تو پھر حدیث پاک کے ساتھ ناروا سلوک شروع کر دیتے ہیں تحریف اور کتر بیونت کر کے روایت کا حلیہ بگاڑتے ہیں اور اپنے اکابر کے ورثہ کو قائم رکھتے ہیں۔

۵..... وہابی شاطرین نے اس حدیث ”کو احدی عشرۃ رکعت تک لکھ کر آگے ”اللہ یرث“ کا لفظ لکھ دیا اور عوام الناس سے حدیث کا بقیہ مضمون اوجھل کر دیا۔ اور مقصد صرف یہ تھا کہ اگر کوئی اس پر اعتراض کرے تو جواباً کہہ دیا جائے کہ ہم نے آخر میں ”اللہ یرث“ لکھ کر اسکے بقیہ مضمون کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور عوام الناس سے اسے چھپا رکھنے کی وجہ سے ہمارا اُلُو بھی سیدھا ہو جائے گا۔

۵..... بلکہ ان لوگوں کا جہاں بس چلے وہاں وہ تمام اشارات و کنایات بھی ہٹا دیتے ہیں جن سے حدیث پاک کے نامکمل ہونے کا معمولی سا بھی گمان ہو سکے۔ کیونکہ ان کی ہر ممکن یہی کوشش ہے کہ ”حدیث بخاری“ کا مکمل مضمون عوام الناس کے سامنے کسی صورت بھی پیش نہ ہو۔ ورنہ وہ عبادت کا بھانڈا سچ چورا ہے کے پھوٹ جائے گا۔ ملاحظہ ہو!

- ۱۔ عبد اللہ غازی پوری نے..... رکعات التراویح مع اضافات و ضمیرہ ص ۱۱ پر
- ۲۔ مبشر ربانی نے..... مقالات ربانیہ ص ۱۲۲ پر
- ۳۔ داؤد ارشد نے..... دین الباطل جلد اول ص ۵۱۸ پر
- ۴۔ عبدالغفور اثری..... نے تحفہ رمضان ص ۶۷ پر

حدیث بالا کو ادھر لکھ کر ”اللہ یرث“ ڈال کر باقی مضمون کو چھپا دیا ہے۔ اور زبیر علی زئی نے امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۷۳ اور حدیث المسلمین ص ۷۲، ”پرائیج“ لکھ کر بقیہ حصہ حذف کر دیا۔ اور عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہوئے حدیث پاک میں کتر بیونت تحریف اور ناروا سلوک کا ارتکاب کیا۔ جبکہ

- ۱۔ ثناء اللہ امرتسری نے..... الحدیث کا مذہب ص ۶۸ پر

۲۔ صادق یا لکھنوی نے..... صلوة الرسول ص ۳۸۱ پر

۳۔ عطاء اللہ حنیف نے..... ماہنامہ محدث لاہور ص ۲۴، نومبر ۲۰۰۲ء پر
(مطبوعہ مضمون میں) حدیث مذکور نامکمل لکھی۔

اور الخ، الحدیث اور الی آخرہ وغیرہ میں سے کوئی اشارہ نہ دے کر مسلمانوں سے یہ دعوہ کیا ہے کہ یہ روایت مکمل ہے۔ جس میں صرف گیارہ رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ اگر یہ لوگ اس حدیث کا پورا مضمون لکھ دیتے تو حقیقت بے نقاب ہو جاتی۔

یہ حدیث وحاویوں کے خلاف ہے:

چونکہ یہ روایت وحاویوں کے خلاف ہے اور انہوں نے خود بھی اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔ اس لیے ان کے جھوٹے مذہب کی عافیت اور بچاؤ اسی صورت میں ہے کہ وہ حدیث کا اگلا مضمون چھپالیں..... ورنہ ان کا مکروہ چہرہ ہر کوئی دیکھ لے گا۔ تفصیل درج ذیل ہے، اس حدیث پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان یعنی پورا سال گیارہ رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اگر وحاویوں کی یہ مرکزی دلیل ہے اور وہ واقعہ اس روایت کو مانتے ہیں تو انہیں صرف ماہ رمضان میں ہی نہیں بلکہ سارا سال گیارہ تراویح پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، لیکن وحاوی ایسا نہیں کرتے وہ صرف رمضان میں تراویح کا اہتمام کرتے ہیں اور پورا سال کبھی بھی یہ اعلان نہیں کرتے کہ حضرات ظلاں وقت نماز تراویح ادا کی جائے گی جس میں مستورات کیلئے بھی پردے کا معقول انتظام کیا گیا ہے۔ ان کے

ایسے اطلاعات صرف ماہِ رمضان میں ہی ہوتے ہیں اور سال کا بقیہ حصہ خوابِ فرغوش کے حوالے لیتے ہیں۔

۲۔ اس حدیثِ پاک میں ایک رات بھی باجماعت تراویح کا ذکر نہیں ہے۔ جبکہ وہابی پورا مہینہ باجماعت تراویح ادا کرتے ہیں۔

۳۔ اس روایت میں پورا سال تین وتر پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ وہابی صرف رمضان میں تین وتر پڑھتے ہیں اور باقی دنوں میں صرف ایک وتر پڑھتے ہیں۔

۴۔ اس روایت میں آٹھ رکعات کو چار چار پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ جبکہ وہابیوں کے ہاں دو دو پڑھنے کا طریقہ مزوج ہے۔

۵۔ اس میں اس بات کا واضح ثبوت مل رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعت پڑھ کر سو جاتے اور سو کراٹھتے تو پھر تین وتر پڑھتے تھے۔

جبکہ وہابی حضرات آٹھ رکعتوں کے ساتھ ہی تین وتر پڑھ لیتے ہیں اور جب سو جائیں تو ہر چیز بھلا دیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ وہابیوں کا اس حدیث سے اپنا موقف ثابت کرنا سراسر دھوکہ اور فریب ہے، ان کا حدیث پر ہرگز عمل نہیں ہے۔ ہمارا وہابیوں کو چیلنج ہے کہ اگر وہ خواہشاتِ نفسانی کے پیروکار نہیں ہیں تو اپنا عمل حدیثِ بخاری کے مطابق بنا لیں ورنہ یہ حدیث پیش کر کے مسلمانوں سے گھناؤنا کھیل نہ کھلیں۔

مبشر ربانی کی ایچ کارڈ

وہابیوں کی عادت ہے کہ اصل سنت کے معمولات کو بدعت بنانے کیلئے

کیفیت و انداز پر بھی معترض ہوتے ہیں لیکن چونکہ وہابیوں کے اپنے معمولات بالخصوص نماز تراویح ان کی مزوجہ کیفیت و ہیئت کیساتھ ثابت نہیں، اس لیے مبشر ربانی نے یہ لکھ مارا کہ مختلف مواقع پر ان (تراویح) کی کیفیت اور مختلف وارد ہوئی ہے اور یہ بات محل نزاع نہیں ہے۔ (مقالات ص ۱۴۱)

جبکہ ناصر الدین البانی نے لکھا ہے: تراویح سنن رواتب کی طرح ہیں لہذا ان میں تغیر و تبدل کرنا شرعاً جائز نہیں۔ (نماز تراویح ص ۳۹ مترجم)

لہذا وہابیوں کی نماز تراویح میں تبدیلی غیر شرعی ہوئی.....

حضور رات کو کتنی رکعتیں پڑھتے؟

چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مذکورہ میں حضور کی رات کی نماز میں گیارہ رکعتوں (آٹھ اور تین) کا ذکر ہے اس لیے وہابی اس کی طرف پکتے ہیں، انہیں اصل حدیث کہلانے کے باوجود یہ شعور نہیں رہتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اسی بخاری اور مسلم شریف میں گیارہ رکعتوں کے علاوہ اور بھی تعداد بیان کی گئی ہے..... چنانچہ ملاحظہ ہوا!

تیرہ رکعتیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي بالليل ثلث عشرة
 ركعة ثم يصلي اذا سمع النداء بالصبح ركعتين خفيفتين (بخاری ۱۵۰/۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے، پھر آپ جب صبح کی آواز سنتے تو دو رکعتیں ہلکی پھلکی (حجر کی سنتیں) ادا فرماتے۔

○ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: کان صلوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث عشرة رکعة یعنی باللیل (بخاری ص ۱۵۳ ج ۱)
یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعات پر مشتمل ہوتی
نوٹ: اس مضمون کی روایات مسلم ۲۵۴/۱، مسند احمد ج ۶ ص ۳۶، ۳۷، ۱۴۰، سنن
ابوداؤد، ج ۱ ص ۲۱۰، مؤطا امام مالک ص ۱۰۳، ترمذی ۵۹/۱، قیام اللیل مروزی ص
۸ پر بھی موجود ہیں۔۔۔۔۔

خود روحانی حضرات کو بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے۔ ملاحظہ ہو!

- ۱۔ نماز تراویح۔ ناصر الدین البانی۔۔۔ ترجمہ صادق ظیل ص ۳۱، ۳۰
- ۲۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز۔۔۔ اسماعیل سلفی ص ۹۶۔
- ۳۔ عبداللہ غازی پوری۔۔۔ رکعات التراویح ۲۱، ۱۰، ۱۲، ۱۱، ۵، ۳۵، ۳۶، ۳۳۔
- ۴۔ مولوی غلام رسول قلعوی رسالہ تراویح ص ۲۸، مترجم ص ۳۹،
- ۵۔ عبدالرحمان مبارکپوری۔۔۔ تحفۃ الاموزی ۳/۲۔
- ۶۔ ابوالبرکات احمد نے لکھا ہے کہ اکثر روایات تیرہ رکعت کی ہیں۔

(فتاویٰ برکاتیہ ص ۹۳)

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو سنتوں کے علاوہ رات کو تیرہ رکعات بھی ادا فرماتے تھے۔

یہاں وہابیوں کی اس بات کا بھی رد ہو گیا کہ تیرہ رکعات میں دو فجر کی سنتیں ہوتی تھیں، اصل گیارہ رکعات ہی ہیں ان کی یہ بات درست نہیں کیونکہ مذکورہ روایات میں دونوں موجود ہے کہ فجر کی اذان کے وقت آپ جو دو رکعتیں پڑھتے وہ

پہلی تیرہ رکعات کے علاوہ ہوتی تھیں۔

گیارہ رکعتیں: اس کا مضمون شروع میں گذر چکا ہے۔ دوبارہ ملاحظہ ہو!

دریں مسئلہ و حایوں کی سب سے پہلی دلیل حدیث ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے سوال کیا:

کیف كانت صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم في

رمضان فقالت ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة

ركعة يصلي اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي اربعا فلا

تسئل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي ثلاثا قالت عائشة فقلت يا

رسول الله اتنام قبل ان توتر فقال يا عائشة ان عيني تنامان ولا ينام

قلبي (بخاری ج ۱ ص ۲۶۹، واللفظ له، مسلم ج ۱ ص ۲۵۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک میں نماز کیسی تھی؟ تو آپ

نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں

سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعت پڑھتے ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو،

پھر چار رکعت پڑھتے ان کے حسن و طول کے متعلق نہ پوچھو پھر تین وتر پڑھتے آپ

فرماتی ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں فرمایا

(ہاں) میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل جاگتا ہے۔

دس رکعتیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كانت صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم من الليل عشر

رکعات الع (مسلم/۲۵۵)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دس رکعات نماز پڑھتے۔

اس مضمون کی روایت مسند احمد ۳۵/۶ پر بھی ہے

نورکعت: آپ ہی کی ایک روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات

کی نماز کے متعلق یہ وارد ہے:

تسع رکعات قائماً یوتر منهن (مسلم/۲۵۵)

نورکعت کھڑے ہو کر جن میں وتر بھی ہوتے۔

۵۔ نورکعت کی تائید صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲، پر موجود ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔

۶۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے کہا ہے:

فی حدیث عائشة من روایة سعد بن هشام قیام النبی صلی اللہ

علیہ وسلم تسع رکعات (نووی بر مسلم/۲۵۲)

یعنی حضرت عائشہ سے سعید بن ہشام کی روایت میں بھی نبی کریم ﷺ کی نماز

نورکعات بیان ہوئی ہے۔

۷۔ کہا بات مولوی غلام رسول قلعوی نے رسالہ تراویح مترجم ص ۳۸ پر نقل کی ہے۔

سات رکعت:

امام نووی علیہ الرحمۃ، قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کے حوالے سے، حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں:

وعنها فی البخاری ان صلوتہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل سبع

وتسع (نووی بر مسلم ۱/۲۵۳)

یعنی بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز سات اور نور رکعت بھی مروی ہے۔

نوٹ: ایسی روایت بخاری ج ۱ ص ۱۵۳ پر موجود ہے۔

۰۰۰ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے حضرت عائشہ سے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ

جب آپ بڑھاپے کی حالت کو پہنچے تو سات رکعات پڑھتے۔ (نووی ۱/۲۵۳)

۰۰۰۰ مولوی غلام رسول قلعوی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (رسالہ تراویح ص ۳۹، مترجم)

۰۰۰۰ اور مزید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لکھا ہے کہ جب آپ بوڑھے ہو گئے

تو سات رکعتیں پڑھتے تھے۔ (ص ۵۱، ۵۲)

قاضی عیاض مالکی کا فیصلہ:

قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق لکھا ہے کہ وہ تیرہ، گیارہ، نو، اور سات رکعات پر مشتمل ہے اور آخر میں فرماتے ہیں:

ولا خلاف انه ليس في ذلك حد لا يزداد عليه ولا ينقص منه وان صلوة

الليل من الطاعات التي كلما زاد فيها زاد الاجر الخ (نووی بر مسلم ۱/۲۵۳)

اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی

نماز کی رکعات کے متعلق کوئی حد (مخصوص تعداد) نہیں، کہ جس میں کمی بیشی نہ ہو سکتی

ہو اور بے شک یہ رات کی نماز نیک کاموں میں سے ایک نیک عمل ہے اس میں جتنا

اضافہ ہوگا اتنا ہی اجز زیادہ ملے گا۔

امام نووی کی تائید

حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ نے قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کی طویل عبارت کو اپنی تائید میں نقل کر کے ہمارے موقف پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو صرف گیارہ رکعت نہیں بلکہ تیرہ، نو اور سات رکعت بھی پڑھی ہیں۔ (نووی بر مسلم ۱/۲۵۳)

علامہ مجد الدین فیروز آبادی کی تصریح: فیروز آبادی لکھتے ہیں:

وورد فی کیفیتہ فیام اللیل طرق ثمانیۃ کلھا صحیحۃ (سفر السعاده)
یعنی رات کی نماز کے متعلق آٹھ طرح کی روایات وارد ہوئی ہیں جو کہ سب کی سب صحیح ہیں۔

امام ترمذی کا فیصلہ: لکھتے ہیں:

عن عائشة قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل تسع رکعات و فی الباب عن ابی ہریرۃ وزید بن خالد و الفضل بن عباس قال ابو عیسیٰ حدیث عائشۃ حدیث حسن غریب من ہذا الوجہ ورواہ سفیان الثوری عن الاعمش نحو ہذا..... واکثر ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاۃ اللیل ثلاث عشرة رکعة مع الوتر و اقل ما وصف من صلاتہ من اللیل تسع رکعات (ترمذی ۱/۵۹)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نو رکعات پڑھتے تھے اس مضمون کی روایت حضرت ابو ہریرہ، حضرت زید بن خالد اور حضرت فضل بن

عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ابو یسٰی (امام ترمذی) کا قول ہے کہ حدیث عائشہ اس وجہ سے حسنِ غریب ہے، اسے سفیان ثوری نے اعمش سے اس طرح روایت کیا ہے اور نبی کریم ﷺ کی رات نماز کی زیادہ تعداد و تسبیح تیرہ اور کم از کم نو رکعت ہے۔

مولوی غلام رسول قلعوی کی حمایت: قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی مذکورہ تصریح کو نقل کر کے مولوی غلام رسول قلعوی نے ہمارے دعوے کی پوری پوری حمایت کر دی ہے۔ ملاحظہ ہو! (رسالہ تراویح)

اسماعیل سلفی کی صراحت: اسماعیل سلفی نے کئی گفتگوں میں اعتراف کیا ہے کہ حضرت عائشہ سے مرفوعاً متعدد احادیث مروی ہیں جن میں رکعات کی تعداد چھ، سات، نو، گیارہ، تیرہ تک مروی ہے۔ (رسول اکرم ﷺ کی نماز ص ۹۶) مزید لکھا ہے:

آٹھ تراویح اور تین و تر عام عادت یہی تھی..... کم و بیش ہو جائیں تو بھی درست ہے۔ (ایضاً)

حکیم اشرف سندھو و حابئی کا اعتراف: حکیم صاحب نے لکھا ہے:

علاوہ ازیں سات اور نو رکعات تو یہ اس وقت کی نماز ہے کہ جب آپ بوڑھے ہوئے تو وقت و حالات کے تحت کبھی کبھار پڑھ لیا کرتے (رکعات قیام رمضان ص ۱۷) سوال یہ ہے کہ کبھی کبھار ہی کسی، آپ نے سات اور نو رکعات جب پڑھی ہیں تو کیا وہابیوں نے اس سنت کو کبھی اپنایا بھی ہے؟ چلو وہابی لوگ جو انی کے عالم میں حدیث کے مخالف رہے، بڑھاپے کے عالم میں ہی اس پر عمل کر دکھاتے۔ لیکن بوڑھے وہابی

بھی سات یا نو رکعات تراویح پڑھنے سے محروم ہیں۔ جبکہ عوام کو یہی دھوکہ دیں گے کہ ہم ہر گج حدیث پر عمل کرتے ہیں

دعاہیوں کا صرف آٹھ پر ہی اصرار کیوں؟ دعاہی حضرات اگر نفس کے بندے اور اپنی خواہشات کے پابند نہیں اور قرآن و سنت پر عمل کرنے کے دعوے میں سچے ہیں تو وہ صرف آٹھ تراویح پر ہی کیوں اصرار کرتے ہیں؟ انہیں چاہئے کہ وہ اپنے موقف کو تبدیل کریں اور یہ اعلان کریں کہ تراویح چھ، سات، نو، گیارہ اور تیرہ رکعات بھی ہیں اور پھر جلدی ہی اس پر عمل کر کے اپنے سچا ہونے کا ثبوت دیں!

لیکن ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ان احادیث پر دعاہیوں نے نہ آج تک عمل کیا ہے اور نہ ہی قیامت تک کر سکتے ہیں کیونکہ انہیں احادیث سے سروکار نہیں، وہ محض اپنے خود ساختہ مذہب کو سہارا دینا چاہتے ہیں۔

حدیث عائشہ مضطرب ہے

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ دعاہیوں کی مایہ ناز ”ذلیل حدیث عائشہ“ میں سخت اضطراب و اختلاف بھی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو!

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرنے والے ایک آدمی ہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمان اور سوال بھی یہی ہے کہ حضور رات کو کتنی رکعات نماز پڑھتے تھے لیکن جواب میں آپ نے اس کی مختلف اور متضاد و معارض کیفیتیں بتائی ہیں..... مثلاً.....
 ۱..... آپ ابوسلمہ کو جواب دیتے ہوئے ایک جگہ بیان فرماتی ہیں کہ:

رمضان وغیر رمضان میں آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں کرتے تھے، چار، پھر چار اور پھر تین وتر پڑھتے اور وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے۔ (بخاری ۱/۲۶۹ مسلم ۱/۲۵۲)

۲..... ایک جگہ فرمائی ہیں

آپ تیرہ رکعت پڑھتے، پہلے آٹھ رکعت پھر وتر پھر دو رکعت بیٹھ کر۔ اس کے بعد دو رکعت سنت فجر (مسلم/۱/۲۵۴)

اضطرابات

۱- اسی سائل کے آٹھ پہلی روایت میں گیارہ رکعت اور دوسری میں تیرہ رکعت بتائی ہیں۔
۲- پہلی روایت میں چار، چار..... جبکہ دوسری میں آٹھ رکعت۔
۳- پہلی روایت میں تین وتر، اس کے بعد کوئی نماز کا ذکر نہیں..... دوسری روایت میں وتر، پھر دو رکعت کا ذکر ہے۔

۴- پہلی روایت میں وتروں سے پہلے سونے کی صراحت ہے، جبکہ دوسری میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

۵- دوسری روایت میں وتر، کی رکعات کی بھی وضاحت نہیں ہے۔
اب اگر وتر ایک رکعت قرار دیں تو وہابی حضرات کے بقول تراویح بارہ رکعات اور اگر تین رکعات کہیں تو تراویح دس رکعات بنتی ہیں۔

لہذا انہیں دس اور بارہ رکعات کا بھی قول کرنا چاہیے۔

۵..... حضرت عائشہ نے ایک جگہ (ترسمیت) نو رکعت بھی بتائی ہیں (مسلم/۱/۲۵۵)

اب اگر وتر تین رکعت ہوں تو باقی نماز چھ رکعت ہوگی اور چونکہ وہابیوں کا عمل رمضان میں تین وتر پڑھنا ہے۔ لہذا انہیں باقی نماز (تراویح) کو چھ رکعات قرار دینا چاہیے! جبکہ ان کا یہ موقف نہیں۔

ملاحظہ فرمائیں! ان روایات میں ابوسلمہ سوال کرنے والے ہیں اور سیدہ

عائشہ جواب دیتی ہیں..... اور جواب میں کسی تیرہ، کبھی نو، اور کبھی گیارہ رکعات کا لفظ ہے۔ اور انہیں ادا کرنے کی کیفیت بھی آپس میں نہیں ملتی۔

انہیں اختلافات، تعارضات اور تضادات کی وجہ سے اس حدیث کو مضطرب کہا گیا ہے
حافظ ابن حجر عسقلانی کا اعتراف: حافظ صاحب نے اس بات کا
اعتراف کیا ہے..... کہ

قال القرطبي اشكلت روايات عائشة على كثير من اهل العلم
حتى نسب بعضهم حديثها الى الاضطراب (فتح الباری ج ۳ ص ۲۶۳)
یعنی بہت سارے علماء نے حضرت عائشہ کی روایات میں اشکالات ہونے کی
وجہ سے انہیں مضطرب قرار دیا ہے۔

امام قرطبی کا بیان: امام قرطبی نے بیان کیا ہے کہ علماء نے حدیث عائشہ کو
مضطرب قرار دیا ہے (فتح الباری ج ۳ ص ۲۶۳)

قاضی عیاض مالکی کی وضاحت: قاضی صاحب لکھتے ہیں:

واما الاختلاف في حديث عائشة فقليل هو منها وقيل من الرواة
عنها (نووی بر مسلم ج ۱ ص ۲۵۳)

یعنی حدیث عائشہ میں اختلاف (واضطراب) ہے وہ حضرت عائشہ کی طرف
سے ہے یا آپ سے روایت بیان کرنے والے راویوں کی طرف سے ہے۔

خواہ کسی جانب سے ہو ہمارا مدعا ثابت ہے حدیث عائشہ مضطرب ہے۔

امام نووی کی حمایت: علامہ نووی نے قاضی عیاض مالکی کی مذکورہ عبارت

کو درج کر کے ان کی تائید و حمایت کی ہے کہ واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات میں اختلاف و اضطراب ہے (ایضاً)

مذکورہ حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث جسے وہابی حضرات بڑے فخر سے اپنی پہلی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں وہ مضطرب، مختلف، اشکالات سے پر اور تضادات کی حامل ہے۔

وہابیوں کا فیصلہ

اب ملاحظہ فرمائیے! کہ خود وہابیوں کے نزدیک بھی ایسی روایت اگرچہ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہی کیوں نہ ہوں، وہ قابل حجت نہیں رہتی مولوی سیف بناری نے لکھا ہے:

”بسا اوقات سند کے تمام راوی ثقہ ہوتے ہیں، لیکن متن حدیث میں اضطراب ہوتا ہے، اس صورت میں وہ بھی رتبہ مقبول سے گر جاتی ہے۔“

(اخبار الملحد حدیث ۹ جون ۱۹۲۲ء)

حدیث عائشہ تہجد کے متعلق ہے: علی سبیل المقتول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت تراویح کے متعلق ہرگز نہیں کیونکہ ابو سلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی رات کو پڑھی جانے والی نماز کے متعلق سوال کیا تھا جو آپ اپنے گھر (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے) میں ادا فرماتے تھے جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ آپ نے گیارہ رکعات ادا فرمائی ہیں، اور وہ بھی انہوں نے صرف اپنی باری میں آنے والی راتوں کا تذکرہ فرمایا، باقی

ازواج مطہرات کے پاس جا کر کتنی رکعات ادا فرمائی ہیں، ان کا ذکر کمال نہیں ہے۔
 اگر ابوسلمہ نے اس نماز کے متعلق سوال کرنا تھا کہ آپ نے صحابہ کرام
 رضی اللہ عنہم کو تین رات جو نماز پڑھائی تھی، اس کی کیفیت کیا تھی؟ اس نماز کے
 متعلق آپ سے پوچھنے کی بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت کرتے،
 لیکن جب ابوسلمہ نے حضرت عائشہ سے نماز کے متعلق سوال کیا تو آپ نے
 ان کے سوال کا مقصد جان لیا کہ وہ نماز تہجد کے متعلق ہے، اس لیے فرمایا کہ
 رمضان ہو یا غیر رمضان آپ نے (زیادہ تر) گیارہ رکعات ادا فرمائی ہیں اور یہی
 بات قرین قیاس اور حقیقت حال کے مناسب ہے، کیونکہ تہجد سارا سال پڑھی
 جاتی ہے۔ جبکہ تراویح صرف رمضان میں ہی ہوتی ہے۔

شاء اللہ آتسری کا اعتراف: امرتسری نے دو ٹوک لکھا ہے:

”نماز تہجد تو سارے سال میں ہوتی ہے تراویح خاص رمضان میں ہے“

(فتاویٰ ثنائیہ ۱/۶۵۶)

اگر وہابیوں کو اس حقیقت سے انکار ہے تو انہیں چاہئے کہ

- ۱۔ دو ماہ رمضان کی طرح دیگر گیارہ مہینوں میں بھی تراویح کا اہتمام کریں۔
- ۲۔ جب وہ اس کی جرأت نہیں کر سکتے تو ان کے فعل سے ان کے دعوے کا رد ہو جاتا ہے کہ اگر تراویح پورا سال ہے تو یہاں سے سارا سال ادا بھی کرتے۔

۔ تا اے عقل انسانی حل کوئی اس معے کا
 نظر کچھ اور کہتی ہے خبر کچھ اور کہتی ہے

مزید دلائل:

حدیث عائشہ کا تعلق تہجد کیساتھ ہے، اس موقف پر حرید دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اسے کسب التہجد، باب قیام النبی
صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وفی غیرہ ۱۵۴/۱، ۵ کے تحت نقل کیا ہے۔

یعنی ایک تو تہجد کا بیان، اور دوسرا نبی کریم ﷺ کا تمام سال رات کا قیام
کرنے کا باب باندھا ہے..... جس کا صاف اور واضح مطلب یہی ہے کہ وہ بتانا
چاہتے ہیں کہ یہ حدیث تہجد کے متعلق ہے جو آپ سارا سال پڑھتے تھے۔

۲۔ اس حدیث میں چار، چار رکعات پڑھنے کا ذکر ہے، جبکہ وہابی حضرات دو،
دو رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تہجد تھی..... تراویح الگ ہے۔

۳۔ اسی روایت سے واضح ہے کہ آپ آٹھ رکعت مع تمن و تر بغیر جماعت کے
ادا فرماتے تھے..... جبکہ تراویح باجماعت ہوتی ہے اور تہجد ہی وہ نماز ہے، جسے بغیر
جماعت کے ادا کیا جاتا ہے۔

وہابی ترجمان ہفت روزہ الحمدیث لاہور، ۷ جنوری ۱۹۹۳ء کے صفحہ نمبر ۵ پر لکھا ہے:

”تہجد کی جماعت نہیں ہوتی“

جب تہجد کی جماعت نہیں، تو حدیث عائشہ میں جس نماز کا ذکر ہے وہ بھی جماعت کے
بغیر ہے، لہذا وہ بھی نماز تہجد تھی..... تراویح نہیں۔

۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان رکعات کیساتھ ہی فجر کی دو رکعت سنت بھی ادا

فرماتے تھے..... ملاحظہ ہو!

كان رسول الله ﷺ يصلي فيما بين ان يفرغ من صلوة العشاء
وهي التي يدعو الناس العتمة الى الفجر احدى عشرة ركعة يسلم بين كل
ركعتين ويوترها واحدة فاذا سكنت المؤذن من صلوة الفجر وتبين له
الفجر وجاءه المؤذن قام فركع ركعتين خفيفتين (مسلم ۱/۲۵۳)

اس روایت سے واضح ہو گیا کہ آپ نے گیارہ رکعات نماز فجر سے کچھ دیر
پہلے پڑھی ہیں، اور یہ وقت تہجد کا ہے، تراویح کا نہیں۔

دوسرے صحابیوں کو عشاء کے بعد تراویح پڑھنے کی بجائے نماز فجر سے کچھ دیر پہلے
پڑھنے کا آغاز کر دینا چاہیے، تاکہ پتہ چلے کر یہ سچے اہل حدیث ہیں انگریز کے بنائے
ہوئے نہیں۔

۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے راویوں میں ایک راوی حضرت امام مالک
بھی ہیں مثلاً:..... امام بخاری لکھتے ہیں:

حدثنا عبد الله ابن يوسف قال اخبرنا مالك عن سعيد بن ابي
سعيد المقبري (بخاری ۱/۱۵۳)

ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن یوسف نے، انہوں نے کہا ہمیں مالک نے
سعید بن ابوسعید مقبری سے خبر دی ہے۔

اور حدیث عائشہ کے اس مرکزی راوی امام مالک علیہ الرحمۃ نے اس روایت
کو بیان کرنے کے باوجود تراویح کو آٹھ رکعت قرار نہیں دیا..... ملاحظہ ہو!..... التعمیر
۱۱۳/۸، بدلیۃ المجمع ۱/۱۵۲، قیام اللیل ۱۵۹، المدونة الكبرى ۱/۱۹۳، فتح

الباری ۲/۳، عمدة القاری ۵/۳۵۵، المیزان للشعرنی ۱/۱۲۳، الحاوی
 للفتاویٰ ۱/۳۲۸، المسبوط للسرخسی ۳/۱۳۳ او غیرہ)

۵..... وہابیوں کے عبداللہ غازی پوری نے حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھا ہے
 کہ وھذا هو المشہور عنہ یعنی امام مالک سے یہی قول مشہور ہے کہ تراویح پچیس
 رکعات (۲۰ تراویح اور ۱۶ اضافی نوافل ملا کر ہیں) (رکعات التراویح ۳۷)

۵..... عطاء اللہ حنیف نے مانا ہے کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد اور ان
 کے تابعین سے بیس رکعت تراویح کو شہرت حاصل ہے۔ (محدث ۲۳ نومبر ۲۰۰۲ء)

بعض وہابی حضرات امام مالک سے آٹھ یا گیارہ رکعت ثابت کرنے کی خام
 کوشش کرتے ہیں، اگرچہ ان میں جرأت ہے تو وہ امام مالک کی اپنی کسی کتاب یا ان کے کسی
 شاگرد اور معتد علیہ مقلد کی کتاب سے اپنا موقف ثابت کریں لیکن یہ منہ اور مسور کی وال
 ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ
 تراویح پڑھی ہوتیں، تو امام مالک اپنا موقف یہی رکھتے جبکہ ایسا نہیں، تو معلوم ہوا حدیث
 عائشہؓ تہجد کے متعلق ہے نہ کہ تراویح کے متعلق

۶۔ اکثر اہل علم کا موقف تراویح کے بیس ہونے کے متعلق ہے۔ امام ترمذی
 لکھتے ہیں: واكثر اهل العلم علی ماروی عن علی وعمر و غیر ہما من
 اصحاب النبی ﷺ عشرين ركعة وهو قول سفیان الثوری وابن
 المبارک والشافعی وقال الشافعی وھكذا ادرکت ببلد نامکة یصلون
 عشرين ركعة۔ (ترمذی ۱/۹۹)

یعنی اکثر اہل علم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث کی بناء پر بیس

رکعت کے قائل ہیں، اور یہی قول امام سفیان ثوری، امام ابن مبارک اور امام شافعی کا ہے امام شافعی نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو جس رکعت پڑھتے دیکھا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں آج بھی تراویح میں رکعت پڑھی جاتی ہیں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت کا تراویح کو نہیں رکعت قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث عائشہ کو تہجد پر محمول کرتے ہیں..... نہ کہ تراویح پر۔

محمد ثنین کے فیصلے

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اسے کتاب التہجد میں نقل کیا ہے (بخاری ۱۵۳/۱)

۲۔ امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے اس روایت کو باب ماجاء فی وصف صلاة

النسی رضی اللہ عنہ باللیل یعنی تہجد کے بیان میں درج کیا ہے (ترمذی ۵۸/۱)

۵..... اور داؤد ادرشد اینڈ پارٹی نے تسلیم کیا ہے کہ ”امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے

اسے تہجد کے باب میں ذکر کیا ہے“ ملاحظہ ہو! (دین الباطل ۵۱۹/۱)

جبکہ امام ترمذی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تین رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ باجماعت نماز تراویح ادا کرنے کی روایت کو ترمذی ۹۹/۱ باب ماجاء فی

قیام شہر رمضان، میں لکھ کر واضح کیا ہے کہ حدیث عائشہ کا تعلق تہجد کیساتھ ہے

اور تین رات جو جماعت کرائی گئی ہے، اس کا تعلق تراویح کے ساتھ ہے

۵..... امام ترمذی آگے لکھتے ہیں: اکثر اهل العلم علی..... عشرين ركعة

الع (ترمذی ۹۹/۱) اکثر اهل علم تراویح کو تیس رکعت قرار دیتے ہیں۔

۳۔ امام محمد بن نصر مروزی نے حدیث عائشہ کو تہجد کے باب میں ذکر کیا ہے

(قیام اللیل ۱۸۲)

اور تراویح کیلئے الگ یہ باب باءدھا ہے

باب عدد الركعات التي يقوم بها الامام والناس في رمضان (۱۵۹)

لیکن اس میں حدیث عائشہ کو ذکر نہ کیا، جس سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک اس حدیث کا تعلق تہجد سے ہے نہ کہ تراویح سے۔

۴۔ امام ابو داؤد نے اسے ابواب قیام اللیل، کے باب فی صلوة اللیل، میں نقل کیا ہے (ابو داؤد ۱/۱۸۸، ۱۸۹)

جبکہ تراویح کیلئے ۱۹۳ پر ”ابواب شہر رمضان“ کے ”باب فی قیام شہر رمضان“ کے نام سے الگ باب قائم کیا ہے۔

۵۔ امام مالک نے ”ما جاء فی قیام رمضان“ قائم کر کے احادیث تراویح لکھی ہیں، اور حدیث عائشہ (صلوة النبی ﷺ فی الوتر) میں درج کیا ہے۔ (موطا ۱۰۲)

چونکہ اس حدیث کے آخر میں وتر کا ذکر ہے جس سے پہلے تہجد کا ذکر ہے

اس سے امام مالک یہی بتانا چاہتے ہیں کہ اس کا تعلق تراویح سے نہیں بلکہ تہجد کیساتھ ہے۔

۶۔ امام نسائی علیہ الرحمۃ نے نسائی ۱/۱۹۱ مع تعلیقات باب قیام شہر

رمضان، کے تحت تین رات جماعت کا واقعہ لکھا ہے، جو کہ تراویح کے متعلق ہے۔

جبکہ ادھائیوں کو بھی اعتراف ہے اور حدیث عائشہ باب کیف الوتر، (نسائی مع

تعلیقات ۱/۲۰۰) میں نقل کی ہے۔

۷۔ صاحب مشکوٰۃ نے ”باب قیام شہر رمضان“ (مشکوٰۃ ۱۱۳) یعنی تراویح کے

باب میں حدیث عائشہ کا ذکر نہیں کیا۔ جس سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک اس

حدیث کا تعلق تہجد سے ہے۔

۸۔ امام نووی نے ”باب فضل قیام اللیل“ کے تحت تہجد کے ذکر میں حدیث عائشہ کو ذکر کیا ہے (ریاض الصالحین ۳۶۵)

اور باب استحباب قیام رمضان وهو التراويح، قائم کیا ہے، جس میں تراویح کی روایات نقل کی ہیں، گویا بتا دیا کہ حدیث عائشہ تہجد کے بارے میں ہے۔

۹۔ صاحب غنیۃ الطالبین نے تراویح کی فصل میں حدیث عائشہ کو ذکر نہیں کیا۔ (فتنیہ ۱۵/۲)

۱۰۔ امام جرری علیہ الرحمۃ نے حدیث عائشہ کا ذکر تہجد کی بحث میں کیا ہے۔ (حسن حصین مترجم ۱۰۳)

۱۱۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

آں روایت محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان وغیر رمضان یکساں بود غالباً بعد دیازدہ رکعات مع الوتر میرسد۔ (فتاویٰ عزیزی جلد ۱/۱۱۹ مطبوعہ مجبائی رحلی)

وہ (حضرت عائشہ کی روایت) نماز تہجد کے متعلق ہے، کیونکہ یہی نماز رمضان وغیر رمضان میں یکساں ہوتی تھی اور تروں سمیت عموماً گیارہ رکعت ہوتی تھی۔

۱۲۔ مسلم شریف ۱/۲۵۹ پر باب التراويح فی قیام رمضان و هو التراويح، کے تحت حدیث عائشہ کو نقل نہیں کیا گیا، بلکہ اسے ایک الگ باب میں نقل کیا گیا ہے جس میں تہجد کے متعلق روایات ذکر کی گئی ہیں ملاحظہ ہو! (۱/۲۵۳)

نوٹ: نواب صدیق حسن دہلوی کے بقول مسلم شریف پر ابواب بندی خود امام مسلم نے کی ہے (المجلد ۶۱)

واضح ہوا کہ امام مسلم کا موقف بھی یہ ٹھہرا کہ حدیث عائشہ کا تعلق تراویح سے نہیں۔

۱۳ امام ابن ماجہ نے بھی باب ماجآء فی قیام شہر رمضان (ص ۹۵)..... یعنی تراویح کی بحث میں اس حدیث کو نقل نہیں کیا۔

۱۴ امام قسطلانی نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے اسے وتر (مع تہجد) پر محمول کیا ہے۔ (ارشاد الساری ۳/۳۲۶)

۱۵ حافظ ابن حجر عسقلانی نے گیارہ رکعت کی وضاحت ”تہجد اور وتر سے“ کی ہے (فتح الباری ۱۶/۳)

جس سے انکا موقف واضح ہو جاتا ہے کہ حدیث عائشہ میں تہجد اور وتر کا بیان ہے تراویح کا نہیں

۱۶ علامہ عبدالحی لکھنوی (جن کی حدیث دانی کو دھابہ تسلیم کرتے ہیں) نے بھی اس حدیث کو تہجد پر محمول کیا۔ (فتاویٰ ۱/۳۱۵)

زبیر علیزئی کا دھوکہ: گواہ اپنے انگریز سے الاٹ شدہ دھرم کی خاطر دھوکہ دے دفریب کاری تمام دھابیوں میں کارفرما ہے، لیکن زبیر علیزئی کو ایسی خصوصی ملکہ حاصل ہے۔ اس موقع پر بھی انہوں نے اپنے دھرم کی ناؤ کو بچانے کی خاطر ناقص سہارا دیتے ہوئے لکھا ہے: ”محققین میں سے کسی محدث یا فقیر نے نہیں کہا کہ اس حدیث کا تعلق نماز تراویح کے ساتھ نہیں ہے“ (امین ادکاڑوی کا تعاقب ۷۳)

۱۔ یہ زبیر کا سراسر دھوکہ، فریب اور تلبیس ہے۔ کیونکہ جب متحدہ محدثین اور فقہاء نے اسے تہجد کے باب میں نقل کر کے اسکا مفہوم واضح کر دیا ہے کہ ان کے نزدیک اس روایت کا تعلق نماز تہجد کیساتھ ہے تو پھر یہ کہتا کہ یہ نہیں کہا کہ اسکا تعلق نماز تراویح کیساتھ نہیں، نرا دجل ہے۔

۲۔ اور پھر اگر کوئی محدث یا فقیہ اسے تراویح کے متعلق مان کر یہ کہہ بھی دے کہ اسکا تعلق تہجد کیساتھ نہیں ہے تو اس سے وہابیوں کو کیا ملے گا کیونکہ ان کے نزدیک تو تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے بلکہ زہیر نے خود لکھا ہے:..... تہجد تراویح، قیام اللیل، قیام رمضان، وتر ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں (ایضاً ص 73) گوزیر کا یہ لکھنا بے دلیل ہے لیکن اگر وہ اپنی بات میں سچا ہے تو کیا اور پر لکھی ہوئی عبارت میں اس نے یہ تسلیم نہیں کر لیا کہ تہجد اور تراویح الگ الگ نماز ہے؟..... ورنہ وہ یہ نہ لکھتا کہ ”کسی نے اس حدیث کے متعلق یہ نہیں کہا کہ اسکا تعلق تراویح سے نہیں“..... وہ یہ لکھتا کہ ”اگر کسی محدث اور فقیہ نے اسے تہجد کے متعلق بھی لکھا ہے تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک دونوں ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں“ جب وہ ایسا نہیں کر سکا تو واضح ہو گیا کہ وہ ابلی مذہب و زہیری دھرم دھوکوں پر مبنی ہے۔

۳۔ زہیر کی مزید چالاکی بلکہ دھوکہ و فریب کاری ملاحظہ ہو کہ چونکہ اس کے علم میں تھا کہ حدیث عائشہ کو متعدد محدثین اور فقہاء نے تہجد کے باب میں نقل کر کے اس کا مفہوم واضح کر دیا اور متاخرین نے اسکے تہجد کے بارے میں ہونے کی تصریح کی ہے..... تو اسکا ”حقد من“ کی قید لگانا ویسے ہی جہالت و حماقت کا مظاہرہ ہے۔ کیونکہ خود وہابیہ بھی اپنے مواقف کے ثبوت میں ایسی قید کا اعتبار نہیں کرتے۔

۴۔ زہیر کے انداز میں ہم بھی بیابگ دھل یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی محدث اور فقیہ نے یہ نہیں کہا کہ حدیث عائشہ کا تعلق نماز تہجد کیساتھ نہیں ہے۔ تو اسکا زہیر کے پاس کوئی جواب نہیں۔

کیا تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے؟

یہ ایک اہل حقیقت ہے کہ حدیث مذکور کا تعلق تہجد کیساتھ ہی ہے، اور خود وہابی حضرات بھی جب حدیث عائشہ سے اپنا موقف ثابت کرنے میں بری طرح ناکام رہتے ہیں تو پھر بجائے اپنے نظریہ پر نظر ثانی کرنے کے وہ دین میں کتر بیونت اور خرد برد شروع کر دیتے ہیں، اور بغیر کسی قرآن و حدیث کی نص کے وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ، تہجد اور تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں اور اس کرب سے انکا محض یہی مقصد ہوتا ہے کہ تراویح آٹھ ثابت کرنا نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اس لیے جب دونوں نمازوں کو ایک کہہ دیا جائے گا تو پھر یہ آسانی پیدا ہو جائے گی کہ تہجد کی روایات کو پڑھ پڑھ کر تراویح ثابت کر ڈالیں گے۔

جبکہ یہ کھیل کھیلتے ہوئے انہیں اتنا شعور نہیں رہتا کہ تہجد چھ، سات، نو، دس اور تیرہ رکعات تک منقول ہے۔ لیکن وہابیوں نے نفس پرستی کرتے ہوئے صرف آٹھ کو خاص کر لیا ہے کیا باقی روایات پر ان کا ایمان نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر وہ ان پر عمل کیوں نہیں کرتے؟

وہابیوں کی فریب کاری:

اسے وہابیوں کی فریب کاری کہیں یا بے وقوفی، لاشعوری اور بے عقلی کہ انہوں نے نہ صرف تہجد اور تراویح کو ایک قرار دیا بلکہ تہجد، تراویح، وتر، اور قیام لیلۃ القدر کو بھی ایہ ہی بنا ڈالا ہے۔ ملاحظہ ہو!

۱۔ داؤد اینڈ پارٹی نے لکھا ہے:

تہجدی رمضان اور تراویح میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (دین الباطل ۱/۵۱۹)
 اس پارٹی کا موقف بھی عجیب و غریب ہے، کیونکہ ان کے نزدیک مطلقاً تہجد
 اور تراویح ایک نہیں..... بلکہ تہجدی رمضان اور تراویح ایک ہے، جبکہ تہجدی غیر
 رمضان اور تراویح میں فرق ہے۔ یوں یہ موقف معسکسہ نیز بھی ہے۔
 اس پارٹی سے دیگر نمازیں مخفی رہی ہیں، ورنہ یہ انہیں بھی ایک قرار دے دیتے تو انہیں
 کون پوچھ سکتا تھا۔

۲۔ زبیر علیہی نے لکھا ہے:

تہجد، تراویح، قیام اللیل، قیام رمضان، و تراویح ہی نماز کے مختلف نام
 ہیں..... (تعاقب ۷۳)

زبیر کی نظر سے قیام لیلۃ القدر، پوشیدہ رہا ہے ورنہ شاید وہ اسے بھی ساتھ ملا لیتا، یا ابھی
 وہ اس شعور سراپا طور سے محروم ہے۔

۳۔ صادق سیالکوٹی نے لکھا ہے:

نماز تراویح اور تہجد (رات کی نماز)، دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں،
 (صلوۃ الرسول ۳۷۸)

۴۔ عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے:..... نماز تہجد اور تراویح ایک ہی ہے (فتاویٰ
 اہل حدیث، ۱/۶۲۹، ۶۳۹)

۵۔ ناصر الدین البانی نے لکھا ہے: رمضان میں اسکا نام تراویح اور غیر رمضان
 میں اسکا نام تہجد ہے۔ (نماز تراویح مترجم ۵۱)

۶۔ اسماعیل سلفی نے لکھا ہے: تراویح یا رمضان کا قیام یہ وہی نماز ہے جسکا ذکر

پہلے تہجد کے نام سے ہوا۔ (رسول اکرم ﷺ کی نماز صلی ۹۸)

۷۔ مبشر ربانی نے لکھا ہے: قیام رمضان، قیام اللیل، صلوة فی رمضان، صلوة اللیل وغیرہ..... اس نماز کو..... تراویح کا نام دیا گیا ہے۔ (مقالات ۱۳۱)

اس مولوی صاحب سے اگرچہ قیام لیلۃ القدر اور وتر وغیرہ چھوٹ گیا ہے، یا ممکن ہے وہ وغیرہ کے جملہ کے تحت انہیں بھی شمار کرتے ہوں اور کسی مصلحت کی بناء پر ظاہر کرنے سے بچتے ہوں، لیکن ان کے صلوة فی رمضان کے جملہ سے تو یہی مترشح ہو رہا ہے کہ وہ رمضان میں پڑھی جانے والی ہر نماز کو تراویح کہتے ہیں، خواہ نماز پنجگانہ ہو یا نماز جمعہ وغیرہ۔

یہ تماشہ دوسرے وحابیوں نے نہیں دکھایا۔

۸۔ وحابیوں کے استاذ الاساتذہ عبداللہ غازی پوری چونکہ بڑے میاں تھے، اس لیے انہوں نے سب سے انوکھا کرتب دکھایا ہے، ان کے نزدیک صلوة اللیل، قیام لیلۃ القدر، صلوة التہجد، صلوة التراویح اور قیام رمضان ایک ہی چیز ہیں۔

(رکعات التراویح ۷۹، ۸۳)

۹۔ ابوالبرکات احمد نے لکھا ہے: قیام رمضان، قیام اللیل وتر اور تہجد یہ سب

ایک ہی نماز کے مختلف اعتباری نام ہیں۔ (فتاویٰ برکاتیہ ۹۲)

اب جان لیجئے!..... وحابیوں کے تمام دعوے سراسر جھوٹ، دجل، فریب اور زری تلمیس ہے وہ اپنے دعوے پر کوئی صحیح، صریح، مرفوع، غیر محتمل اور غیر معارض روایت پیش نہیں کر سکتے۔

وحایوں کی آپس میں ٹکریں:

تہجد، تراویح اور وتر کے الگ الگ نماز ہونے پر اپنی جگہ متعدد دلائل موجود ہیں، تاہم یہاں صرف اتنا دکھایا جاتا ہے کہ دریں مسئلہ بھی وحابی آپس میں متفق نہیں ہیں، دوسروں کو طعنہ دینے والے یہاں بھی باہم دست و گریباں ہیں، اور ان کے اپنوں نے ہی ان کے موقف کو رد کر کے ان کا ”منہ کالا“ کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو!

۱۔ امام الوہاب یہ نذیر حسین دہلوی کا عمل دیکھیے! لکھا ہے ”لیالیٰ رمضان المبارک میں دو ختم قرآن مجید کا بحالت قیام ہر سال سنتے ایک تو نماز عشاء کے بعد تراویح میں جس کے امام تھے حافظ احمد عالم دوسرا ختم سنتے نماز تہجد میں جس کے امام ہوتے حافظ عبدالسلام“ (الحیاء بعد الحیات ۱۳۸) (اخبار الجحدیٹ، ۱۳ فروری ۱۹۳۰ء) (البشری ۴۰ از مولوی عبداللہ لاہوری)

۲۔ سردار وحاب یہ ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ ملاحظہ ہو!

نماز تہجد تو سارے سال میں ہوتی ہے تراویح خاص رمضان میں ہے

(فتاویٰ ثنائیہ ۱/۶۵۶)

۳۔ مزید لکھا ہے:

نماز تہجد کی تعریف میں یہ داخل ہے کہ بعد نیند اٹھ کر پڑھے اور تراویح میں یہ نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اول وقت جماعت تراویح دیکھ کر فرمایا تھا کہ تہجد کی نماز اس نماز تراویح سے بہتر ہے۔ اس سے امکانی طور پر دو نمازوں کا ثبوت ہوتا ہے۔ (اخبار الجحدیٹ امرتسر ۱۲، ۲۰ اپریل ۱۹۲۸ء)

۳۔ ایک سوال وجواب ملاحظہ ہو!

سوال: جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: پڑھ سکتا ہے، تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے۔ اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (۱۷ اشوال ۱۳۳۹ء) (فتاویٰ ثنائیہ ۶۸۲/۱)

۵۔ مزید لکھا ہے:

اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے، پچھلے وقت پڑھے تو تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ (ایضاً ۶۵۳/۱)

معلوم ہو گیا کہ تراویح اور تہجد الگ الگ دو نمازیں ہیں

۶۔ عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے:

نماز وتر..... الگ نماز ہے (فتاویٰ الہدیٰ ۶۳۹/۱)

۷۔ اسماعیل سلفی نے لکھا ہے:

وتر رات کی نماز ہے، آنحضرت ﷺ سے عموماً تہجد کے ساتھ رات کے آخری

حصہ میں پڑھتے تھے (رسول اکرم ﷺ کی نماز ۱۰۱)

۸۔ عبداللہ غازی پوری نے تہجد، صلوٰۃ اللیل اور تراویح وغیرہ کو ایک قرار دیا، لیکن وتر کو

ان میں شامل نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو (رکعات التراویح ۸۳)۔ بلکہ اسکا الگ ذکر کیا۔ (ص ۱۰)

۹۔ لطف کی بات یہ ہے کہ خود زبیری وہابیوں نے بھی وتر، تہجد اور تراویح کے

مسائل کو الگ الگ ذکر کر کے اپنے خلاف دھماکہ کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو!

(ماہنامہ الحدیث نمبر ۳۶ ص ۵۰، ۵۱)

۱۰۱۔ وحاہیوں کا معمول بھی یہی ہے کہ پہلے تراویح پڑھتے ہیں اور پھر وتر کا نام لیتے ہیں، جس سے ان دونوں نمازوں کا الگ الگ ہونا واضح ہے ورنہ وہ دونوں کیلئے ایک ہی نام استعمال کیا کریں!

وہاہیوں کی خرد ماغی: وہاہی مولوی جب رکعات کی تعداد گناتے ہیں تو دیگر رکعات کیساتھ وتر کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں، مثلاً وہ لکھتے ہیں:

○ آٹھ رکعت تراویح اور وتر تراویح مع وتر (صلوٰۃ الرسول ص ۳۸۲، ۳۸۰) از صادق سیالکوٹی۔

○ آٹھ رکعتیں اور (تین) وتر..... (ہدیہ المسلمین ص ۲۷، زیر علیزائی)

○ وتر سمیت گیارہ رکعات (تحفہ رمضان ص ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۱،

عبدالغفور اثری) کو دیگر

۲۔ ایسے ہی انہوں نے (بزرگ خود) اپنے موقف پر احادیث پیش کرتے ہوئے ان کے تراجم میں دیگر رکعات کا الگ ذکر کیا اور اس کے بعد وتروں کا لفظ الگ بولا ہے۔

۳۔ تراویح پڑھتے ہوئے بھی انکا یہی انداز ہونا ہے کہ آٹھ تراویح اور وتر پڑھ رہے ہیں۔ اب صاحبان عقل و دانش اور اہلبیان فکر و ہوش کو دعوت توجہ ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ایک ہی وقت میں ہونے والے ایک کام کے دو نام استعمال کیے جاتے ہوں،

مثلاً:- وہاہیوں کے موقف کے مطابق جب تراویح اور وتر، ایک ہی نماز کے دو نام ہیں تو پھر انہیں ایک وقت میں ایک نام ہی بولنا چاہیے، یا کہیں کہ گیارہ تراویح، یا گیارہ وتر، یا گیارہ رکعتیں تہجد ادا کر رہے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی آدمی یہ کہے کہ میں نے دائر سمیت پانی پیا..... میں نے آب اور پانی پیا

میں نے نماز اور ظہر پڑھی..... میں نے مغرب کے فرض اور تین رکعتیں پڑھیں۔

زید نے نماز عشاء اور سترہ رکعتیں پڑھیں۔ میرے پاس آدمی اور زید آیا۔

مینہ اور بارش برس رہی ہے۔ میں نے کتاب اور بک book پڑھی۔ میں

نے نیند اور آرام کیا۔

اگر وہابیوں کو اس بات کی سمجھ نہ آئے تو انہیں کسی دانشور سے پوچھ لینا چاہیے

کہ ایک ہی وقت میں کسی چیز کے دو نام استعمال کرنے والا بے وقوفی، خود مافی اور

پاگل پن کے کونے درجے پر فائز ہوتا ہے۔ لہذا وہابیوں کے اپنے انداز سے تراویح

اور تراویح کا الگ الگ ہونا واضح ہو گیا۔

وہابیوں کی حضرت عمر اور حضرت عائشہ پر بہتان تراشی:

تہجد اور تراویح کو ایک ثابت کرنے کیلئے وہابیوں نے حضرت فاروق اعظم رضی

اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما پر بھی بہتان تراشی سے عار محسوس نہیں کی

۰- داود یہ پارٹی نے لکھا ہے: حضرت عائشہ تراویح اور قیام اللیل میں فرق کی

قائل نہیں..... (تحفۂ حنیفہ ۳۳۱)

یہ حضرت سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا پر صریح بہتان ہے، آپ سے مروی کسی روایت

میں تہجد اور تراویح کے ایک ہونے کا جملہ نہیں ہے۔

۰- مزید لکھا ہے: حضرت عمر فاروق اور متجدد سلف صالحین..... تراویح اور تہجد کو

ایک ہی سمجھتے ہیں۔ (۳۳۲)

نرا بہتان اور سیاہ الزام ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دونوں کو فرماتے ہیں: والی لنا مون عنہا الفضل من النبی لقومون (بخاری ۲۶۹۱، مشکوٰۃ ص ۱۱۵) یعنی وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو (یعنی تہجد) وہ اس سے افضل ہے جسے تم ادا کرتے ہو (یعنی تراویح)

یہاں واضح لفظوں میں دو نمازوں کا ذکر ہے، لیکن وہا بیوں کے حصہ میں داخل و تلبیس کے سوا کیا ہے؟ اور ایسے ہی متعدد سلف صالحین، پر بھی جموں کا قول منڈھا گیا ہے۔

مذکورہ پارٹی نے کہا ہے کہ تفصیل کیلئے دین الحق ۱/۵۶۰ دیکھئے!

لیجئے!..... ہم نے ان کے دین الباطل، کا مذکورہ صفحہ دیکھ لیا ہے اس پر ان کے پچیرے بھائی انور شاہ کشمیری دیوبندی کے اقوال کے سوا قرآن وحدیث اور سلف صالحین کی کوئی صریح دلیل نہیں دی گئی، یہ انداز ان کی چار سو بیسی پر دلالت کرتا ہے۔

وہا بیوں کا ایک جاہلانہ چیلنج:

وہابی مولوی ترمگ میں آکر ہلسٹ کو یہ جاہلانہ چیلنج بھی دے دیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تہجد اور تراویح کا علیحدہ علیحدہ پڑھنا قطعاً ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو! تعاقب ۷۲ از علیزئی، مقالات ربانیہ ۱۳۳ از مبشر ربانی، نماز تراویح ۳۳ مترجم از صادق خلیل وغیرہ۔

اگر ثابت نہیں تو وہا بیوں کو ایسی دلیل پیش کرنی چاہیے جس میں دونوں کے الگ الگ ہونے کی نفی ہو۔ کیونکہ ان کے ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے۔ جواز کے خلاف دعویٰ کرنے والا (یعنی نفی کرنے والا) مدعی ہے اسکا فرض ہے کہ اسکا ثبوت

شرع شریف سے دکھائے۔ (فتاویٰ ثنائیہ/۱۱۲)

۵..... بشیر الرحمن سلفی نے لکھا ہے: پھر قابل غور بات ہے کہ اگر نبی اکرم کا دعا کرنا نہیں لکھا، تو دعا نہ کرنے کی صراحت بھی تو نہیں، کوئی حدیث لائی جائے جس میں یہ وضاحت موجود ہو کہ صحابہ کرام، نبی اکرم ﷺ کیساتھ ملکر دعا نہیں کرتے تھے۔ ہاتھ ابرہانکم ان کنتم صادقین (الدعا ۳۲)

لہذا وہابیوں کو اپنے دعوے پر دلیل پیش کرنی چاہیے، اگر وہ سچے ہیں تو
۵..... شاید وہابی نہیں کہ کسی حدیث میں الگ تہجد پڑھنے کا ذکر نہیں تو گزارش ہے کہ زبیر علیہ کی نے لکھا ہے: عدم ذکر نفی ذکر کو لازم نہیں، (نور العینین ۱۰۵۳، ۸۳، ۲۰۸، ۱۲۳، حدیثہ المسلمین ۱۱۰)..... لہذا ذکر نہ ہونے سے کام کا نہ ہونا لازم نہیں آتا۔
نوٹ: یہی قانون متعدد وہابیوں نے ذکر کیا ہے۔

۵..... اگر وہابی کہیں کہ تہجد کا الگ پڑھنا ہمارے علم میں نہیں، تو بشر ربانی نے لکھا ہے "عدم علم عدم شئی کی دلیل نہیں ہوتا" (مقالات ۱۲۸)

۵..... اگر وہابی اس قانون میں سچے ہیں تو شاء اللہ امر تبری نے لکھا ہے کہ حضور کا رمضان میں وتر پڑھنے کا ذکر نہیں ملتا (فتاویٰ ثنائیہ ص ۶۵۶ جلد ۱) لہذا وہ رمضان میں وتر بھی چھوڑ دیں۔

وہابیوں کی عجیب مثالیں:

وہابی حضرات کو جب تہجد، تراویح، وتر وغیرہ کو ایک ثابت کرنے کیلئے قرآن و سنت سے کوئی دلیل نہیں ملتی تو اپنی نارسائی اور لاعلمی کا رونا روتے ہوئے یہ مثالیں

دینے لگتے ہیں۔

۱۔ زیرِ علیوی نے لکھا ہے: وتر، تراویح، تہجد، قیام لیل، قیام رمضان ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں مثلاً دریائے انک، اباسین، سین، دریائے سندھ ایک ہی دریا کے مختلف نام ہیں، (تعاقب ۶۰)

۲۔ عبد اللہ روپڑی نے لکھا ہے: تہجد اور تراویح ایک ہی ہے، مغایرت انہی اس طرح کی ہے جیسے دریائے برہم، پتر، سانچو، مینکھنا یہ تینوں ایک دریا کے نام ہیں جو جمیل مانسرد کوہ ہمالیہ کی جانب شمال سے لگتا ہے اس طرح انک، سندھ وغیرہ دریا ایک ہی ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ۱/۶۳۹)

اب ان جاہلوں کو کون سمجھائے کہ بات ایک چیز کے مختلف ناموں کے نہیں ہے۔ بلکہ ایک وقت میں کسی چیز کے ایک سے زائد نام استعمال کرنے کی ہے۔ جب احادیث مبارکہ اور خود تمہارے قول و فعل میں ایک وقت میں ماہ رمضان میں عشاء کے بعد پڑھی جانے والی نماز کے دو الگ الگ نام بولے جاتے ہیں تو اس سے ظاہر ہے کہ وہ دو الگ الگ نمازیں ہیں۔

آج تک کسی آدمی سے نہیں سنا ہوگا کہ اس نے ایک دریا کی سیر کی ہو اور بتاتے وقت اس کے تمام نام بول دیئے ہوں، بلکہ وہ ایک نام ہی استعمال کرے گا مثلاً وہ یہ نہیں کہے گا کہ میں نے دریائے سندھ اور دریائے انک سے پانی پیا یا میں نے دریائے برہم اور دریائے سانچو کی سیر کی۔ بلکہ وہ ان کے مختلف ناموں میں سے کوئی ایک نام ہی بولے گا کہ میں فلاں دریائے کی طرف گیا، یا فلاں دریا کی سیر کی۔ تو جب ایک ہی وقت میں تراویح اور وتر کو الگ الگ بتایا گیا ہے تو وہ دو نمازیں ہیں ایک نہیں۔

وہابیوں کیلئے لمحہ فکریہ: اگر وہابیوں کو تراویح اور تہجد کے ایک ہونے پر

اصرار ہے تو

○ انہیں چاہیے کہ وہ چھ سات، نو اور تیرہ رکعات بھی پڑھا کریں

○ اور ہر وقت عشاء کے بعد نہیں بلکہ کسی موقع پر وہ رات کے آخری حصہ میں بھی پڑھ کر دکھائیں!.....

○ اور اگر انہیں تراویح اور وتر کے ایک ہونے پر پکڑا رہے تو وہ اعلان کر دیں کہ اصل تراویح ایک رکعت ہے، باقی رکعات اضافی ہیں کوئی چاہے پڑھے یا نہ پڑھے، کیونکہ ابوالبرکات احمد نے لکھا ہے:

”اصل وتر ایک رکعت ہے“ (فتاویٰ برکاتیہ ۹۳)

الجہا ہے پاؤں ”نجدی“ کا زلفِ دراز میں

وہابیوں کی انوکھی چالیں:

ویسے وہابیوں کا مختلف چیزوں کو ایک قرار دینا کوئی اچھے کی بات نہیں، ان کا

یہ روزمرہ کا معمول ہے..... مثلاً:

۱۔ اگر وہ چاہیں تو تین طلاقیں کو ایک قرار دے دیتے ہیں۔

۲۔ اسم اور کنیت کو بھی ایک کہہ دیتے ہیں۔ (تحقیقی جائزہ حصہ: از صفر عثمانی)

۳۔ وہابیوں کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی نے ہر ایک کو کھلی چھٹی دے دی ہے اگر

جمعہ وعید جمع ہو جائیں تو چاہے جمعہ پڑھے یا نہ پڑھے۔ (فتاویٰ نذیریہ ۱/۳۵۱)

شاید وہ انہیں بھی ایک ہی سمجھتے ہوں۔

۴۔ جبکہ قاضی شوکانی نے تو بالکل جمعہ معاف کر دیا ہے خواہ عید پڑھیں یا نہ
(نیل الاوطار ۳/۳۲۷، القول المسد یہ ۸)

۵۔ وحابیوں کی دھلوی پارٹی نے چار آٹھ آنے کا گوشت تقسیم کرنا اور مرغ
داغے کی قربانی کو درست قرار دیا ہے۔ (مقاصد ص ۵، فتاویٰ ستاریہ ۱۷۲/۲)
شاید وہ ان چیزوں کو اور گائے اونٹ اور بکری کو ایک چیز ہی سمجھتے ہوں۔

قائدہ: یہاں پر مختصر اور خصوصاً وحابی طبع کے مطابق گفتگو کی گئی ہے۔ تفصیل کیلئے
کتاب الترویج اور دلائل المسائل..... از حضرت فقیر اعظم محمد شریف محدث کٹلوی علیہ
الرحمۃ اور آٹھ ترویج کے دلائل کا تحقیقی تجزیہ..... از مفتی محمد عبدالجید خان سعیدی ملاحظہ
فرمائیں اصل انصاف کیلئے تسلی بخش اور مطالعہ کی چیز ہے۔

وحابیوں کی ایک نئی دریافت:

بعض وحابی دوسری دلیل کے طور پر حدیث ذیل کو پیش کرتے ہیں کہ: سیدہ عائشہ
رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ
ہونے کے بعد چتر تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور ایک وتر پڑھتے..... (مسلم ۲۵۴/۱)

۱ اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرنے والے عروہ ہیں اور اسی
مسلم میں ہی انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے درج ذیل تعداد بھی بیان کی ہے۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیارہ رکعات پڑھتے جن میں ایک تر ہوتا (۲۵۴/۱)
گویا ایک وتر اور دوسری دس رکعات ہیں۔

○ آپ تیرہ رکعات پڑھتے، جن میں ایک ہی سلام سے پانچ وتر ہوتے (۲۵۴/۱)

اس میں پانچ وتر اور باقی آٹھ رکعات ہیں۔

لہذا وہا بیوں کو ایک وتر اور دس تراویح یا پانچ وتر اور آٹھ تراویح پر بھی عمل کرنا چاہئے۔

۲۔ اس روایت میں ایک وتر کا ذکر ہے، جبکہ وہابی حضرات رمضان المبارک میں تین وتر اور آٹھ تراویح پڑھتے ہیں

ابوالبرکات احمد نے لکھا ہے کہ: رمضان میں ۳ وتر سے کم نہ پڑھے جائیں (فتاویٰ برکاتیہ ۹۳)

اور داد دہیہ پارٹی نے لکھا ہے: ہم تین رکعت وتر کے ہرگز منکر نہیں..... رمضان المبارک

میں کسی بھی اچھڑیٹ کی مسجد میں نماز تراویح پڑھ کر دیکھ لیں (دین الباطل ۱/۵۱۸)

معلوم ہوا کہ ایک وتر، کی روایات پر وہابیوں کا عمل نہیں ہے جب ان روایات پر وہ خود عمل نہیں کرتے تو اہل سنت کے خلاف ان کی غوغا آرائی کیوں؟

وہابیوں کیلئے لمحہ فکریہ: وہابی لوگ سارا سال ایک وتر کی رت

لگاتے ہیں جبکہ رمضان المبارک میں اہلسنت کی دیکھا دیکھی تین وتر پڑھتے آتے

ہیں ہمارا ان کو چیلنج ہے کہ وہ کسی بھی صحیح، صریح، مرفوع روایت سے اپنا عمل

ثابت کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک میں تین وتر

پڑھے ہوں اور باقی دنوں میں صرف ایک وتر ادا کیا ہوا!

اعتراف حقیقت:

وہابیوں کا مذہب خود ساختہ، منکھوت اور جعلی ہونے کی سب سے بڑی دلیل

یہ ہے کہ خود ان کے شیخ الکل فی الکل، مفتی اعظم ابوالبرکات احمد نے دونوں لکھا ہے:

”رمضان میں ۳ اور غیر رمضان میں ایک یہ ثابت نہیں ہے۔“ (فتاویٰ برکاتیہ ۸۲)

یہ وہابیوں کی چالاکی اور عوام الناس کیساتھ فریب کاری ہے کہ ان کا اپنا

مذہب ثابت نہیں ہے لیکن وہ اہلسنت کے خلاف داویلا کرتے رہتے ہیں۔

وہابیوں کی دوسری دلیل حدیث جابر رضی اللہ عنہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں رمضان المبارک میں آٹھ رکعت اور
دو پڑھائے اگلی رات ہم مسجد میں جمع ہوئے اور یہ امید تھی کہ آپ ہمارے پاس آئیں گے
ہم صبح تک مسجد میں رہے (لیکن آپ نہ آئے) (ابن خزیمہ ۲/۱۳۸، ابن حبان ۴/۶۴)

اس روایت میں وہابیوں کی تحریف و تخریب:

چونکہ یہ روایت درست نہیں، اس لیے اس حدیث کو پیش کرتے ہوئے وہابیوں
نے عجب تحریف و تخریب کاری کا مظاہرہ کیا ہے۔

داؤدیہ پارٹی کی تحریف و تلمیس: داؤدیہ پارٹی (جس میں یحییٰ گوندلوی،
بہتر ربانی داؤدارشد وغیرہ نمایاں ہیں) نے اس حدیث میں ظالمانہ تحریف اور
گمراہانہ تلمیس کی ہے۔ لکھا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ ہم
نے تین راتیں آٹھ رکعت نماز پڑھی، پھر جب چوتھی رات آئی تو ہم پھر مسجد نبوی ﷺ میں
اکٹھے ہوئے مگر رسول اللہ ﷺ نہ آئے (دین الباطل ۱/۵۲۲)

ہمارا داؤدارشد اور اس کے حواریوں کو کھلا چیلنج ہے کہ وہ اس روایت سے "تین
راتیں پھر جب چوتھی رات آئی" کے الفاظ صراحتاً ثابت کرے وہ جس کتاب سے یہ
الفاظ نکال دکھائیں ہم وہی کتاب انہیں بطور انعام دیں گے۔ لیکن

۔ نہ خنجر اٹھے گا نہ کھواران سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں
 داؤدار شد حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ پر طعن کرتے ہوئے لکھتا ہے
 علماء بریلی خوردبین سے یہاں آئین کو آہستہ کہنے کی دلیل تلاش کر سکتے ہیں تو
 کریں راقم کو تو جوانی کے دور میں بھی بیٹائی ٹھیک ٹھاک ہوتے ہوئے بھی نظر نہیں آئی
 (دین الباطل ۱/۵۱)

ٹھیک یہی الفاظ ہم انہیں واپس کر رہے ہیں۔ اور ساتھ یہ اضافہ بھی کہ
 (ص ۵۱) تک انکی نظر ٹھیک رہی اور دور جوانی بھی قائم رہا آخر کیا وجہ ہے کہ ۵۲ تک
 پہنچتے ہی ان کی نظر کیوں بہک گئی؟ کہ انہیں ایک کے دو نظر آنے لگے اور ان کے
 اعصاب پر بڑھاپا کیوں چھا گیا؟ کہ وہ حدیث پر قائم رہنے کی بجائے وحایت کی
 تائید میں تحریف و تلمیس پر آئے؟ معلوم ہوا کہ داؤدار شد کی "نظر" حق و صداقت کو
 دیکھنے سے عاری ہے، کیونکہ اس پر مرض و حایت طاری ہے جو اس کے حدیث میں
 متروک اور مردود ہونے کی دلیل بھاری ہے

دوسرا دجل: اسی حدیث میں مذکورہ پارٹی نے دوسرا دجل یہ کیا کہ حدیث کا عربی
 متن ادھورا لکھ کر "الحدیث" تو کہا، لیکن جب ترجمہ کیا تو آخر میں "انجی" لکھ مارا تا کہ اردو
 دان سمجھ جائیں کہ یہاں حضرت جابر کی روایت مکمل ہو گئی ہے، جبکہ وہ مکمل نہیں تھی۔

تیسرا دھوکہ: اسی حدیث کے متعلق تیسرا دھوکہ اور اسمیں تحریف یوں کی کہ لکھا
 انسی خشیت ان یکتب علیکم، اس جملہ کے آخر میں "الوتر" کے
 الفاظ تھے جنکا تعلق "ان یکتب" کیساتھ بطور نائب فاعل کے تھا چونکہ یہ روایت صحاح

کی روایت کے خلاف تھی اس لیے دہائیوں نے اسے ترک کرنے کی بجائے ابھل کر بیونت کا کتب دکھا دیا لا حول ولا قوة الا باللہ

زبیر علیہ السلام کی کافریت:

یہ صاحب بھی اپنے مذہب کی تائید میں کتب بیونت، دھوکہ و فریب کاری سے پورا کام لیتے ہیں اور احادیث مبارکہ میں تحریف و خیانت سے بھی پرہیز نہیں کرتے، جو ان کے متروک الحدیث ہونے کیلئے کافی ہے۔ تفصیل تو کسی جگہ ہوگی سر دست ملاحظہ ہو! زبیر نے حدیث مذکور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان میں جو نماز پڑھی تھی، آٹھ رکعتیں اور (تمن) وتر تھے (صحیح ابن خزیمہ: ۲/۱۳۸ ح ۱۰۷۰، صحیح ابن حبان: ۳/۶۲، ۶۳ ح ۲۳۰۱)۔ (حدیث المسلمین ۷۲)

ہمارا زبیر کو چیلنج ہے کہ محولہ کتب سے یہ ثابت کریں کہ تمن راتیں رمضان المبارک میں جو نماز باجماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی تھی، ان کتب کے کون سے صفحات پر تصریح ہے کہ ”وہ آٹھ رکعتیں اور تمن وتر تھے“

زبیر کا ”تمن“ کے لفظ کو بیکٹ میں لکھ دینا بھی اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ الفاظ اس حدیث میں نہیں ہیں، اس کا اپنا کیا دھرا ہے اگر اس حدیث میں تمن وتر کی صراحت ہے تو اس کی نقل کردہ پہلی روایت میں ایک وتر کی صراحت ہے ملاحظہ ہو! (حدیث المسلمین ۷۲) جس پر دہائیوں کا عمل نہیں ہے تو یہ روایات آپس میں متعارض ہوئیں لہذا انہیں دونوں کو خیر باد کہہ دینا چاہیے۔

ابوالبرکات کی تضاد بیانی: ابوالبرکات نے لکھا ہے: "وہ ایک، تین، پانچ اور اس سے بھی زیادہ ثابت ہیں مگر اس قسم کا فرق یعنی رمضان میں ۳ اور غیر رمضان میں ایک یہ ثابت نہیں ہے۔ (فتاویٰ برکاتیہ ۸۲)

اس کے بعد "گوہر انشائی" فرماتے ہیں "رمضان میں ۳ دن سے کم نہ پڑھے جائیں" (۹۳) مطلب یہ ہے کہ غیر رمضان میں ۳ سے کم بھی پڑھ سکتے ہیں، لیکن رمضان میں صرف ۳ پڑھ سکتے ہیں جبکہ پہلے اسی فرق کی تردید کر رہے ہیں اور اب خود فرق کر ڈالا۔۔۔ یہ وہابیہ کے شیخ الکل فی الکل اور مفتی اعظم کا حال ہے۔

وہابیوں کی چالاکی: یہ حدیث چونکہ احادیث صحیحہ کے خلاف اور اس کے راویوں پر شدید جرمیں موجود ہیں، اس لیے وہابی اس حدیث کو ادھر اور نقل کر کے اپنی چالاکی کا اظہار کرتے ہیں، کیونکہ اگر پوری روایت نقل کر کے ترجمہ کر دیں تو دھوکہ ظاہر ہو جائے مثلاً:

- ۱۔ داؤد یہ پارٹی نے دین الباطل ۵۲۲/۱ پر
- ۲۔ ۳۔ زبیر علیہ نے تعاقب ۷۶ اور حدیث المسالین ۷۲ پر
- ۳۔ عبدالغفور اثری نے تحفہ رمضان ۷۰ پر
- ۵۔ عطاء اللہ حنیف نے تہلیقات علی التسانی ۱۹۱/۱ پر
- ۶۔ صادق سیالکوٹی نے صلوة الرسول ۳۸۱ پر

یہ روایت احادیث صحیحہ کے خلاف ہے:

اس حدیث کے احادیث صحیحہ کے خلاف ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ۔

۱۔ اس روایت میں صرف ایک رات باجماعت نماز ادا کرنے کا ذکر ہے، جبکہ صحاح ستہ میں تین رات باجماعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے، ملاحظہ ہو!۔
بخاری ۱/۱۰۱، ۱۲۶، ۱۵۲، ۲۶۹، مسلم ۱/۲۵۹، ترمذی ۱/۹۹، ابوداؤد ۱/۱۹۵، نسائی مع تعلیقات ۱/۱۹۲ ابن ماجہ ۹۵ وغیرہ۔

اس حقیقت کا اعتراف خود وہابیوں کو ہے کہ تراویح کی جماعت صرف تین رات ہوئی ہے..... دیکھئے! مقالات ربانیہ ۱۲۰، ۱۳۳، رکعات التراویح ۷۹، فتاویٰ الحمدیث ۱/۶۳۷، صلوة الرسول ۳۷۸، تسہیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوة الرسول ۳۰۶۔

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ ایک رات کا ذکر کسی صحابی سے منقول نہیں ہے سب نے تین رات باجماعت نماز کا تذکرہ کیا ہے..... مثلاً:
حضرت عائشہ (بخاری ۱/۱۰۱)

حضرت ابوذر (ترمذی ۱/۹۹، ابوداؤد ۱/۱۹۵)

حضرت نعمان بن بشیر..... (نسائی مع تعلیقات ۱/۱۹۲)

حضرت انس..... (مسلم ۱/۳۵۲)

حضرت زید بن ثابت (مسلم ۱/۲۶۶ بخاری ۱/۱۰۱)

۳۔ صحاح ستہ بلکہ اس کے علاوہ بھی کسی کتاب میں بھی رسول اللہ ﷺ کے آٹھ رکعات اور وتر باجماعت پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔ دور کیوں جائیں، خود عطا اللہ حنیف وہابی نے لکھا ہے: قال الحافظ لہ ارفی شیء من طرقہ بیان عدد صلوتہ فی تلك الليالی (تعلیقات ۱/۱۹۱)

حافظ ابن حجر نے کہا کہ میں نے (تین رات جماعت کرانے کی) روایت کے کسی

بھی طریق میں تعداد کا بیان نہیں دیکھا۔

نوٹ: حافظ ابن حجر کی یہ عبارت فتح الباری ص ۳ ج ۱۶ پر موجود ہے

۵ عبداللہ غازی پوری نے بھی یہ عبارت لکھی ہے ملاحظہ ہو! (رکعات التراويح ۱۷۱)

نوٹ: حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ کی ثقافت و وسعت علم کے متعلق

ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے: حافظ الدین ابن حجر رحمہ اللہ۔ (احادیث حدایہ ۱۸)

۵ داؤد یہ پارتی نے لکھا ہے: حافظ الدین علامہ ابن حجر۔ (دین الباطل ۱/۸۲، ۵۷۵)

۵ انہوں نے جگہ جگہ ان کو بطور حجت پیش کیا ہے اور مقدمہ میں لکھا ہے کہ ان

سے بھر پور فائدہ اٹھایا ہے (ایضاً ۳۷)

۳۔ احادیث صحاح ستہ میں ”وتر“ کا ذکر بھی نہیں ملتا۔

غازی پوری کی حدیث دانی:

عبداللہ غازی پوری، جسے عبدالرحمان مبارکپوری نے بھی استاذ الاستاذہ عمدۃ

المحدثین جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے (رکعات التراويح ۵)۔ کی حدیث دانی ملاحظہ

ہو!..... لکھا ہے، حضرت عائشہ کی وہ حدیث جسمیں یہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ماہ رمضان کی راتوں میں تین یا چار رات جماعت کیساتھ نماز پڑھی

تھی، (رکعات التراويح ۷۹)

جبکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ چار، نہیں صرف تین دن نماز پڑھی تھی خود وہاں یہ

نے بھی۔۔۔۔۔

۱۔ مبشر ربانی نے لکھا ہے احادیث صحیحہ میں تین راتوں۔۔۔۔۔ نے کا ذکر

ہے (مقالات ۱۳۳)

۲۔ عبد اللہ روپڑی نے لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ نے تین رات ہا جماعت پڑھا کر
 فریضت کے خوف سے ترک کر دی۔ (فتاویٰ الحدیث ۱/۶۶۶)

۳۔ صادق سیالکوٹی نے لکھا ہے: رسول خدا نے تین رات تراویح پڑھائی۔

(صلوة الرسول ﷺ ۳۷۸)

کیا یہ ایک ہی واقعہ ہے؟ صحاح ستہ کے تین رات والے اور حدیث
 جابر میں بیان کیے گئے ایک رات والے واقعہ کو وہابی حضرات ایک ثابت کرنے
 کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دینے کے باوجود جب اسے ایک ثابت نہیں کر سکتے
 (کیونکہ خود روایتوں کے الفاظ ہی ان کی تردید کر دیتے ہیں) تو پھر حافظ ابن حجر
 عسقلانی کے قول کا سہارا لیتے ہیں، لیکن اتنا شعور نہیں رکھتے کہ انہوں نے یہ بات مان
 كانت القصة واحدة کہہ کر کہی ہے کہ ”اگر یہ قصہ ایک ہے“ جب انہیں خود اس
 واقعہ کے ایک ہونے پر یقین نہیں، تو ہم کیسے یقین کر لیں! ...

یہ روایت ضعیف ہے:

احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی بناء پر یہ حدیث ضعیف قرار پاتی ہے۔ جبکہ
 اس کے راوی محمد بن حمید، یعقوب بن ابی اسحاق بن جابر پر شدید جرح بھی موجود ہے، جس کا
 اقرار وہابیوں کو بھی ہے، دیکھیے! ...

تعاقب ص ۶۷ از زبیر علیہ

دین الباطل ۱/۵۳۲ از دلفاؤ دارشد

مقالات ربانیہ ۱۳۰ از مشرربانی

وہابی مولوی ان راویوں کو ثقہ ثابت نہ کرنے میں پورا زور لگاتے ہیں ان کی

اس کوشش پر صدر عثمانی نے یوں پانی پھیرا ہے کہ ”محمد شین کا اصول ہے کہ وہ مختلف فیہ شخصیت میں صحیح اور ثقہ رواۃ کی کامل صفات نہیں مانتے کیونکہ بعض کے ثقہ کہنے سے مسلمہ ثقہ نہیں بلکہ وہ متنازع ہی رہتا ہے اور متنازع فی التوثیق شخص کی روایت کو صحیح کہنا اصول کے خلاف ہے: (تحقیقی جائزہ حصہ دوم ص ۱۶)

نوٹ: بعض الوہابیہ کو جو یہ زعم ہے کہ یہ راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں، وہ بھی غلط ہے کیونکہ ایک تو یہ راوی جمہور کے نزدیک ثقہ نہیں، دوسرے صدر عثمانی نے لکھا ہے، ”دھوکہ کوئی شرعی دلیل نہیں“ (احسن الاماثل ص ۷۹)

اور عبداللہ روپڑی نے بھی لکھا ہے ”دھوکہ علماء کوئی دلیل نہیں“ (فتاویٰ اہلحدیث جلد ۱، ص ۲۶۳) راویوں پر جرح کی تفصیل کیلئے ”میں التراویح“ از مولانا محمد کاشف اقبال مدنی ملاحظہ فرمائیں!

وہابیوں کا اعتراف: بعض وہابیوں نے اسے تسلیم کر لیا ہے کہ یہ روایت ان کی بنیادی دلیل نہیں بلکہ تائیدی ہے، ملاحظہ کیجئے! ”تحقیق تراویح“ از سلطان محمود وہابی

وہابیوں کا ایک دھوکہ: اس روایت کی توثیق کیلئے وہابی یہ دھوکہ بھی

دیتے ہیں کہ چونکہ یہ روایت ابن خزیمہ و ابن حبان میں آگئی ہے، لہذا یہ صحیح ہے اس دھوکہ کا خود وہابیوں نے ہی رد کر دیا ہے کہ ”کسی عالم کا کسی روایت کو اپنی کتاب میں درج کرنا اس کی صحت کی دلیل نہیں ہوتا“ ملاحظہ ہو! مقالات ربانیہ ۱۳۳، از بشر ربانی و نحوہ فی تحقیقی جائزہ ۱۵۳/۳ از صدر عثمانی۔

داؤد یہ پارٹی کا جھوٹ: داؤد ارشد نے لکھا ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ (دین الباطل ۱/۵۲۳) یہ سراسر جھوٹ اور فریب ہے۔ کیونکہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا خود حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی تردید کر رہی ہے۔

تیسری دلیل واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ! میرے گھر کی عورتوں نے رمضان کی رات مجھ سے کہا ہم قرآن نہیں جانتی ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گی۔ میں نے انہیں آٹھ رکعات اور تڑپا حائے، آپ نے اس پر کچھ نہیں کہا۔ یہ آپ کی رضامندی والی سنت بن گئی۔ (مقالات ربانیہ ۱۳۲)

اس حدیث سے وہابیوں کا سلوک: ملاحظہ فرمائیں! وہابیوں نے اس حدیث سے کیسا ناروا سلوک کیا ہے

داؤد ارشد کی تحریف:

داؤد یہ پارٹی (یحییٰ گوندلوی، مبشر ربانی، داؤد ارشد اور عبدالعزیز وغیرہ) نے اس حدیث میں تحریف و تغیر کا گھناؤنا ارتکاب کیا ہے حدیث مذکور میں قلن انالانقرء القرآن، کے بعد فنصلی حلفک، کا جملہ ازا دیا ہے، دیکھیے!... (دین الباطل ۱/۵۲۳)

زبیر علیزئی کی جھالت افروزی:

اس حدیث کے متعلق لکھا ہے جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے..... (اداکاروی کا تعاقب ۷۸)

جبکہ یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں، زبیر کا حدیث میں ضعیف ہونا واضح ہوا۔

یہ روایت ضعیف ہے: زبیر علی زئی نے لکھا ہے: ان حدیث کی سند وہی ہے جو کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ہے۔ (اداکاروی کا تعاقب ۷۸)

جب اس کی سند وہی ہے تو وہ بھی مجروح اور یہ بھی مجروح، لہذا ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔ تفصیل کیلئے گزشتہ حدیث پر بحث ملاحظہ ہو! اس کے متن راوی محمد بن حمید، عیسیٰ بن جابر اور یعقوب ثقی مجروح ہیں۔

یہ واقعہ رمضان المبارک کا نہیں:

وہابی حضرات اس روایت کو بنیادی طور پر قیام اللیل اور مجمع الزوائد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں، قیام اللیل ۱۵۵ پر اس روایت میں فی رمضان، کے لفظ ہیں، جبکہ مجمع الزوائد پر یعنی فی رمضان کے الفاظ ہیں، جن سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ الفاظ اس حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے نہیں ہیں، بلکہ کسی دوسرے راوی نے اپنی طرف سے ملا دیئے ہیں اور وہ اپنی طرف سے تانا چاہتا ہے کہ یہ واقعہ رمضان المبارک میں پیش آیا۔

جب وہابیوں کے نزدیک صحابی کی بات حجت نہیں (عرف الجادی وغیرہ) تو کسی دوسرے راوی کی بات کیسے سند بن گئی!

○ اسی روایت کو امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے نقل کیا ہے اور اس میں نہ

تو فی رمضان ہے اور نہ ہی معنی فی رمضان کے لفظ ہیں (مسند احمد، ۱۱۵/۵) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ رمضان المبارک میں پیش ہی نہیں آیا تھا..... تو وہابیوں کا اس روایت پر بظلمیں بجانا بے محل ٹھرا

عبدالرحمان مبارکپوری کا اعتراف: مبارکپوری نے بھی مجمع الزوائد کے حوالے سے یعنی فی رمضان، کے الفاظ نقل کر کے بتا دیا ہے کہ اصل روایت میں رمضان المبارک کا ذکر نہیں ہے۔ (تحفة الارسذی)

تحسین بیٹھی کی حقیقت: اس روایت کے متعلق امام بیٹھی کا اسنادہ حس کہتا بھی وہابیوں کیلئے بڑی فرحت کا سامان مہیا کرتا ہے۔ لیکن انہیں اتنا شعور نہیں رہتا کہ جس روایت کی سند کو حسن کہا گیا ہے اس میں اصلاً رمضان المبارک کا ذکر نہیں ہے۔

۵..... اور ان کے سرغنہ عبدالرحمن مبارکپوری نے نھما ہے، بیٹھی کے حسن کہنے سے دل مطمئن نہیں ہوتا۔ (ابکار السنن ۷۵-۱۹۹)

بتائیے!..... جس آدمی پر وہابی مطمئن نہیں ہیں، انہیں پیش کیوں کرتے ہیں۔ فقط اس لیے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے؟

فائدہ: مسند احمد ۱۱۵/۵ کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کیساتھ پیش ہی نہیں آیا تھا، بلکہ کسی آدمی کا واقعہ ہے۔

چوتھی دلیل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حکم

امر عمر بن الخطاب ابی ابن کعب و تمیما الداری ان

يقوم للناس باحدى عشرة ركعة (موطا امام مالک ۱۱۳)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔

جوابات: اس روایت کے متعدد جواب ہیں:

۱۔ یہ روایت شاذ ہے:

۲۔ اس روایت میں امام مالک علیہ الرحمۃ کو دم ہوا ہے۔ کیونکہ ”گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا“ کے لفظ ”رف“ انہوں نے نقل کیے ہیں، جیسا کہ گذر چکا ہے۔

اس روایت کو حضرت سائب بن یزید سے تین اشخاص مثلاً ۱۔ محمد بن یوسف، ۲۔ یزید بن خصیفہ اور ۳۔ حارث بن ابی ذباب نے روایت کیا ہے۔

محمد بن یوسف سے پانچ آدمیوں نے مثلاً: ۱۔ امام مالک، ۲۔ عبدالعزیز بن محمد، ۳۔ محمد بن اسحاق، ۴۔ یحییٰ بن سعید اور ۵۔ داؤد بن قیس نے روایت کیا ہے

حضرت سائب کے دونوں شاگرد یزید بن خصیفہ اور حارث نے حضرت سائب سے 11 کی بجائے 20 رکعات کا ذکر کیا ہے۔ گیارہ کا ذکر صرف محمد بن یوسف نے کیا ہے

۵۔ بلکہ امام عبدالرزاق نے خود محمد بن یوسف سے بھی اس رکعات کی روایت بیان کی ہے۔

۶۔ علامہ ابن عبدالبر نے اس ۲۰ رکعت والی روایت کو صحیح قرار دیا اور گیارہ رکعت

والی روایت کو امام مالک کا دم کہا (زرقاتی شرح موطا)

۷۔ اور آگے محمد بن یوسف کے چار شاگردوں میں سے صرف امام مالک نے یہ

بات نقل کی ہے کہ حضرت عمر نے 11 رکعات کا حکم دیا۔

۸۔ حضرت سائب کے شاگرد یزید بن خصیفہ سے ان کے تینوں شاگرد امام

مالک، ابن ابی ذئب اور محمد بن جعفر بالاتفاق میں رکعاتِ روایت کرتے ہیں (سنن کبریٰ ۲/۴۹۶، موطا امام مالک ص ۹۲، فتح الباری ۸/۳۱۶، معرفۃ السنن)

۵..... ان روایات کو امام سیوطی نے (الماہوی للعلامة، دی میں) اور ملا علی قاری و امام سبکی نے صحیح قرار دیا ملاحظہ ہو! آثار السنن ۱۵۵

۵..... حافظ ابن حجر نے امام مالک، یزید بن حصیہ اور سائب بن یزید کی ہمزہ رکعات والی روایت کو فتح الباری ۸/۳۱۶ پر نقل کر کے اس کے صحیح یا حسن ہونے کی تائید کر دی ہے لہذا ان روایات پر وہابیوں کی جرح مردود و باطل ہے۔

اس لئے وہابیوں کی پیش کردہ شاذ اور مضطرب روایت کے مقابلہ میں یزید بن حصیہ کی میں رکعت والی روایت کو ترجیح ہوگی، کیونکہ ان کے تینوں شاگرد اس پر تعلق ہیں جبکہ محمد بن یوسف کے شاگرد مختلف ہیں۔

۳۔ وہابیوں کی پیش کردہ روایت میں رمضان المبارک کا بھی ذکر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زبیر علیہی و دیگر وہابیوں کو بریکٹ میں ”رمضان میں رات کے وقت“ کا جملہ لکھنا پڑا..... جبکہ ہماری پیش کردہ روایات میں اکثر کے اندر رمضان کی صراحت موجود ہے۔

۴۔ اس روایت میں وتر کا بھی ذکر نہیں، لہذا گیارہ رکعات میں وہابیوں کو وٹروں کا نام ترک کر دینا چاہیئے۔

۵۔ اس روایت کو امام مالک نے ذکر کیا لیکن اس پر اپنے موقف کی بنیاد نہ رکھی وہ گیارہ رکعات کے قائل نہیں، جیسا کہ گذر چکا ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ ان کے نزدیک بھی یہ روایت درست نہ تھی۔

۶۔ اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ثابت ہے تو آج تک مکہ مدینہ میں

اس پر عمل نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ کسی اسلامی ریاست میں یہ طریقہ مزوج نہیں ہو سکا اور آج بھی مکہ و مدینہ میں ہیں (رکعت تراویح) پڑھتے ہیں۔ جس کی تفصیل علیہ سالم (سعودی عالم) نے اپنی کتاب التراويح اکثر من الف عام فی مسجد النبوی میں درج کر کے بتا دیا ہے کہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ کے دوران کبھی ایک بار بھی مسجد نبوی میں آٹھ تراویح نہیں پڑھی گئی۔ لہذا آٹھ رکعت والی روایت کو امت مسلمہ کا "تلقی بالرد" حاصل ہے۔ یعنی امت نے اسے بالاتفاق رد کر دیا ہے (یہ زبیر کے لفظوں میں جواب ہے)

۷۔ اسی روایت کو درج کرنے کے بعد خود حضرت امام مالک نے دواثر میں رکعات کے متعلق نقل کر کے اس روایت کی حقیقت بتا دی ہے کہ پہلا روایت پر انہیں اعتماد نہیں ہے۔

۸۔ اس روایت کو امام شافعی نے بھی نقل کیا، لیکن آٹھ کے بجائے بیس تراویح کو اپنا مذہب بنایا۔ ملاحظہ ہو! ترمذی ۹۹/۱، میزان الکبریٰ ۱/۲۳۱ وغیرہ

وہابیوں کے دھوکے: نمبر وار وہابیوں کے دھوکوں کے جوابات ملاحظہ ہوں!

۱۔ "یہ حدیث بہت سی کتابوں میں موجود ہے"

اگر اس قانون سے حدیث صحیح ہو جاتی ہے تو بیس رکعات کی روایات اس سے کہیں زیادہ کتب میں موجود ہیں، پھر ان پر ہمیں تجبیں کیوں ہیں؟ اور نوافل اور اذیت مصطفیٰ کی روایات بھی بہت سی کتب میں ہیں، ان سے انکار کیوں؟

۲۔ "اس کے تمام راوی زبردست قسم کے ثقہ ہیں"

راویوں کے ثقہ ہونے سے حدیث کا اضطراب اور شاذ ہونا ختم نہیں ہوتا اسی طرح کسی

ثقفہ راوی کا وہم بھی دور نہیں ہوتا۔ ابراہیم یا لکھوٹی نے کہا ہے ”وہم بعض وقت بڑے لوگوں کو بھی لگ جاتا ہے“ (اخبار الحمد ص ۳۰ نومبر ۱۹۲۳)

۳۔ ”اس سند کے کسی راوی پر کوئی جرح نہیں ہے“

سند کی صحت متن کی صحت کو لازم نہیں ہے۔ زبیر نے خود لکھا ہے: حدیث اگر صحیح بھی ہوتی تو منسوخ ہے (نور العین ۱۲۷) لہذا یہاں اگر سند صحیح بھی ہوتی تو مضطرب اور ہذا زوم ہے۔

۴۔ ”شاہ ولی اللہ دہلوی نے اہل حدیث سے نقل کیا ہے کہ مؤطا کی تمام احادیث صحیح ہیں“ (حجتہ اللہ البالغہ ۲/۱۲۳ اردو)

اگر وہابی اسے مانتے ہیں تو پھر میں رکعت والی دونوں روایتیں بھی اسی مؤطا میں ہیں، لہذا انہیں بھی مانیں: اور ایک روایت گیارہ رکعت والی پر میں رکعت کی دور روایتوں کو ترجیح ہونی چاہیے۔ جبکہ ہم ثابت بھی کر چکے ہیں کہ گیارہ رکعت کی روایت میں وہم ہے۔

۵۔ ”جناب طحاوی حنفی نے ”تھڈ ایل“ کہہ کر یہ اثر بطور حجت پیش کیا ہے (معانی الآثار ۱۹۳) امام طحاوی کی تقلید و حایوں نے کب سے شروع کر لی ہے؟ کیا وہابی امام طحاوی کی ہر مستدل روایت کو مانتے ہیں؟

۶۔ ”ضیاء المقدسی نے القمارہ میں یہ اثر لاکر اسکا صحیح ہونا ثابت کر دیا ہے“

اسکا جواب مبشر ربانی نے لکھا ہے کہ ”اتنے کج فہم اور عقل سے پیدل ہیں کہ انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ کسی عالم کا کسی روایت کو اپنی کتاب میں درج کرنا اس کا صحت کی دلیل نہیں ہوتا“ (مقالات ربانیہ ۱۳۳)

۷۔ امام ترمذی نے اس جیسی اس سند کے بارے میں کہا، حسن صحیح (ح ۹۲۶)

اسے توثیق کہا: اس جیسی سند کی روایت اگر متناہی صحیح ہو تو پھر کیا اعتراض ہے؟ اور وہابیوں کو امام ترمذی کا حسن صحیح کہنا کب قبول ہے، کتنی ہی ایسی روایات ہیں جنہیں ترمذی نے یہی ڈگری دی مگر وہابیوں نے قبول نہیں کیا ترک رفع یدین کی حدیث کو امام ترمذی نے حسن صحیح نہیں کہا؟ جس پر داؤد یہ پارٹی نے لکھا ہے:

”رہی امام ترمذی کی تحسین تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ تحسین کرنے میں متساہل واقعہ ہوئے ہیں (دین الباطل ۱/۳۷۷)

۸۔ ”اس روایت کو متقدمین میں سے کسی ایک محدث نے بھی ضعیف نہیں کہا“ اس جملے سے اتنا تو مان لیا کہ متاخرین نے ضعیف کہا ہے، جبکہ ابن عبد البر نے اسے امام مالک کا وہم قرار دیا ہے اور اگر متقدمین کی جرح منقول نہیں تو کیا ہوا! خود زہیر نے لکھا ہے: عدم ذکر کفری؛ کزو سترزم نہیں (نور العین ص ۵۴، ۵۷ وغیرہ)

۹۔ ”علامہ باجی علیہ الرحمہ نے اس اثر کو تسلیم کیا ہے“ لیکن انہوں نے یہ بھی تو فرمایا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بعد میں تیس رکعات (۲۰ تراویح اور تین وتر) کا حکم فرمایا تھا۔ (حاشیہ مؤطا ۹۸)

اب کیا وجہ ہے کہ وہابی، علامہ باجی علیہ الرحمہ کی اس وضاحت کو تسلیم نہ کر کے، ”میضاہپ اور کزو تھو“ کے مصداق کیوں بنتے ہیں۔

۱۰۔ ”علامہ نیوی نے کہا ہے اسناد صحیح (آب راسنن ۲۵۰) (ملخصاً)

انہوں نے سند کو صحیح کہا ہے نہ کہ حدیث کو، کیوں کہ سند کی صحت سے متن کی صحت لازم نہیں اور علامہ نیوی نے اس روایت کے جو حقد، جوابات ارشاد فرمائے ہیں۔ وہابی ان کو قبول کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے علامہ قسطلانی، امام بیہقی، امام سیوطی اور علامہ شعرائی علیہم الرحمہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ (اگر اسے صحیح مان لیں تو دوسری روایات

کے پیش نظر اسکا جواب یہ ہے کہ (حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جس پر فیصلہ عمل ہوا وہ بیس رکعت تراویح ہے) (مُلخصاً از آثار السنن ص ۲۵۰)
 لہذا وہابی محققین کا اس روایت کو مضطرب اور شاذ نہ ماننا باطل اور بے بنیاد ہے
 نوٹ: یہ زبیر علی زئی کے دس دھوکوں اور فریب کاریوں کا جواب ہے ملاحظہ ہو!
 (تغاب ۷۹)

داؤد یہ پارٹی کو کھلا چیلنج:

اپنے اکابر کی روش اپناتے ہوئے مذکورہ پارٹی نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ: امام
 مالک کے دو ثقہ تابع موجود ہیں (دین الباطل ۱/۵۲۵).....

یہ سراسر غلط اور دھوکہ و فریب ہے۔ یہی فریب اور جھوٹ مبارکپوری نے تحفہ الا
 حوذی ۲/۷۳ میں اور ابراہیم سیالکوٹی نے انارۃ المصالح میں بولا..... اور حضرت فقیر اعظم
 علامہ محمد شریف محدث کوٹلوی سیالکوٹی علیہ الرحمہ نے اسکا محاسبہ کیا جسکے جواب میں وہ اپنا
 سامنے لے کر رہ گئے اور آج تک کوئی جواب نہ دے سکے ملاحظہ ہو! (دلائل المسائل)

ایسے ہی اگر مذکورہ پارٹی میں جرأت اور غیرت ہے تو وہ ان دو تابع کی دونوں
 روایات پیش کرے جس میں امر عمر کے الفاظ موجود ہوں ورنہ یہ مکاری بند کرے۔

داؤد یہ پارٹی کی حدیث دانی: داؤد ارشد اینڈ پارٹی نے لکھا ہے:
 محمد بن یوسف سے اکیس رکعت روایت کرنے والے داؤد بن قیس ہیں۔

(۱۰ دین الباطل ۱/۵۲۵)

حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ محمد بن یوسف سے صرف داؤد بن قیس کی ہی

روایت نہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی روایت کرنے والے موجود ہیں ملاحظہ ہو!

○ امام عینی علیہ الرحمۃ نے بھی نقل کیا ہے:

روی عبد الرزاق فی المصنف عن داؤد بن قیس وغیرہ عن

محمد بن یوسف (عمدة القاری ۵/۳۵۷)

امام عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں داؤد بن قیس اور دوسرے راویوں سے

محمد بن یوسف کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

○ امام ابن عبد البر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

روی غیر مالک فی هذا الحديث احدی وعشرون وهو الصحيح

ولا اعلم احداً قال فيه احدی عشرة الامالکا ... (زرقاتی شرح موطا، جلد ۱)

موطا امام مالک ۹۸)

اس حدیث کو امام مالک کے علاوہ راویوں نے اکیس رکعات کے الفاظ سے

روایت کیا ہے اور یہ بھی صحیح ہے، اور میں نہیں جانتا کہ امام مالک کے علاوہ دوسرے

راویوں میں کسی ایک نے بھی گیارہ رکعات ذکر کی ہوں۔

داؤد یہ پارٹی کی شاطرانہ چال:

داؤد یہ پارٹی نے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ پر یہ اتہام بازی کی ہے کہ

ان کی کوئی روایت معتبر نہیں، غلط محض ہے ... جرح جو کہ بلا دلیل ہے (دین

الباطل ۱/۵۲۳، ۵۲۵)

یہ مذکورہ پارٹی کی شاطرانہ چال ہے، کیونکہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے محمد بن

یوسف کو مطلقاً قابل حجت قرار نہیں دیا، بلکہ مسئلہ تراویح کے متعلق ان کے اضطراب کو

دلیل بیان فرما کر لکھا ہے..... جبکہ مقصد یہ ہے کہ دریں مسئلہ ان کی روایات چونکہ
 مضرب ہیں، لہذا حجت نہیں..... لیکن وہابیوں کے پاس عقل سلیم ہوتو کچھ غور کریں۔
 ۱۱۔ ”یہ فاروقی حکم بھی حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہے! جبکہ مرفوعہ احادیث بھی
 اس کی تائید کرتی ہیں“ یہ بھی سراسر جھوٹ اور دھوکہ ہے..... کیونکہ فاروقی حکم ثابت
 نہیں اور کوئی مرفوعہ روایت، اس کی تائید نہیں کرتی..... کما مر تفصیلاً۔

عبدالغفور اثری کی بے لگامی

وہابیوں کے منہ روز اور منہ پھٹ عبدالغفور اثری نے لکھا ہے بعض بدعت پسند
 مولوی صاحبان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق نے ابی بن کعب اور حمیم داری دونوں
 کو بل کر گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم ارشاد فرمایا تھا تو دونوں قاریوں نے نماز تراویح
 کی رکعات آپس میں تقسیم کر لی تھیں۔ سو یہ بات بالکل غلط اور قلت مطالعہ پر مبنی ہے
 (تحفہ رمضان ۷۲)

اس وہابی کی ”بدعت پسند“ کے جملے سے اگر یہ مراد ہے کہ میں تراویح کا
 موقف رکھنے والے، بدعت پسند ہیں تو یہ سراسر بکواس، نراوشام اور امت مسلمہ کو بدعت
 پسند ثابت کرنے کا ناپاک منصوبہ ہے، ایسی قبیح حرکت کی جس قدر مذمت کی جائے کم
 ہے۔ اور اگر ان کی مراد اہلسنت کے موجودہ افراد ہیں، جنہیں وہ بریلوی، کہہ کر پکارتے
 ہیں۔ تو بھی قلت تہذیر، عقل کی کمی اور فہم کی نارسائی کا نتیجہ ہے، کیونکہ یہ بات آج نہیں
 کہی گئی بلکہ حاشیہ موطا امام مالک ۱۹۸ اور آثار السنن پر بھی موجود ہے.....

پانچویں دلیل: سعید بن منصور از عبدالعزیز بن محمد از محمد بن یوسف جناب
 سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ

میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے (سنن سعید بن منصور)

جوابات: امام بیہقی نے سنن کبریٰ ج ۱ ص ۳۹۶ پر اور معرفۃ السنن پر حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے بیس رکعت نقل کی ہیں اور اس روایت کی سند کو علامہ سبکی اور ملا علی قاری نے صحیح کہا (آثار السنن ۲۵۵)

۲۔ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے..... و فی سنن البیہقی وغیرہ بالاسناد صحیحہ عن السائب بن یزید الصحابی قال کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطاب فی شہر رمضان بعشرین رکعة فانہ اولیٰ بالاسناد و اقویٰ فی الاحتجاج (المجاوی للفتاویٰ جلد ۱ ص ۳۳۸)

سنن کبریٰ بیہقی اور دیگر کتب حدیث میں صحیح سندوں کیساتھ تو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ (صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم) سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا وہ (صحابہ و تابعین) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھے یہ روایت بہت ہی بہتر اور دلیل بنانے میں بہت زیادہ قوی ہے۔

۵ اور جب وہابیوں کی پیش کردہ روایت کی سند پر کلام ہے تو صحیح کیسے رہی مثلاً عبدالعزیز بن محمد کوئی الحفظ قوی نہیں، غلطی کرتا ہے، کثیر الوہم ہے، کچھ بھی نہیں، قابل احتجاج نہیں کہہ کر شدید جرح کی گئی ہے ملاحظہ ہو! تہذیب احمدیہ ۳۱۶/۶، میزان الاعتدال ۳۳۳/۲

۳۔ امام یحییٰ علیہ الرحمۃ نے بھی ابن ابی زباب کی سند سے حضرت سائب بن یزید سے بیس رکعت کی روایت نقل کی ہے۔

۴۔ مزید لکھا ہے کہ امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں داؤد بن قیس اور دوسرے راویوں سے محمد بن یوسف سے حضرت سائب کی ایکس رکعت کی روایت نقل کی ہے۔

۵۔ امام ابن عبدالبر نے بیس رکعت کی روایت کو صحیح اور دوسری کو وہم والی قرار دیا

ہے۔ (حاشیہ موطا امام مالک ۹۸ زر قافی شرح موطا، الحاوی للفتاویٰ ص ۳۵۰ جلد ۱)
 ۶۔ جمہور میں رکعات کے قائل ہیں۔ انہوں نے اس روایت کو قبول نہیں کیا۔
 سطور ذیل میں وہابیوں کے دھوکے اور ان کا رد پیش خدمت ہے:-

وہابیوں کے دھوکے:

۱۔ ”اس روایت کے تمام رواجمحور کے نزدیک ثقہ وصدق ہیں“.....
 وہابیوں کے نزدیک جمہور کی کوئی حیثیت نہیں (کمامر) اور اگر جمہور کا زیادہ ہی خیال
 ہے تو وہ میں رکعات تراویح کے قائل ہیں (رسالہ تراویح از غلام رسول قلعوی، فتاویٰ
 المحدثین ج ۱، ص ۶۶۳)

اور طلاق ثلاثہ کو ایک قرار دیتے ہیں (نودی بر مسلم)

لہذا یہاں بھی وہابیوں کو جمہور کی حمایت کرنی چاہیے۔

۲۔ ”جناب سیوطی نے اس روایت کے بارے میں لکھا ہے یہ مصنف سعید بن
 منصور میں بہت صحیح سند کے ساتھ ہے“ کتاب کا اصل نام مصنف سعید بن منصور ہے؟ یا
 سنن سعید بن منصور دوسرے: یہ جملہ امام سیوطی کا ہرگز نہیں ہے یہ زبیر علی زئی اور مبشر ربانی
 کا امام سیوطی پر جھوٹ ہے اس کے برعکس حضرت سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے میں رکعات والی روایت کو
 ”ہا سناد صحیحہ ہذا اولیٰ اور اقویٰ“ کہہ کر تین بار سخت توثیق و تائید کی ہے۔ لیکن اگر
 امام سیوطی نے کہا بھی ہو تو کیا وہابی انکے مقلد ہیں کہ جو وہ کہیں وہ مان لیں گے۔

ضروری نوٹ:

مبشر ربانی نے جوش میں آکر ہوش کھو دیئے اور مقولہ مذکورہ میں ”بسنہ“ کا
 جملہ نکل لیا ہے ملاحظہ ہوا (مقالات ربانیہ ۱۳۳)

اور زبیر علی زئی نے امام سیوطی کی کتاب الحاوی للفتاویٰ کا نام الحاوی فی

الفتاویٰ لکھا ہے (حدیث المسلمین، ص ۷۳) یہ ہیں وہابیوں کے اصل محقق جن پر انھیں بڑا ناز ہے۔

۵ یہ بھی گزر چکا ہے کہ سند کی صحت سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔

۳۔ ”ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات قیام رمضان (تراویح) پر صحابہ اکرام کا اجماع ہے“ گیارہ رکعات پر اجماع ثابت نہیں ہوا بلکہ بیس تراویح پر اجماع ثابت ہو چکا ہے۔

۵ امام سیوطی نے بسند صحیح صحابہ و تابعین سے اسی کو ذکر کیا (الحدادی للفتاویٰ ۱/۳۲۸، ۳۵۰)

۵ ما ثبت بالنسہ پر شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے نقل کیا ۵۔ امام قسطلانی نے (شرح بخاری ۳/۳۲۷ بدلیہ الجھد ۱۷۹)

امام بیہقی نے سنن کبریٰ اور شاہ عبدالعزیز نے فتاویٰ عزیزی ۴۵۳، مترجم علامہ زبیدی نے اتحاف السادة المتقين ۳/۳۲۲) امام عینی نے عمدة القاری ۳/۵۹۸ امام شعرانی نے کشف المنہ ۱/۱۳۷ اور الاذکار للودوی ۸۳ ترمذی ۱/۹۹ فتح الباری ۳/۳۲۷ المغنی ۱/۸۰۳ میزان الکبریٰ ۱/۱۱۳۳ اسی طرح تبیین الحقائق ۱/۱۷۸ حجة اللہ بالذکر ۲/۱۰۸ المجموع شرح صحابہ ۳/۳۲۲ مرقاۃ ۳/۱۹۴، اور رحمۃ لامہ ص ۲۳ پر موجود ہے ایسے ہی وہابیوں نے فتاویٰ المحدث پر تجھو رکا عمل،

رسالہ تراویح از غلام رسول قلعوی نے تمام اہل اسلام کا عمل (اجماع) اور نواب صدیق حسن نے عون الباری ۳/۳۰۷ پر)

ابن تیمیہ نے فتاویٰ ۱/۱۸۶ قدیم جلد ۳۳۹۱۲ جدید پر رکھا ہے۔

معلوم ہوا کہ وہابیوں کا گیارہ پر اجماع و اتفاق کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

○ آٹھ یا گیارہ پراجماع کا دعویٰ مسلمہ اکابرین، میں سے کسی نے نہیں کیا۔
چشمی دلیل:۔ ابن ابی شیبہ از ابو عبد اللہ یونس۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما پر جمع
کیا وہ دونوں گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳)
زبیر علیہ کی نے لکھا ہے: اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور اس کے سارے
راوی صحیح بخاری و صحیح مسلم کے ہیں اور بالا جماع ثقہ ہیں۔ (عاقب ۸۱)

جوابات:

- ۱۔ سند صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔
- ۲۔ تمحور اہل اسلام نے از ابتدا تا اس دم ہمیں رکعت کو ترجیح دی ہے۔
زبیر علیہ کی کی عادت ثانیہ بن گئی ہے کہ 'تمحور یہ کہتے ہیں' تمحور کا یہ موقف
ہے، لہذا وہ تمحور کی طرف کیوں نہیں آتا۔
- ۳۔ یہ گیارہ رکعات رمضان میں پڑھی جاتیں یا دیگر مہینوں میں اسکی کوئی
وضاحت نہیں ہے۔
- ۴۔ اس روایت پر دو حایوں کا بھی عمل نہیں وہ ایک ہی قاری کے پیچھے گیارہ
رکعات پڑھتے ہیں، جبکہ یہاں دو قاریوں کا تذکرہ ہے۔
- ۵۔ اس روایت میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے محمد بن یوسف رحمۃ
کا گیارہ رکعت ذکر کرنا تفرد اور وہم ہے..... حضرت سائب کے دوسرے شاگرد یہ
روایت نہیں کرتے۔ تفصیل گذر چکی ہے۔

۶۔ ان آخری تینوں دلیلوں میں وہم اور تفرّد کا یہ وصف مشترک ہے۔

۷۔ اسکے راوی ابو عبد اللہ یونس کا ترجمہ پیش کریں، تو آپ کو بتائیں کہ اسکی حالت کیا ہے۔

۸۔ ابن تیمیہ نے اکثر علماء کی رائے بھی نقل کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں رکعت تراویح اور تین وتر پڑھانے پر جمع کیا تھا اور لکھا ہے کہ کوئی منکر بھی اسکا انکار نہیں کرتا (فتاویٰ/۱/۱۸۶) اب وہابی بتائیں کہ وہ کیا ہیں؟
اعمال و اقوال صحابہ و صحابیوں کے نزدیک حجت نہیں:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے متعلق ان آخری تینوں دلائل کو وہابی حضرات پیش کر کے انہیں صحیح ثابت کرنے میں بڑا زور صرف کرتے ہیں جبکہ انہیں اتنا شعور نہیں کہ ان کے مذہب میں صحابہ کرام کا حکم ہو، قول یا فعل ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں، اگرچہ وہ صحیح سند کیساتھ ہی مروی کیوں نہ ہو ملاحظہ ہو! (دلیل الطالب ۶۱۷، بدور الاحد ۱۳۹، الردفہ الندیہ ۱/۲۵۴، ۱/۲۰۷، ۱/۳۹، الحج المکمل ص ۲۹۶، از نواب صدیق، عرف الجادی ۶۱، ۶۲، ۸۰، ۸۱، فتاویٰ ستاریہ ۲/۶۶ (کراچی) فتاویٰ نذیریہ ۱/۳۴۰، تجلّٰت الاحوذی ۲/۴۴، مسئلہ رفع یدین ۱۴، عبدالمنان نور پوری)

وہابیوں کے نزدیک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام:

وہابیوں کے ہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حجت نہیں کیونکہ

۱۔ انہوں نے کئی موٹے موٹے مسائل میں غلطی کی ہے (طریق محمدی ۵۴، ۵۵)

۲۔ وہابیوں نے لکھا ہے ہم فاروقی تو نہیں محمدی ہیں، ہم نے ان کا کلمہ تو نہیں

پڑھا، (فتاویٰ ثنائیہ ۲/۲۵۲) لہذا جب ان کا حضرت عمر فاروق سے کوئی تعلق نہیں تو وہ ان کا عمل پیش کر کے اپنے ”محمدی“ نہ ہونے پر مہر تصدیق کیوں لگاتے ہیں۔

۳۔ وہابیوں کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ناکام تجربے کیئے ہیں، (تمین طلاقیں ۱۸۰ از خواجہ قاسم)

۴۔ ثناء اللہ امرتسری نے حق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف نہیں مانا۔ (ثنائے ۲/۲۲۳)

۵۔ وحید الزماں حیدر آبادی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کو حدیث کے خلاف

بتلایا ہے اور لکھا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کا کچھ خیال نہ رکھو (تیسیر الباری ۵/۱۹۵)

۶۔ ان کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف ہوتا ہے (آپریشن ۳۱، بشیر احمد حسیم رحیم یار خاں)

۷۔ ناصر الدین البانی اور صادق ظلیل کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے

صراحتاً صحیح حدیث کے خلاف ہے (نماز تراویح ۲۷ مترجم)

بتائیے! .. وہابی کس منہ سے عمل فاروقی کو پیش کرتے ہیں جو ان کے اپنے

زدیک بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

وہابیوں کے دلائل غیر معتبر کتب سے ہیں:

وہابیوں کی یہ پیش کی گئیں تمن ایلیس بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ اور طبرانی

وغیرہ کے حوالے سے ہیں ملاحظہ ہو: دین انباطل جلد ۱ صفحہ ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴،

مقالات ربانیہ ۱۲۵، ۱۳۳، ۱۳۴، تعاقب از زیر علی رئی ۷۹، ۸۱ وغیرہ

اور خواجہ قاسم نے لکھا ہے۔ مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، کتب بیہقی،

طحاوی، طبرانی وغیرہ ان میں صحیح، حسن، ضعیف، معروف، غریب، شاذ، منکر، خطا، صواب،

ثابت اور مقلوب سب کچھ شامل ہے ان غیر معتبر کتابوں سے جو آثار و اقوال نقل کیے گئے ہیں میں نے عموماً انہیں نظر انداز کر دیا ہے (حدیث اور غیر الجحد بیٹ ۱۸)

لہذا وہابیوں کے یہ پیش کردہ دلائل نظر انداز کر دیئے جائیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ ان کے نزدیک کتابیں غیر معتبر ہیں۔

زبیر اور مبشر کی عجب خوشی نہیں

ان دونوں نے لکھا ہے: ابو بکر ابن عربی رحمۃ اللہ نے کیا خوب فرمایا صحیح بات یہی ہے کہ اگر رکعات پڑھی جائیں جو کہ نبی ﷺ کی نماز اور قیام ہے اس کے علاوہ جو اعداد ہیں ان کی کوئی اصل نہیں، (عارضۃ الاحوذی ۱۹/۳) ... (عاقب ۸۳، مقالات ۱۳۵)

یہ مبشر بانی اور زبیر علیزی کی بے محل خوشی نہیں ہے جو کہ درحقیقت غلط نہیں ہے، کیونکہ ابن عربی علیہ الرحمۃ کی بات بے دلیل ہے۔ لہذا اس پر بغلیں بجانے سے کیا حاصل ہوگا..... بلکہ غلام رسول قلعوی غیر مقلد کے لفظوں میں یوں کہتا چاہیے کہ:

حضرات صحابہ کرام، تابعین، ائمہ اربعہ اور مسلمانوں کی کثیر جماعت کا عمل جو دور فاروقی سے لے کر آج تک مشرق و مغرب میں جاری و ساری ہے اور وہ (وتر سمیت) تیس رکعت ہے۔ بخلاف ان عالی و عالیوں کے کہ یہ اسے بدعت اور خلاف سنت کہتے ہیں جبکہ ان کے پاس اپنے عمل پر کوئی صحیح مرجع مرفوع روایت نہیں ہے۔

۔ کیا خوب جو غیر پردہ کھولے

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

وما علمنا الا البلاغ

ماہِ رمضان الوداع

عشرتِ گودھروی

الوداع، الوداع، الوداع ہے

ماہِ رمضان بس الوداع ہے

دن تیرے آنے سے محتر تھے

نور میں ڈوبے شام و سحر تھے

تیرے جانے سے دل رو رہا ہے

ماہِ رمضان بس الوداع ہے

سحری، افطاری، قرأت، تراویح

اور اذان و نماز و تسبیح

یہ سماں نوری تجھے سے ملا ہے

ماہِ رمضان بس الوداع ہے

ہم کو بے کل تو پائے گا تب تک

گر رہے زندہ اگلے برس تک

پھر ملیں گے جو حکمِ خدا ہے

ماہِ رمضان بس الوداع ہے

جمل دیا ہے جو تو رب کی جانب

اہل ایمان کے پریم ہیں قالب

قلبِ عشرت بھی غم سے بھرا ہے

ماہِ رمضان بس الوداع ہے

اسلام کا دور و زمانہ
 حقیقتوں کا اور اس
 اور اصلاحی عمل
 ترک تقصید
 تباہ کاریاں
 غیر وہ مہذبیت
 حضرت میں مہذبیت
 اور قیادان
 مقتدری و حق
 یوں پر اس
 حل مشکلات اور
 عقیدہ صحابہ کرام
 قرآنی آیات کے
 تحت تفسیر اثرات
 صراط مستقیم کی روشنی
 شان ولایت
 منصب نبوت
 اور عقیدہ موسیٰ
 نماز تراویح
 میں رکعت
 سنت ہے

فہم دین
 منہجہ قرآن
 باہم سنی ہیں
 طلاق ثلاثہ کا
 فقہ اہل سنت

توحید و شرک
 کائنات کی حقیقت
 ایک ذمہ
 کے سوالات
 کے جوابات

غیر مستحکم
 بانی ان ارہ صراط مستقیم
 مولانا ڈاکٹر محمد اشرف اصفہانی
 صراط مستقیم

اوقات نماز و سحر و افطار کا مستقل نقشہ
 چنانچہ گنت میں چند روز جمعہ مختصر تذکرہ
 حضرت شیر برنگال بریلوی

تحفظ حدود اللہ
 تو صیصی ہل
 غلطیاں اور دھوکے
 صراط مستقیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نبوت پر ایمان
 نورانی حقیقتیں
 کا انکار کرنا

صراط مستقیم
 042-7115771-0333-0172630
 اصلاح اور
 اس کا اجر

محققانہ فیصلہ

تہنیتی مناسب

آدمیاء اللہ میں

ایمان والوں کی

موتوں پر ہونے والی

خطبات عثمان

اہل جنت

دعا بعد

مختصر اسلامی

قربانی

صحابہ کرام اور

طریق شریفین

روئید اور مناظرہ

اسلام اور ولایت

شہادت

یہ مسائل

روئید اور مناظرہ

میں

صراط مستقیم سنسکرت

6 مرکز دوست اور بارہا جنت لاہور
042-7115771-0333-8173630